مصنفات مطبوعہ بفیصلۂ کمیٹی

سلسلۂ دار المصنفین

(۴۵)

مقالاتِ شبلی

(تنقیدی)

جلد چہارم

مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

کے

تمام تنقیدی مضامین کا مجموعہ جن کو الندوہ اور دیگر رسائل سے یکجا کیا گیا ہے۔

باہتمام مسعود علی ندوی

سنہ ۱۳۵۴ھ
در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع شد
سنہ ۱۹۳۶ء

فہرست مضامین مقالات شبلی جلد چہارم (تنقیدی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

طبقات ابن سعد

ہم نہایت فیاض دلی سے اس بات کو تسلیم کرتے ہین، کہ یورپ کو آج کل ہمارے علوم وفنون کے ساتھ جو اعتنا ہے، اور جس طرح وہ ہمارے قدیم خزانون کے بیش بہا نوادر، ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کر رہا ہے، ہم خود نہین کرتے، بلکہ نہین کرسکتے، مسلمانون کو یہ بھی معلوم نہین، کہ آج تک یورپ نے عربی کی کون کون سی نایاب کتابین نہایت اہتمام کے ساتھ چھاپ کر شائع کی ہین، انشاء اللہ ہم کسی آیندہ پرچہ مین اس کے متعلق ایک مفصل مضمون لکھین[۱] گے،

اس وقت ہم جس کتاب کا تذکرہ کرنا چاہتے ہین، وہ طبقات ابن سعد ہے، جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے، یہ کتاب مشہور محدث ابن سعد کی تصنیف ہے، ابن سعد اگرچہ واقدی کے شاگرد تھے لیکن تمام محدثین نے تصریح کی ہے کہ وہ اپنے استاد کے خلاف ثقہ اور صادق الروایہ تھے، اس کتاب مین انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر اپنے زمانہ تک کے لوگون کے تراجم اور حالات لکھے ہین، یہ کتاب ۱۲ ضخیم جلدون مین ہے، لیکن قوم کی بدمذاقی سے اس کا کامل نسخہ کہین کسی مقام پر پایا نہین جاتا، ہم نے قسطنطنیہ اور مصر کے کتبخانے دیکھے ہین، وہان بھی اس کا پورا نسخہ موجود نہین،

جرمن کے ایک مشہور فاضل نے جس کا نام پروفیسر ساخو ہے، اس کتاب کے چھاپنے کا ارادہ کیا،

[۱] مولانا کا اس پر کوئی مضمون نہین نکلا، لیکن الندوہ جلد ۲ نمبر ۸ مین مولٰنا ابوالکلام کا مضمون "مسلمانون کا ذخیرۂ علوم اور یورپ" اور اسی رسالہ کی جلد ۹ مین میرے مسلسل مضامین مستشرقین یورپ پر نکلے ہین جن سے مولٰنا کی مضمون کی غرض پوری ہوگئی ہے، "سید سلیمان"

اور اس کے نسخون کے بہم پہنچانے کی فکر کی، شہنشاہ جرمن کو جب یہ حال معلوم ہوا تو انھون نے پورے ایک لاکھ روپیے اس کتاب کے مصارف کے لئے شاہی خزانہ سے عطا کئے، پروفیسر موصوف نے کتاب کی تلاش مین مصر اور یورپ کے تمام کتب خانون کو چھان ڈالا، چنانچہ بڑی جد و جہد سے اس نے متعدد نسخے پیدا کئے، اور نسخون کی تصحیح اور مقابلہ شروع کیا، مدت کی محنت کے بعد اس نے ایک جلد چھاپ کر شائع کی، جو اس وقت ہمارے سامنے ہے، باقی جلدین وقتاً فوقتاً شائع ہونگی، یہ جلد تین سو صفحون مین ہی، اور ہر صفحہ مین ۲۰ سطرین ہین، ٹائپ مین نہایت درآورد لیکن نہایت صاف اور پاکیزہ چھپی ہے، اس جلد مین فقط اُن صحابہ کے حالات ہین جو جنگ بدر مین شریک تھے،

ہمین یہ دیکھکر سخت حیرت ہوئی کہ صحابہؓ کے حالات مین متاخرین محدثین نے بہت سی کتابین لکھی ہین مثلاً استیعاب، اصابہ، اسد الغابہ لیکن ابن سعد کی کتاب مین جو تفصیل اور جامعیت ہے، ان کتابون کو اس سے کچھ نسبت نہین، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید متاخرین کو یہ کتاب ہاتھ نہین آئی، یا اُن کا مذاق ایسا تھا، کہ اس قدر تفصیلی حالات کو وہ ضروری نہ سمجھے،

اس کتاب مین ایک ایک جزئی واقعہ کو بہ سند متصل لکھا ہی، اور چونکہ مصنف کا زمانہ عہد نبوت کے قریب ہے، اس لئے سلسلۂ روایت مین تین چار راوی سے زیادہ نہین ہوتے، یہ کتاب ہمکو ایک انگریز دوست نے تحفۃً بھیجی ہے، اسلئے ہمکو اسکی قیمت معلوم نہین، البتہ اس قدر معلوم ہے کہ جرمن مین بمقام بریل چھپی ہے، اور یورپ کے تاجرون سے مل سکتی ہی،

(از الندوہ ج ۱ نمبر ۱)

مناقب عمر بن عبد العزیزؒ

(از ابن جوزی)

علامہ ابن جوزی نے جو مشہور محدث گذرے ہین، حضرت عمر فاروقؓ اور عمر بن عبد العزیزؒ کے حالات مین ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام **سیرۃ العمرین** رکھا تھا، ہم نے یہ کتاب مصر مین کتب خانۂ خدیویہ مین دیکھی تھی، جس سے الفاروق کے لئے بہت سے مفید معلومات انتخاب کئے تھے، لیکن چونکہ اسوقت عمر بن عبد العزیز کے متعلق کوئی خاص ضرورت پیش نہ تھی، ہم نے دوسرے حصہ کو نظر انداز کر دیا تھا جہان تک ہمکو معلوم ہے، ہندوستان مین اس کتاب کا کوئی نسخہ موجود نہین، اس لحاظ سے بار بار افسوس آتا تھا کہ اب اس گنجینہ سے تمتع اٹھانے کی کوئی امید نہین رہی، لیکن ہم یورپ کے فضلاء کے ممنون ہین کہ اُن کی بدولت اس نادر اور دلچسپ کتاب کو گو اصلی صورت مین نہین، لیکن اس کے قریب قریب ایک دوسرے قالب مین دیکھ سکے،

سلطان صلاح الدین کے زمانہ مین اسامہ بن منقذ ایک عرب سپہ سالار تھا، جو فوجی قابلیت کے ساتھ علمی مذاق بھی رکھتا تھا، اس نے متعدد دلچسپ کتابین تصنیف کین جنمین سے کتاب العصا اور ایک اور کتاب جسمین مصنف نے اپنے زمانہ کے دلچسپ اور نادر چشم دید واقعات قلمبند کئے ہین، یورپ مین چھپ کر شائع ہو چکی ہی، اسی مصنف نے علامہ ابن جوزی کی کتاب مذکورۂ بالا مین سے دوسرا ٹکڑا جو عمر بن عبد العزیز کے متعلق تھا جدا کر کے ایک علٰحدہ کتاب کی شکل مین مرتب کیا، اس مصنف نے اصل کتاب مین جو کچھ تصرف کیا وہ صرف روایتون کے اسناد کا حذف کرنا، اور مکرر طرقِ روایت مین سے ایک کو انتخاب کر لینا تھا،

اس کتاب کو یورپ کے ایک فاضل نے جس کا نام ہنری بیکر ہے، ۱۹۰۰ء مین چھاپ کر شائع کیا، چونکہ یہ کتاب نہایت نایاب اور نہایت دلچسپ معلومات پر مشتمل ہے، اسلئے ہم اس پر ایک مختصر سا ریویو کرنا مناسب سمجھتے ہین،

سوانحعمری اور بایوگرفی کا فن آج کل ترقی کی جس حد تک پہنچا ہے اسکی نظیر اگلے زمانہ مین تلاش کرنا بے فائدہ ہے، لیکن یہ امر تعجب سے دیکھا جاسکتا ہے، کہ جس زمانہ مین یہ کتاب لکھی گئی اسوقت مسلمانون نے اس فن کو اس حد تک پہنچا دیا تھا، کہ اس کتاب مین جو ابواب قائم کئے گئے ہین، اون کی تعداد ۴۴ تک پہنچی ہے، ان مین سے بعض حسب ذیل ہین،

۱۔ عمر بن عبد العزیز کی ولادت،

۲۔ نسب،

۳۔ طلب علم،

۴۔ حالات قبل خلافت،

۵۔ خلفاے بنو امیہ کے سامنے ان کی حق گوئی،

۶۔ خلافت،

۷۔ اخلاق وآداب،

۸۔ عقائد و مذہب،

۹۔ عدل وانصاف،

۱۰۔ عمال کی نگرانی،

۱۱۔ بنو امیہ کا اون کے طریق عمل سے ناراض ہونا،

۱۲۔ لباس،

۱۳۔ خطبے اور وعظ،

۱۴۔ مسائل علمی کے متعلق انکی رائین،

غرض اسی طرح اور بقیہ ابواب دلچسپ اور ضروری ہین،

سوانح نویسی کے فرائض مین سے جو بڑا فرض مصنف سے رہگیا ہی، وہ تنقید ہے، یعنی مصنف نے اپنی ہیرو کی صرف خوبیان دکھائی ہین، انکی کسی قول و فعل پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہین کی ہے، لیکن یہ اس زمانہ کے تمام سوانح نگارون کا انداز ہے، مورخین اسلام نے جو کتابین عام فن تاریخ یا رجال پر لکھی ہین، اُن مین محاسن و معائب مین سے ہر واقعہ کا استقصا کیا ہے لیکن خاص خاص اشخاص اور خصوصًا مقتدایانِ مذہب کے حالات مین جو کتابین لکھی ہین، ان مین معائب کو قلم انداز کر دیا ہی، امام رازی نے امام شافعی کی جو سوانحمری لکھی ہی، اسمین البتہ امام شافعی پر ہر قسم کے اعتراضات بھی نقل کیے ہین، لیکن بیانِ واقعہ کی حیثیت سے نہین بلکہ جواب دینے کی غرض سے،

تاہم مصنفینِ اسلام آج کل کے فریب دہ طریقہ سے بالکل آشنا نہ تھے، آج کل کی سوانح نگاری کا یہ انداز ہے کہ حقیقت نگاری کے ظاہر کرنے کے لئے ہیرو پر نکتہ چینی کی جاتی ہے، لیکن اس طرح کہ محاسن کو نہایت وسعت اور عمومیت کے ساتھ ہر پہلو سے دکھایا جاتا ہی، پھر نہایت کمزور اور ضعیف الفاظ مین ایک آدھ اعتراض بھی بیان کر دیئے جاتے ہین جس سے دراصل مداحی کو اور قوت دینی مقصود ہوتی ہے، کیونکہ اس سے یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ مصنف نے واقعہ نگاری کے لحاظ سے کسی واقعہ کو چھپانا نہین چاہا ہے اور اس سے ممدوح کی چھوٹی سی چھوٹی برائی کا بھی ذکر کر دیا ہے، ورنہ ایسے محاسن اور خوبیون کے مقابلہ مین ایک ذراسی برائی بالکل نظر انداز کرنے کے قابل بھی، یہ طریقہ ہماری زبان کے سوانح نگارون نے یورپ سے سیکھا ہے، اردو کی اعلیٰ سے اعلیٰ سوانحمریون کا یہی انداز ہے، لیکن یہ طریقہ قدیم طریقہ سے بہت زیادہ قابلِ اعتراض بلکہ خطرناک ہے، قدیم طریقہ

صرف سکوت کا مجرم تھا، لیکن موجودہ طریقہ درحقیقت خیانت اور خدائی ہے، جو واقعہ نگاری سے بہ مراحل دور ہے،

یہ ایک ضمنی بحث آگئی تھی، اب ہم اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہین،

اس کتاب مین ایک بڑا عیب یہ بھی ہے، کہ صحیح اور ثابت شدہ واقعات کے ساتھ بعض لغو اور دور از کار قصے بھی نقل کئے ہین، مثلاً یہ کہ عمر بن عبد العزیز کی خلافت کی پیشین گوئی خضر علیہ السلام نے کی تھی، اور ہاتف نے اُن کی خلافت کی خوش خبری دی، اور اُن کا نام اگلی آسمانی کتابون مین مذکور ہے،

یہ امر اسلئے زیادہ تعجب انگیز ہے کہ مصنف یعنی علامہ ابن جوزی اُن محدثین مین ہین جو حدیث اور روایت کے بارہ مین آزاد خیال اور محتاط تھے، انھون نے سیکڑون حدیثون کو جنکو لوگ مانتے چلے آتے تھے ضعیف اور موضوع ثابت کیا، اور ہزارون حدیثون کی صحت سے انکار کیا، چنانچہ ان کا شمار متشددین مین کیا جاتا ہے، علامۂ موصوف نے اس کتاب مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے اُن حالات کو جو خاص سلطنت سے تعلق رکھتے ہین، مثلاً ملکی لڑائیان، فتوحات، بغاوتین، عزل ونصب بالکل قلم انداز کر دیا ہے، صرف ان باتون کو لیا ہے جو زیادہ تر اون کے اخلاق، اور عدل و انصاف سے واسطہ رکھتی ہین، چنانچہ ہم چند واقعات کو اس موقع پر نقل کرتے ہین، ان مین حضرت عمر بن عبد العزیز کے واقعات اور حالات مین سب سے زیادہ جو چیز قابلِ لحاظ ہے وہ غیر مذہب والون کے ساتھ انکا طرزِ عمل ہے، عمر بن عبد العزیز مذہب کی مجسم تصویر تھے، مذہبی حیثیت سے ان کو عمر ثانی کا لقب دیا گیا ہے، اس لئے غیر مذہب والون کے ساتھ اُن کا جو طرزِ عمل تھا وہ ان کی شخصی حالت نہین بلکہ گویا مذہب اسلام کا اصلی طرزِ عمل ہے، ان واقعات مین سے ہم ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہین،

ایکدن عمر بن عبد العزیز مسندِ خلافت پر متمکن تھے، ایک عیسائی نے جو حمص کا رہنے والا تھا، دربار مین آکر یہ شکایت کی کہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے بیٹے عباس نے میری زمین

زبردستی قبضہ کرلیا ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس کی طرف دیکھا، عباس نے کہا یہ زمین مجھکو خلیفہ ولید نے بطور جاگیر کے عنایت کی تھی چنانچہ اس کی تحریری سند میرے پاس موجود ہے، عمر بن عبدالعزیزؒ نے عیسائی کی طرف مخاطب ہوکر کہا، تم کیا جواب دیتے ہو، اس نے کہا امیرالمومنین! مین خدا کی تحریر (قرآن مجید) کے مطابق فیصلہ چاہتا ہون، عمر بن عبدالعزیزؒ نے عباس کی طرف مخاطب ہوکر کہا عباس! خدا کی تحریر تیرے باپ (ولید بن عبدالملک) کی تحریر پر مقدم ہے، یہ کہکر وہ زمین عباس کے قبضہ سے نکال کر عیسائی کو دلادی،

اُن کا ایک اور کارنامہ جو نہایت قابل قدر ہے، سلاطین بنی امیہ کی ناجائز کارروائیون کو مٹانا تھا، سلاطین بنی امیہ نے ملک کا بڑا حصہ جو زمینداری کی حیثیت سے رعایا کے قبضہ مین تھا، اپنے خاندان کے ممبرون کو جاگیر مین دیدیا تھا، جس طرح سلاطین تیموریہ کے زمانہ مین بڑے بڑے صوبے شہزادون کی جاگیر مین دیدیئے جاتے تھے، عمر بن عبدالعزیزؒ تخت خلافت پر بیٹھے تو سب سے پہلے ان کو اسکا خیال ہوا، لیکن ایسا کرنا تمام خاندان خلافت کو دشمن بنا لینا تھا، تاہم انھون نے اسکی کچھ پروا نہ کی، اول اول جب انھون نے یہ ارادہ کیا تو تمام خاندان نے ام عمر کو جو عمر بن عبدالعزیزؒ کی پھوپھی تھین سفیر مقرر کرکے بھیجا، انھون نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس جاکر کہا کہ تمام خاندان برہم ہے، اور مجھکو ڈر ہے کہ عام بغاوت نہ ہو جائے اور لوگ ہنگامہ نہ کردین، عمر بن عبدالعزیزؒ نے کہا مین قیامت کے سوا اور کسی دن سے نہین ڈرتا، وہ مایوس ہوکر چلی آئین،

خود عمر بن عبدالعزیزؒ کے قبضہ مین بھی اسی قسم کی جاگیرین تھین، جو ان کے خاندان کو بنی امیہ کی طرف سے عنایت ہوئی تھین، عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب ان جاگیرون کا فیصلہ کرنا چاہا تو بڑے بڑے مذہبی علماء یعنی مکحول میمون بن مہران اور ابوقلابہ کو بلایا اور کہا کہ ان جاگیرون کی نسبت آپ لوگون کی کیا رائے ہے، مکحول نے دب کر جواب دیا، عمر بن عبدالعزیزؒ نے میمون کی طرف رخ کیا کہ تم خدا لگتی کہو، انھون نے کہا

اپنے صاحبزادہ عبدالملک کو بلا لیجئے، وہ آئے تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا کیون عبدالملک! اس معاملہ مین تمھاری کیا رائے ہے، انھون نے کہا سب واپس کر دینی چاہئین ورنہ آپ کا شمار بھی انھین ظالمون اور غاصبون مین ہوگا،

عمر بن عبدالعزیز نے اپنے غلام سے جن کا نام مزاحم تھا، اور جن کو وہ بہت مانتے تھے، کہا کہ لوگون نے جو زمینین ہمکو دین نہ وہ اس کے دینے کے مجاز تھے، نہ ہم کو ان کے لینے کا حق تھا، تمھاری کیا رائے ہے، مزاحم نے کہا امیرالمومنین! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپ کے بال بچے کتنے ہین، یعنی ان کا گذر کیونکر ہوگا، عمر بن عبدالعزیز کے آنسو نکل آئے اور کہا ان کا خدا مالک ہی، یہ کہکر گھر مین چلے گئے، مزاحم وہان سے اٹھ کر عبدالملک (فرزند عمر بن عبدالعزیز) کے پاس گئے اور کہا بڑا غضب ہوا چاہتا ہے، عمر بن عبدالعزیز تمام خاندانی جاگیرون سے دست بردار ہونا چاہتے ہین، لیکن مین نے ان سے کہا کہ اپنی اولاد کا لحاظ کر لیجئے، عبدالملک نے کہا استغفراللہ تم نے بہت بری رائے دی، یہ کہکر عبدالملک عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے، وہ اس وقت خواب راحت مین تھے، پہرہ والے نے کہا کہ تم لوگ امیرالمومنین پر رحم نہین کرتے، دن بھر مین ایک لحظہ تو ان کو آرام لینے دو، عبدالملک نے کہا تیری مان مرے تو جا کر ان سے کہہ تو سہی، عمر بن عبدالعزیز کے کانون مین یہ آواز پڑی، عبدالملک کو اندر بلا لیا، اور کہا جان پدر! یہ کون سا ملاقات کا وقت ہی، انھون نے واقعہ بیان کیا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا مین نماز ظہر کے بعد منبر پر چڑھ کر اس کا اعلان کر دون گا، عبدالملک نے کہا اس کا کون ذمہ دار ہی کہ آپ اس وقت تک زندہ رہین گے، غرض اسی وقت عمر بن عبدالعزیز باہر آئے، شہر مین منادی کرا دی گئی، کہ لوگ مسجد مین جمع ہون، عمر بن عبدالعزیز نے منبر پر چڑھکر کہا صاحبو! مین ان تمام زمینون کو جو لوگون نے ہمارے خاندان کو دی تھین واپس کرتا ہون، کیونکہ دینے والون کو نہ دینے کا حق تھا نہ ہمکو لینے کا، یہ کہکر جاگیرات کی جو سندین تھین صندوق سے نکلوائین، اور قینچی سے کتر کتر کر ان کو پھینکنا

شروع کیا، یہ جاگیرین کچھ مین مین تھین جن کا نام ملکیدس جبل اور ورس تھا، کچھ یمامہ مین تھین، چنانچہ سب سے پہلے ان زمینون سے دست برداری ظاہر کی،

بنوامیہ نے یہ غضب کیا تھا کہ باغ فدک کو جس کو حضرت فاطمہ زہرا کے تقاضے پر بھی حضرت ابوبکرؓ نے اس بنا پر نہین دیا کہ وہ عام مسلمانون کا حق ہے، اپنا خالصہ بنا لیا تھا، عمر بن عبد العزیز نے اسکو خاندان رسالت مین منتقل کر دیا، خاندان بنو امیہ مین ان کارروائیون سے سخت برہمی پیدا ہوئی سب نے متفق ہو کر ہشام بن عبد الملک کو عمر بن عبد العزیز کے پاس بھیجا کہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کرین اور قدماء جو فیصلہ کر گئے اسکو بحال رکھین، عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اگر میرے سامنے ایک فرمان امیر معاویہ کا پیش کیا جائے، اور ایک عبد الملک کا تو مجھکو کس پر عمل کرنا چاہئیے، ہشام نے کہا جو مقدم ہو، عمر بن عبد العزیز نے کہا تو خدا کا فرمان (قرآن) سب پر مقدم ہی،

عمر بن عبد العزیز کو تمام خاندان مین ابن سلیمان سے بہت محبت تھی، وہ اپنی جاگیر کی سند لے کر آئے کہ میری زمین آپ کیون چھینتے ہین، فرمایا کہ پہلے یہ زمین کس کے قبضے مین تھی، بولے کہ حجاج کے، فرمایا تو حجاج کی اولاد کا حق ہے، تم کون ہوتے ہو، ابن سلیمان نے کہا اصل مین یہ زمین عام مسلمانون کی تھی، عمر بن عبد العزیز نے کہا تو عام مسلمانون کو ملنی چاہئیے، ابن سلیمان رونے لگے، مزاحم نے کہا امیر المومنین! آپ ابن سلیمان کے ساتھ یہ برتاؤ کرتے ہین، فرمایا ہان مین ابن سلیمان کو اپنے بیٹے کے برابر چاہتا ہون لیکن مین خود اپنے نفس کے ساتھ یہی برتاؤ کرتا ہون،

بنوامیہ کے دفتر اعمال مین سب سے زیادہ قوم کا برباد کرنے والا یہ واقعہ ہے، کہ انھون نے آزادی اور حق گوئی کا استیصال کر دیا تھا، عبد الملک نے تخت پر بیٹھ کر حکم دیا تھا کہ کوئی شخص میری کسی بات پر روک ٹوک نہ کرنے پائے اور جو شخص ایسا کریگا سزا پائیگا، اگرچہ اس پر بھی آزادی پسند عرب کی زبانین بند نہ ہوئین، تاہم بہت کچھ فرق آگیا تھا، عمر بن عبد العزیز نے اس بدعت کو بالکل

مٹادیا، دو نہایت متدین اور راستباز شخص اس کام پر مقرر کئے کہ عدالت کے وقت اُن کے پاس موجود رہین، اور ان سے جو غلطی سرزد ہو فوراً ٹوک دین، ان کے اس طرز عمل سے لوگون کو عام طور پر جرأت ہوگئی تھی، اور لوگ نہایت بے باکی سے اُن کے افعال واقوال پر نکتہ چینی کرتے تھے،

آج کل مذہبی جوش اور مذہبی عصبیت کی یہ علامت خیال کیجاتی ہے کہ غیر مذہب کے لوگون سے نفرت ظاہر کی جائے، اور جہان تک ممکن ہو اون کی تحقیر اور تذلیل کیجائے یہان تک کہ اکثر فقہی کتابون مین لکھا ہے کہ عیسائیون کو گھوڑے کی سواری کی اجازت نہ دینی چاہئے، لیکن لوگون کو حیرت ہوگی کہ عمر بن عبد العزیز جو ہمہ تن مذہب تھے ان کا طرز عمل اس کے خلاف تھا، محدث ابن جوزی نے اسی کتاب مین بہ سند یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ مسلمہ بن عبد الملک جو خاندان بنی امیہ کا دست وبازو تھا، اُس نے ایک گرجا کے متولیون کے مقابلہ مین دعویٰ دائر کیا، فریق مقدمہ جو عیسائی تھے اجلاس مین حسب قاعدہ کھڑے تھے، لیکن مسلمہ کو چونکہ خاندانی زعم تھا اس لئے بیٹھ کر گفتگو کرتا تھا، عمر بن عبد العزیز نے کہا تمھارا فریق مقدمہ کھڑا ہے اس لئے تم بیٹھ نہین سکتے، تم بھی اس کے برابر کھڑے ہوجاؤ، یا کسی اور کو مقرر کرو، جو تمھاری طرف سے مقدمہ کی پیروی کرے،

مقدمہ کا فیصلہ بھی مسلمہ کے خلاف کیا، یعنی زمین متنازعہ گرجا کے متولیون کو دلادی؛

عمر بن عبد العزیز اکثر عیسائیون اور یہودیون کے ہان مہمان ہوتے تھے، لیکن اون کے کھانے کی قیمت دیدیا کرتے تھے، وفات کے وقت، اپنے مقبرہ کے لئے جو زمین پسند کی وہ ایک عیسائی کی تھی، اسکو بلاکر خریدنا چاہا، اس نے کہا امیر المومنین! قیمت کی ضرورت نہین، ہمارے لئے تو یہ امر برکت کا باعث ہوگا، لیکن انھون نے نہ مانا، اور تیس دینار دیکر وہ زمین خریدکی،

عمر بن عبد العزیز کی حکومت وسلطنت کا اصلی اصول مساوات اور جمہوریت تھی، یعنی یہ کہ تمام لوگ یکسان حقوق رکھتے ہین، اور بادشاہ کو کسی قسم کی ترجیح حاصل نہین، صرف ملکی امور مین نہین

بلکہ معاشرت اور ذاتی زندگی مین بھی وہ اسکا لحاظ رکھتے تھے، اون کے کھانے کا یہ طریقہ تھا کہ عام مسلمانون کے لئے جو لنگر خانہ تھا، اسمین ایک درہم (۵ر) روز بھیجدیا کرتے تھے، اور وہین جاکر عام مسلمانون کے ساتھ کھا لیتے تھے،

ایک دفعہ رات کے وقت مسجد مین گئے، ایک شخص مسجد کے صحن مین لیٹا ہوا تھا اتفاق سے عمر بن عبد العزیز کے پاؤن کی ٹھوکر اسکو لگی، اس نے جھلاکر کہا کیا تو پاگل ہے؟ عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ نہین، پولیس کے آدمی موجود تھے، انھون نے اس شخص کو گستاخی کی سزا دینی چاہی، عمر بن عبد العزیز نے کہا کیون، اس نے کیا گناہ کیا ہے، اس نے تو صرف استفسار کیا تھا، کہ کیا تم پاگل ہو؟ مین نے کہدیا نہین،

عمر بن عبد العزیز کے صاحبزادون مین سے عبد الملک بالکل اپنے باپ کا نمونہ تھے، اور اس بنا پر یہ اُن سے نہایت محبت رکھتے تھے، ایک دن عمر بن عبد العزیز نے میمون بن مہران کو بلاکر کہا کہ مین عبد الملک کو بہت اچھا سمجھتا ہون، لیکن غالبًا یہ پدری کا اثر ہے، ذرا تم جاکر آزماؤ تمھاری کیا رائے قائم ہوتی ہے، وہ عبد الملک کے پاس گئے، باتین ہو رہی تھین کہ عبد الملک کے غلام نے آکر کہا کہ مین نے انتظام کر دیا، میمون نے پوچھا کیا؟ عبد الملک نے کہا مین نے اسکو حکم دیا تھا کہ حمام میرے نہانے کے لئے خالی کرادو، میمون نے کہا اللہ اکبر! میرا خیال تمھاری نسبت بہت اچھا تھا، لیکن اب میرے خیال مین فرق آگیا، تمکو اس کا کیا حق حاصل ہے کہ حمام کو اپنے لئے خاص کرلو، اور عام لوگون کو نہانے سے روک دو، عبد الملک نے کہا مین نے تمام دن کا کرایہ ادا کر دیا ہے، میمون نے کہا تو یہ مشیخت بیجا ہی اور فضول خرچی ہے، تم عام مسلمانون کے برابر ہو، انھون نے کہا کیا کرون، لوگ حمام مین ننگے نہاتے ہین، اس لئے مین ان کے ساتھ شریک نہین ہو سکتا۔ میمون نے کہا تو رات کو نہایا کرو، عبد الملک نے کہا آئندہ ایسا ہی کرون گا،

عمر بن عبد العزیز جب مرنے لگے تو مسلمہ بن عبد الملک نے کہا کہ وصیت کرجایئے، کہا میرے پاس کیا ہے، جس کی وصیت کرون، مسلمہ نے کہا مین ابھی لاکھ روپیے بھیجے دیتا ہون، جس کو چاہیئے اسمین سے

وصیت کیجئے، فرمایا کہ اس سے تو یہ بہتر ہے کہ یہ رقم جن لوگون سے وصول کی ہو، انکو واپس دیدو، مسلمہ یہ سنکر بے اختیار رو پڑے،

اس سلسلہ مین یہ امر بیان کرنے کے قابل ہے، کہ خلفائے بنی امیہ کی دولت مندی کا یہ حال تھا کہ جب ہشام بن عبد الملک نے وفات کی تو اس کے ترکہ مین سے صرف اولادِ ذکور کو جس قدر نقدی رقم وراثت مین ملی، اسکی تعداد ایک کرور دس لاکھ تھی، لیکن عمر بن عبد العزیز نے جب وفات پائی تو کل ۱۷ دینار چھوڑے جسمین سے تجہیز و تکفین کے مصارف ادا کرنے کے بعد دس دینار بچے جو ورثہ پر تقسیم ہوئے، غرض عمر بن عبد العزیز کی خلافت اور سلطنت ٹھیک اسی اصول کا نمونہ تھی جو اسلام نے قائم کیا تھا، اور جس کو سلاطینِ بنی امیہ و عباسیہ مین تلاش کرنا بالکل بے فائدہ ہے، یہ لوگ درحقیقت خلیفہ نہ تھے، بلکہ کسریٰ و قیصر تھے،

(الندوہ ج ۱ نمبر ۹ ماہ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ)
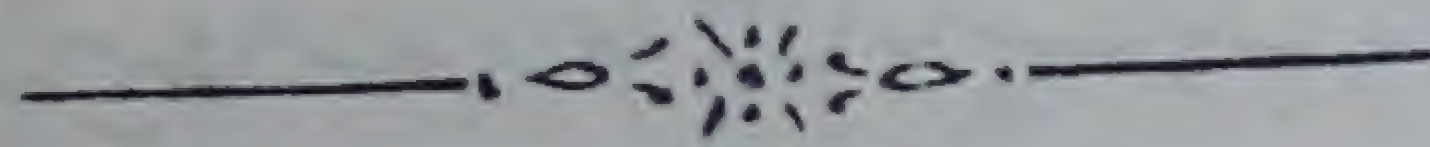
بلاغات النساء

تیسری صدی ہجری کی ایک تصنیف ہے جس مین عورتون کی تقریرین اور خطبے جمع کیے ہین،
قدما کی تصنیفات کی گمشدگی کی وجہ سے اسلامی تمدن، اسلامی اخلاق بلکہ خود شریعت اسلام
کی جو تصویر ہمارے پیش نظر ہے، اس قدر اصلیت سے دور ہے کہ صحیح خد وخال کا تصور کرنا بھی
آج مشکل ہے، فرض کرو جو کتابین ہمارے پیش نظر ہین، جو روایتین تم سنتے آئے ہو، جو حالات آنکھون
کے سامنے ہین، ان سے یہ پتہ لگاؤ، کہ اسلام مین جنس اناث کا کیا درجہ تھا، تو یہ جواب نظر آئیگا کہ
ملکی معاملات مین نظم ونسق مین شاہی دربارون مین، مناظرہ کے معرکون مین، اس جنس لطیف
کا گذر تک نہین، اگر تم سے یہ کہا جائے کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہ مین جو قیامت انگیز معرکے ہوئے
ان مین خاندانی عورتین اونٹون پر سوار میدان جنگ مین پرجوش لکچر دیتی پھرتی تھین، اور انکی
پراثر تقریرین دلون مین آگ لگا دیتی تھین، تو کس کو یقین آئیگا؟ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس معرکہ مین
متعدد عورتین تھین جو رجز خوانون، مقررون اور لکچرارون کا کام دیتی تھین اور جن کی وجہ سے
معرکۂ جنگ سرد ہو ہو کر گرم ہو ہو جاتا تھا،

کس کو خیال تھا کہ عورتین بھی کسی زمانہ مین یہ پوزیشن (درجہ) رکھتی تھین، کہ انکی تقریرین اور
گفتگوئین قلمبند اور مدون کیجائین، لیکن اسوقت ہمارے سامنے جو کتاب ہے، اور جو ہمارے مضمون
کا عنوان ہے، وہ اسی خاص موضوع پر ہے،

یہ کتاب قریبًا گیارہ سو برس کی تصنیف ہے مصنف کا نام احمد بن ابی طاہر بغدادی ہے،

جو ۲۰۴ھ مین پیدا ہوا، اور جس نے سب سے پہلے بغداد کی تاریخ لکھی یہ کتاب مصر مین چھپ کر شائع ہوئی ہے، ضخامت ۲۰۰ صفحون کی ہے اور چونکہ عبارت بہت مشکل ہے، اسلئے ہر جگہ کثرت سے حاشیے چڑھائے ہین،

قدما کا طرز تھا کہ واقعہ کو مسلسل اور متصل روایت کے ذریعہ سے بیان کرتے تھے، اور یہ طرز حدیث کے ساتھ مخصوص نہ تھا، یہ کتاب بھی اس التزام سے لکھی گئی ہے، اس سے یہ فائدہ ہے کہ کبھی روایت مین شک ہو تو اس کی کافی تحقیق ہو سکتی ہی، سب سے پہلے اس کتاب مین حضرت عائشہؓ کا وہ خطبہ (لکچر) نقل کیا ہی، جو انھون نے حضرت ابوبکرؓ کے فضائل مین دیا تھا، پھر حضرت فاطمہ زہرا، اور حضرت حفصہؓ کے خطبے ہین لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ خطبے اعتبار کے قابل نہین، خطبون مین وہ الفاظ اور وہ خیالات اور وہ طرز ادا پایا جاتا ہے، جو اس زمانہ مین سرے سے پیدا نہین ہوا تھا، مثلاً حضرت فاطمہؓ کے خطبہ مین خدا کی نسبت یہ الفاظ ہین،

الممتنع من الابصار روية ابتدع	اس کا آنکھون سے دیکھا جانا ممتنع ہے،
الاشياء لا من شی قبله	اسنے تمام چیزون کو عدم محض سے پیدا کیا،

یہ ظاہر ہے کہ یہ معتزلہ اور اہل فلسفہ کے متنازع فیہ مسائل ہین، معتزلہ کہتے ہین کہ خدا کا دیکھا جانا محال ہے، برخلاف اس کے اہل سنت وجماعت اس کے جواز کے قائل ہین، اہل فلسفہ اس بات کے قائل ہین کہ خدا نے عالم کو مادہ سے پیدا کیا، لیکن مسلمانون کا عموماً یہ مذہب ہے کہ خدا نے دنیا کو بغیر کسی سابق مادہ کے پیدا کیا،

عجیب بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے اس قسم کے خطبے جن مین ہیولی تک کا لفظ موجود ہے شیعہ علمار کی تمام مستند کتابون مین منقول ہین،

حضرت فاطمہؓ و زینبؓ، اور ام کلثومؓ کے خطبہ کے بعد مصنف نے اُن عورتون کے

خطبے نقل کئے ہین، جو حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے معرکون مین شریک تھین، ان خطبون کے ساتھ ان کے متعلق مزید حالات بھی بیان کئے ہین جنکو ہم دلچسپی کے لحاظ سے نقل کرتے ہین،

زرقا ایک عورت تھی جو معرکۂ صفین مین شریک تھی، ایک دن امیر معاویہ نے قصہ خوانی کے وقت مصاحبین سے کہا کہ کسی کو زرقا کا لکچر (خطبہ) بھی یاد ہے، حاضرین نے کہا ہم سب کو یاد ہے امیر معاویہ نے کہا اسکی نسبت تم لوگون کی کیا راے ہے، سب نے کہا قتل، امیر معاویہ نے کہا کیا یہ مناسب ہے کہ ایک عورت کو قتل کر ڈالون، یہ کہکر کوفہ کے عامل کو لکھا کہ زرقا کو اس کے عزیزون کے ساتھ بھیجدو، چند سوار بھی اس کے جلو مین ساتھ ساتھ آئین، عامل نے حکم کی تعمیل کی، اور امیر معاویہ کا خط زرقا کو دیا، زرقا نے کہا اگر میری مرضی پر مجھکو چھوڑ دیا جائے تو مجھکو جانا منظور نہین لیکن حکم ہے تو چلتی ہون، عامل نے ایک اونٹ سواری کے لئے پیش کیا جس کا محمل یمنی چادر سے منڈھا ہوا تھا، زرقا بڑی عزت اور احترام سے دربار مین آئی، امیر معاویہ نے مزاج پرسی کے بعد کہا "کیون وہ موقع یاد ہے؟ جب تو سرخ رنگ اونٹ پر چڑھ کر لوگون کو لڑائی پر آمادہ کرتی پھرتی تھی،" زرقا نے کہا، امیر المومنین! گئی گذری بات ہوئی، یہ زمانہ کا رنگ ہے، آج یہ حالت ہے، کل خدا جانے کیا ہوگا،،

امیر معاویہ نے کہا اپنا وہ خطبہ بھی یاد ہے، زرقا نے کہا نہین، امیر معاویہ نے کہا "لیکن مجھکو یاد ہے اور وہ یہ ہے،،

اس کے بعد مصنف نے پورا خطبہ نقل کیا ہے، لیکن ہم نے اس لحاظ سے نقل نہین کیا کہ افسوس یہ ہے کہ ترجمہ مین زور نہین قائم رہتا، اور بیچ بیچ مین سے اکثر جملے چھوڑ دیئے ہین، کہ ناظرین عربی دان کتنے ہین، اور ترجمہ مین خطبہ کا لطف نہین قائم رہ سکتا،

(الندوہ ج ۵ نمبر ۸ شعبان ۱۳۲۶ھ)

یورپ کا ایک اور علمی احسان

عمر خیامؒ کا جبر و مقابلہ

عمر خیام کو ہم جس حیثیت سے جانتے اور پہچانتے تھے، وہ یہ تھی کہ وہ شاعر ہے، رباعی گو ہے، اور زیادہ سے زیادہ یہ کہ آج کل کے مذاق کے موافق آزاد خیال ہے، تاریخون اور تذکرون مین اسکی ریاضی دانی کا ذکر ضرور ہے، لیکن ہمارے خیال مین وہ اسی قسم کی بات تھی کہ علامہ ابن الہمام شارح ہدایہ موسیقی بھی جانتے تھے لیکن یورپ کی بدولت آج ہمکو عمر خیام کی وہ کتاب ہاتھ آئی جس سے اسکے ریاضی دان اعظم ہونے کا ثبوت ملتا ہے،

مسلمانون نے خود کبھی دعویٰ نہین کیا کہ وہ علم جبر و مقابلہ کے موجد ہین، لیکن اس فن مین ان کی اس قدر اکتشافات (ڈسکوریز) ہین کہ اس نام سے اون کی عام شہرت ہوگئی ہی اس فن مین سب سے پہلے ابو موسیٰ خوارزمی نے ایک کتاب لکھی، عربی دان تو اس سے آج بھی ناواقف ہین، لیکن انگریزی مین مدت ہوئی اس کا ترجمہ ہوگیا، اور اصل عربی کے ساتھ چھپ کر شائع ہوا، چنانچہ ہماری نظر سے بھی گذر چکا ہے، ابو موسیٰ کے بعد اور لوگون نے بھی اس فن مین کتابین لکھین اور غالباً سب سے اخیر مجتہدانہ کتاب عمر خیام کا جبر و مقابلہ ہے، جو اس وقت ہمارے سامنے ہی، عمر خیام کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ قدما کی کوئی تصنیف اسکو نہین ملی تھی، ہندوستان کے ریاضی دانون نے البتہ کچھ قاعدے لکھے تھے، لیکن وہ محض ابتدائی باتین تھین، چنانچہ دیباچہ مین لکھتا ہی:-

۱؎ یہ کتاب فرانس کے دار السلطنت پیرس مین مع فرنچ ترجمہ کے چھاپی گئی ہی، اور چھ روپئے قیمت ہی،

اما المتقدمون فلم یصل الینا منهم	باقی قدما، توان کا کوئی کلام ہم تک نہین پہنچا،
کلام لعلهم لم یتفطنوا لها بعد	شاید ان کا ذہن باوجود غور و فکر کے اسمین کامیاب
الطلب والنظر او لم یضطر البحث	نہین ہوا، یا ان کو اسکی ضرورت پیش نہین آئی،
ایاهم او لم ینقل الی لساننا	یا انکی تصنیفات کا ترجمہ ہماری زبان مین
کلامهم فیها،	نہین ہوا،

ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے،

وللهند طرق فی استخراج اضلاع	اور ہندیون کے یہان مربعات اور مکعبات
المربعات والمکعبات مبنیة	کے اضلاع کے نکالنے کے طریقے ہین، جو تھوڑے
علی استقراء قلیل،	سے استقرار پر مبنی ہین،

خیام نے ہندی قواعد کے اثبات پر ایک مستقل کتاب لکھی، جس کا حوالہ اس کتاب مین دیا ہے،

خیام اس فن کی ترقی کی جو تاریخ بیان کرتا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ماہانی نے اس اصول کی تحلیل جبر و مقابلہ کے ذریعہ سے کی جس کو ارشمیدس نے کتاب الکرة والاسطوانہ کے مقالۂ ثانیہ کی شکل رابع مین استعمال کیا ہی، اس سے کعب، مال، اعداد متعادلہ پیدا ہوئے لیکن وہ ان کو حل نہ کرسکا، اور بالآخر اس نے فیصلہ کیا کہ یہ ناممکن ہے، لیکن ابوجعفر خازن نے قطوع مخروطی کے ذریعہ سے اسکو حل کیا، اس کے بعد اور ہندسہ دانون نے اس پر توجہ کی اور بعض بعض مسائل حل کئے،

خیام نے اس فن مین جو اضافہ کیا اسکی تفصیل دیباچہ مین کی ہے، اور بتایا ہے کہ فلان فلان قاعدے مین مین نے یہ اضافہ کیا، اس کے ساتھ چھ اصول کی نسبت لکھا ہی، کہ وہ سرے سے کسی قدیم تصنیف مین موجود ہی نہ تھے، وہ یہ ہین،

(۱) وہ کعب اور جذر جو عدد کے معادل ہو،

(۲) وہ کعب اور عدد جو جذر کے معادل ہو،

(۳) وہ عدد اور جذر جو کعب کے معادل ہو،

(۴) وہ کعب اور مال جو عدد کے معادل ہو،

(۵) وہ کعب اور عدد جو مال کے معادل ہو

(۶) وہ عدد اور مال جو کعب کے معادل ہو

ان سب کو خیام نے قطوع مخروطی کے خواص سے ثابت کیا ہی،

افسوس ہے کہ مجھکو فن جبر و مقابلہ مین دخل نہین ہی کہ مین اس کتاب پر ریویو کرسکون، فرنچ مین اس کتاب کا جو ترجمہ ہے اس کے دیباچہ مین تفصیلی ریویو لکھا ہے، لیکن ہمارے ملک مین فرنچ کتنے آدمی جانتے ہین،

(الندوہ ج ۶ نمبر ۸ شعبان ۱۳۲۷ھ)

تجارب الامم ابن مسکویہ

گب موریل سیریز

یورپ کی علمی فیاضیون کا ذکر ہم نے اس قدر بار بار کیا ہے کہ اس عنوان پر ہم اگر کچھ اور کہنا چاہین تو لوگ فوراً بول اٹھین گے کہ ع

این آن فسانہ ایست کہ صد بار گفتہ،

لیکن اگر ہر نئے احسان کا نیا شکر واجب ہے تو یہ ذکر کرنا پڑیگا، اور بار بار کرنا پڑیگا، انصاف کرو مسلمان، دنیا کے ہر حصے مین پھیلے ہوئے ہین، ان کی بڑی بڑی سلطنتین قائم ہین، اپنے علوم و فنون کی قدردانی کا جس قدر ان کو دعویٰ ہے شاید کسی قوم کو نہ ہوگا، لیکن کیا یورپ نے عربی زبان کی جو خدمت کی ہی، اس کا ہزاروان حصہ بھی آج اسلام کی وسیع دنیا کرسکتی ہی، یورپ نے جس قسم کی نادر اور نایاب عربی کتابین ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کین، کیا ایک بھی اس قسم کی کتاب مسلمانون نے شائع کی ؟ معجم البلدان بلاذری، طبری، یعقوبی، ابن بدیع ہمدانی، تاریخ الحکما قفطی، طبقات ابن سعد، انساب الاشراف، معارف (اور اس قسم کی سینکڑون کتابون) کو کس نے دنیا مین روشناس کیا ؟ اور سچ تو یہ ہے کہ اب بھی کتنے مسلمان ان کتابون سے واقف ہین،

یورپ کی علمی فیاضی کی داستان نہایت طویل ہے، یہان ہمکو اسمین سے صرف گب سیریز کا تذکرہ کرنا ہے، جو ہمارے مضمون کی دوسری سرخی ہی، گب ایک دولتمند انگریز تھا، جس نے کئی لاکھ

روپیہ صرف اسلیئے وقف کردیا کہ اس سے عربی اور فارسی زبان کی نایاب تصنیفات ڈھونڈ کر شائع کیجائین، چنانچہ اس وقت تک جو کتابین اس سلسلہ مین شائع ہوئین وہ حسب ذیل ہین،

بابر نامہ یعنی تزک بابری جسمین بابر شاہ نے خود اپنے حالات لکھے ہین،

ترجمۂ تاریخ طبرستان، از اسفندیار،

تاریخ خاندان رسولیہ یمنی از خزرجی،

سفر نامۂ ابن جبیر اندلسی،

معجم الادبار یاقوت حموی، نہایت نایاب تھی، قسطنطنیہ مین ایک ناتمام نسخہ تھا، اب تک اس کتاب کی ۲ دو جلدین چھپ چکی ہین،

تجارب الامم ابن مسکویہ، اس کی مفصل کیفیت آگے آتی ہی،

یہ وہ کتابین ہین جو شائع ہوچکین، اور جو کتابین اس سلسلہ مین زیر طبع ہین، یا جن کا چھاپنا مقصود ہے، وہ حسب ذیل ہین،

معجم فی معیار اشعار العجم، فن عروض مین ہے، اس کا مصنف شیخ سعدی کا معاصر تھا کتاب کا سنہ تصنیف ۶۱۶ھ ہی، اس کا قلمی نسخہ ہمارے کتبخانہ مین موجود ہے،

تاریخ مغول از رشید الدین فضل اللہ،

ترجمہ تاریخ سیستان،

حصۂ جغرافیہ از کتاب نزہۃ القلوب حمد اللہ المستوفی،

چہار مقولہ عروضی سمرقندی،

مرزبان نامہ

فتوح مصر والمغرب والاندلس، از ابوالقاسم عبد الرحمن،

تاریخ مصر از کندی نہایت قدیم تاریخ ہے،

قابوس نامہ،

انساب سمعانی، نہایت مستند اور نادر کتاب ہی،

کتاب الرد علی اہل البدع والاہوا للنسفی،

ان کے علاوہ اور چند کتابین ہین، جن کا ذکر چندان ضروری نہین،

اس سلسلہ کا نام گب مموریل سیریز ہے، اور اس مین سے ہم اس وقت تجارب الامم سے بحث کرنی چاہتے ہین، جو ہمارے مضمون کا پہلا عنوان ہے،

اس کتاب کا مصنف علامہ ابن مسکویہ ہے، جو مشہور حکیم اور فلاسفر تھا اسکی کتاب الطہارۃ جس سے امام غزالیؒ نے احیاء العلوم مین اکثر موقعون پر فائدہ اٹھایا ہی، چھپ کر شائع ہو چکی ہی الہیات مین اسکی کتاب فوز الاصغر نہایت اعلیٰ درجہ کی تصنیف ہے، اور جس قدر اسلامی تصنیفات اس موضوع پر ہماری نظر سے گذر چکی ہین، ان مین سے ایک بھی اسکی ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتی،

ابن مسکویہ عضد الدولہ اور اس کے جانشینون کے دربار مین نہایت معزز منصب پر ممتاز تھا، اس نے ۴۲۱ھ مین وفات پائی،

اس کتاب کا نسخہ جو یورپ نے بہم پہنچایا ۵۰۰ھ کا لکھا ہوا ہی، مزید اعتبار کے لئے یورپ نے اصل نسخہ کو فوٹو کے ذریعہ سے شائع کیا لیکن اس سے یہ نقصان ہوا کہ چونکہ قدیم زمانے کا خط ہے، اس لئے کہین کہین پڑھا نہین جاتا، جا بجا حرف بھی اڑ گئے ہین، اور سیاہی مٹ چلی ہی ایڈیٹر نے مختصر سا دیباچہ انگریزی مین لکھا ہی، اور ایک نہایت مفصل فہرست اسماء اور مقامات کی شامل کی ہی، کتاب بہ مقام لیڈن ۱۹۰۹ء مین چھاپی گئی ہی،

اس کتاب پر ہم مختلف حیثیتون سے ریویو کرنا چاہتے ہین،

(۱) ہمارے یہان علوم کی جو دو قسمین معقول ومنقول قرار دی گئین اس کے متعلق ایک سخت غلطی یہ ہوئی کہ بعض علوم جنمین دونون حیثیتین جمع تھین، صرف اُن مین ایک حیثیت کا لحاظ ہوا، مثلاً تاریخ و روایت کا فن محض منقولات مین شمار کیا گیا، جس سے نتائج ذیل پیدا ہوئے،

(۱) جو لوگ صرف معقول کو اپنا مایۂ ناز سمجھتے تھے، یعنی حکمار اور فلاسفر انھون نے اس فن کی طرف مطلق توجہ نہین کی، اس لئے یہ فن فلسفیانہ نکتہ آفرینیون سے محروم رہ گیا، یہی وجہ ہو کہ بوعلی سینا، فارابی، محقق طوسی، امام رازی، قطب الدین شیرازی، جلال الدین دوانی کی کوئی تصنیف اس فن مین موجود نہین،

(۲) چونکہ اس فن کی نسبت عام خیال یہ پیدا ہو گیا، کہ اسکو عقل و درایت سے تعلق نہین، اس لئے مورخین اور اہلِ روایت نے خود بھی عقل اور درایت سے کام نہین لیا، ان کو صرف اس سے غرض تھی کہ واقعہ کا بیان کرنے والا ثقہ ہے۔ یا نہین ؟ اگر ثقہ ہے، تو وہ جو واقعہ بیان کرتا ہے ان کے نزدیک قابلِ اعتبار ہے، حالانکہ یہ بالکل ممکن ہو کہ راوی ثقہ ہو، اور واقعہ کے بیان مین اس سے غلطیان وقوع مین آئین، غرض اس خیال کی وجہ سے تاریخ کا فن اس رتبہ پر نہ پہنچا، جس پر اسکو پہنچنا چاہئے تھا،

اس عالم مین ابن مسکویہ ایک مستثنیٰ شخص نظر آتا ہو جس نے فلسفی اور حکیم ہونے کے ساتھ فن تاریخ پر بھی توجہ کی، ابن مسکویہ کے نام سے ہر شخص کو امید پیدا ہو سکتی ہو کہ اسکی تاریخ عام شاہراہ سے الگ ہو گی، اور ہم خوش ہین کہ یہ امید ناکامیاب نہین ہوئی، ابن مسکویہ نے کتاب کے دیباچہ مین تاریخ کے متعلق جو کچھ لکھا ہو، اس سے اندازہ ہو سکتا ہو کہ وہ اس فن کو کس نظر سے دیکھتا ہو، اور اسکو کس انداز سے لکھنا چاہتا ہو،

یورپ مین آج کل فن تاریخ کو اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ کبھی نہ ہوئی ہو گی، تاریخی واقعات

کے ساتھ اس قدر اعتنا کیا جاتا ہی کہ ایک ایک جزئی واقعہ اور ہر واقعہ کی ہر قسم کی جزئی خصوصیات کا استقرا کیا جاتا ہی لیکن اہلِ فلسفہ کے نزدیک یہ ایک علمی بے اعتدالی ہے، تاریخ کا مقصد ان واقعات کا پتہ لگانا ہی جن سے خاص نتائج پیدا ہوتے ہین، اور جن سے علت و معلول کا اسطرح سلسلہ قائم ہوتا ہی، کہ جب اسی قسم کے واقعات پیش آئین تو فوراً پیشین گوئی کی جاسکے کہ اسی قسم کے نتائج پیش آئین گے، اس سے زیادہ جو کچھ ہے وہ یا قصہ ہے، یا بیکار واقعات ہین، چنانچہ ہربرٹ اسپنسر نے تفصیل کے ساتھ اس نکتہ کو لکھا ہی،

ہمارا فلسفی مورخ (ابن مسکویہ) بھی تاریخ کو اسی نظر سے دیکھتا ہی، وہ دیباچہ مین لکھتا ہی:

انی لما تصفحت اخبار الامم و سیر الملوک وقرءت اخبار البلدان وکتب التواریخ وجدت فیھا ما یستفاد منه تجربة فی امور لا تزال تتکرر مثلھا وینتظر حدوث مثلھا، فان امور الدنیا متشابھة واحوالھا متناسبة،	مین نے جب قومون کے حالات اور سلاطین کے تذکرے بغور دیکھے اور شہرون کے حالات اور تاریخ کی کتابین پڑھین تو مین نے ان مین وہ باتین پائین جن سے ان امور کے متعلق تجربہ حاصل ہوتا ہے جن کے ہمشکل واقعات عموماً پیش آیا کرتے ہین، اور ان کے پیش آنے کی توقع ہوتی ہی، کیونکہ دنیا کے واقعات ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہین، اور اس کے واقعات مین باہم تناسب ہی،

اس کے بعد لکھتا ہی:-

ووجدت ھذا النمط من الاخبار ممزوجا بالاخبار اللتی تجری مجری الاسمار و	اور مین نے دیکھا کہ اس قسم کے واقعات اُن باتون کے ساتھ رل مل گئے ہین جو محض قصہ

الخرافات اللتی لا فائدۃ فیھا	اور خرافات کے کام کے ہین، جن سے بجز اسکے
غیر استجلاب النوم بھا و الاستمتاع	کوئی فائدہ نہین کہ ان کے سننے سے نیند آتی ہو
بانس المستطرف منھا،	یا اون کے اعجوبہ زا واقعات سے لطف آتا ہے،

ابن مسکویہ نے اس کا سخت افسوس کیا ہے کہ تاریخ کا فن اپنے اصلی مرکز سے ہٹ گیا ہی، اور لوگون کی توجہ عموماً ان واقعات کی طرف ہے، جو علت و معلول کے سلسلہ قائم کرنے مین کچھ مدد نہین دیتے، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو نتیجہ انگیز واقعات تھے اُن کی طرف خاص نگاہ نہین پڑتی، اور وہ بھی انھین عام اور بے نتیجہ واقعات مین شامل ہو کر بیکار ہو جاتے ہین، چنانچہ لکھتا ہی:-

حتی ضاع بینھا و بتد دفی	یہان تک کہ یہ اصلی واقعات، ان لغو واقعات
اثنائھا فبطل الانتفاع بھا و لم	مین رل مل کر برباد ہو گئے، اور اسلئے ان سے
یتصل لسامعہ و قاریہ اتصالا	فائدہ اٹھانا نہ ہو سکا، اور پڑھنے اور سننے
یربط بعضہ بعضا،	والے کو ان واقعات مین ایسا سلسلہ نہین
	ملتا جس سے تمام واقعات ایک دوسرے
	سے مربوط ہو جائین،

اس کے بعد لکھتا ہے،

فلذلک جمعت ھذا الکتاب	اس لئے مین نے یہ کتاب مدون کی، اور اس
واکثر الناس انتفاعا بہ واکبرھم	کتاب سے زیادہ تر فائدہ وہ لوگ اٹھا سکتے ہین
حظا منہ و اوفرھم قسطا	جنکو دنیوی معاملات سے زیادہ تر تعلق ہی مثلاً
من الدنیا کالوزراء و اصحاب الجیوش	وزرا اور فوجی افسر اور مدبرین ملک،

(سلسلۃ الملل)

مصنف نے تمام کتاب مین اس مقصد کو پیش نظر رکھا ہے، اور جو واقعات، اس مقصد سے

تعلق نہین رکھتے، ان کو عموماً نظر انداز کرتا جاتا ہے،

اس مقصد کو اس نے اس قدر پیش نظر رکھا ہو کہ انبیا کے حالات مین معجزات کا ذکر نہین کرتا کیونکہ اس کے نزدیک معجزات، علة و معلول کے سلسلے سے الگ ہین، چنانچہ لکھتا ہے،

ولهذا السبب بعينه لم نتعرض لذكر معجزات الانبياء صلوات الله عليهم، لان اهل زماننا لا يستفيدون منها تجربة فيما يستقبلونه من امورهم الا ماكان منها تدبيرا بشريا لا يقترن بالاعجاز	اور اسی سبب سے مین نے انبیا علیہم السلام کے معجزات کا ذکر نہین کیا، کیونکہ آج کل کے لوگ ان سے آیندہ واقعات کی نسبت کوئی تجربہ نہین حاصل کر سکتے، البتہ وہ واقعات مین نے لکھے ہین جو انبیاء سے انسانی تدبیر کی حیثیت سے وقوع مین آئے ہین جنمین معجزہ کی آمیزش نہین ہی،

(۲) ایران کی تاریخ مین، دور از کار واقعات کثرت سے ہین، اور فردوسی کی شاعرانہ رنگ آمیزی نے تو تاریخ کو ناول بنا دیا، ابن مسکویہ ان وہمی افسانون کی نسبت ہر جگہ تصریحات کرتا جاتا ہے کہ ایرانیون کی خرافات ہین، اور بعض جگہ بتاتا ہو کہ اصل واقعہ کیا تھا، اور الفاظ کے غلط استعمال اور لوگون کی وہم پرستی سے اسکی صورت بدل گئی، مثلاً ایک موقع پر لکھتا ہی:-

فللفرس ههنا خرافات وتزعم ان الشياطين كانت مسخرة لكيقابوس،	اور ایرانی اس موقع پر بہت سے خرافات بیان کرتے ہین، اور خیال کرتے ہین کہ شیاطین کیکاؤس کے مسخر تھے،

ضحاک کی نسبت تمام ایرانی تاریخون مین مذکور ہے کہ اس کے کاندھے پر دو سانپ تھے جنکی غذا آدمی کا دماغ تھا، ابن مسکویہ اس واقعہ کی نسبت لکھتا ہی:-

وکان علی منکبیہ سلعتان یحرکھما	اور اُس کے شانون پر دو غدود تھے، جنکو
اذا شاء کما یحرک یدیہ فادعی	وہ جب چاہتا تھا، حرکت دے سکتا تھا، جس طرح
انھما حیّتان تھویلا علی ضعفاء	اپنے ہاتھون کو حرکت دیسکتا تھا ضحاک نے
الناس واغبیائھم وکان	یہ ظاہر کیا کہ یہ دونون سانپ ہین جس سے
یسترھما بثیابہ،	اس کا مقصد عوام اور احمقون کو مرعوب کرنا
	تھا، اور وہ ان کو لباس کے اندر چھپائے رکھتا تھا،

طہمورث کی نسبت عام طور پر مشہور ہے کہ شیطان اور جن اس کے مسخر تھے اور اسی کے یہان عمارت وغیرہ کا کام کرتے تھے، ابن مسکویہ اس واقعہ کی حقیقت اس طرح ظاہر کرتا ہے:-

وطلب الدعار ونفی الشیاطین	اس نے بدچلن لوگون کو بلایا، اور شیاطین
اعنی الاشرار والزم من غلبہ	یعنی بدمعاشون کو ملک سے نکال دیا، او
من اھل الفساد والشیاطین الاعمال	اس نے مفسدون اور شیطانون کو سخت کامون
الصعبۃ واذ تصد بقطع الحجارۃ والصخور	پر ماموری کیا، اور ان کو سنگتراشی کے کام پر لگایا،

(۳) ایران کے لٹریچر مین بعض چیزین ایسی تھین جو دنیا کی بہترین یادگار سمجھی جاتی تھین مثلاً نوشیروان کا کارنامہ جو خود اس نے لکھا تھا، یا اردشیر کا عہدنامہ جس کو مورخین عرب منجملہ ان چار کتابون کے شمار کرتے ہین جو بے مثل تسلیم کی گئی ہین، ابن مسکویہ نے ان چیزون کی پوری قدردانی کی ہے، چنانچہ ان دونون کا ایک ایک حرف (عربی ترجمہ کے ذریعہ سے) نقل کیا ہی، نوشیروان کا ایک لکچر جو اس نے تمام امرا اور خواص وعوام کے مجمع مین دیا تھا، اور جسمین انتظامات ملکی کے تمام نکتے بتائے ہین اس کا بھی پورا ترجمہ کیا ہی،

(۴) ابن مسکویہ نے اکثر واقعات شاہ نامہ کے خلاف لکھے ہین، اور اکثر اُن واقعات

کا سرے سے ذکر نہین کیا ہے، جو شاہ نامہ کے مشہور معرکے ہین مثلاً رستم وسہراب کی داستان، رستم واسفندیار کی جنگ، منیزہ وبیژن کا واقعہ، شاہ نامہ مین لکھا ہی کہ کیکاؤس کو شاہ مازندران نے گرفتار کر لیا تھا لیکن ابن مسکویہ نے اس واقعہ کے بجائے لکھا ہے کہ کیکاؤس جب یمن پر حملہ آور ہوا تو ذو الاذعار بادشاہ یمن نے اسکو شکست دی اور ایک کنوئین مین قید کر دیا، بالآخر رستم گیا اور اس کو چھڑا لایا،

ان واقعات کے متعلق یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ابن مسکویہ اور فردوسی دونون مین سے کس کا بیان صحیح ہے لیکن مجھ سے پوچھا جائے تو مین فردوسی کو ایران کی تاریخ کا زیادہ حق دار سمجھتا ہون،

(۵) ابن مسکویہ کی کتاب مین بڑا نقص یہ ہے کہ آنحضرت صلعم اور خلفاے راشدین کے حالات نہایت ناتمام اور جستہ جستہ لکھے ہین، اور اسکی معذرت یہ کی ہے کہ میری کتاب کا مقصد ایسے حالات کا بیان کرنا ہے، جو ظاہری اسباب سے تعلق رکھتے ہون، اور جن سے قواعد کلیہ قائم ہو سکین، لیکن خلفا کے فتوحات محض تائید الٰہی ہین، ان کو سلسلہ علت ومعلول سے تعلق نہین، ابن مسکویہ کے خاص الفاظ یہ ہین:-

ولم اجد فی تلک الحروب والوقعات	مین نے ان لڑائیون مین باوجود اسکے کہ وہ عظیم الشان
مع عظمها وشدتها موضع حیلة	اور سخت لڑائیان ہین کوئی حیلہ اور تدبیر کی بات نہین پائی،
ولا موقع تدبیر یستفاد منه تجربة	جس سے کوئی تجربہ پیدا ہو بجز چند مختصر واقعات کے جنکو مین آگے
الا الیسیر مما سنذکره وباقیه	ذکر کرونگا ورنہ یہ تمام لڑائیان لڑائیان نہین بلکہ قوم کا
کله جهاد من القوم ونصر من الله	جہاد اور خدا کی تائید ہین، اور ہم ابتدائے کتاب مین شرط
واجتهاد من المسلمین، وکان	کر چکے ہین کہ صرف وہ واقعات لکھین گے جن سے آئندہ
شرطنا فی اول الکتاب الاثبت من الاخبار	واقعات مین کوئی تجربہ حاصل ہو،

ترجمہ ابن مسکویہ بحوالہ تاریخ المختصر ابو الفدا

لیکن یہ کس قدر غلط خیال ہے، بے شبہہ عہد نبوت اور خلافت کے واقعات تائید الٰہی ہین لیکن یہ کون کہہ سکتا ہے، کہ سلسلۂ اسباب سے الگ ہین، جو سچائی، جو خلوص، جو جوش، جو راست کرداری، جو عدل وانصاف، جو حق پرستی، ان معرکون مین صرف کی گئی، جب کبھی صرف کیجائیگی بعینہ یہی نتیجے ظاہر ہون گے، اگر ان لڑائیون مین اسباب وعلل کو دخل نہ ہوتا، تو جنگ احد مین شکست کیون ہوتی؟ حنین مین اکثر لوگون کے پاؤن کیون اکھڑ جاتے؟ واقعہ جسر مین ہزارون مسلمان کیون شہید ہوئے؟ واقعہ یرموک مین مسلمانون کو مفتوحہ مقامات سے ہٹ آنا کیون پڑتا،

خدانے فرمایا اور سچ فرمایا، انا کل شئ خلقناہ بقدر،

(۲ رجون سنہ ۱۹۰۹ از کلکتہ)

(الندوہ ج ۶ نمبر ۵۔ جمادی الاولی سنہ ۳۲۷)

لغتِ فرس

از

اسدی طوسی

ہم یورپ کی علمی فیاضیون کا شکریہ ادا کرتے کرتے تھک جاتے ہین، لیکن یورپ اپنی فیاضیون سے نہین تھکتا، عربی قدیم نادر تصنیفات کے ڈھونڈ ڈھونڈ کر پیدا کرنے اور ان کے شائع کرنے کا ذکر الندوہ مین بار بار آچکا ہے، اب موقعہ ہے کہ فارسی سرمایہ کے مہیا کرنے کے متعلق جو کچھ یورپ کر رہا ہے کبھی کبھی اسکے حالات بھی اس علمی پرچہ کے ذریعہ سے شائع کئے جائین،

اسدی کی نسبت عام تذکرون مین مذکور ہے کہ فردوسی کا استاد تھا، اگرچہ یہ محض غلط ہی لیکن بہر حال وہ اسی زمانہ کا نہایت مشہور شاعر ہے، اور مثنوی مین نظامی کی طرز کی بنیاد اسی نے قائم کی، اسدی کو تمام دنیا صرف شاعر کی حیثیت سے جانتی ہی، یہ بہت کم لوگون کو معلوم ہے کہ وہ صرف شاعر نہین بلکہ فارسی لغت کا سب سے پہلا مدون ہی، اس نے اپنی کتاب کا نام لغتِ فرس رکھا ہے، اور صرف نادر اور غریب الفاظ جمع کئے ہین،

یورپ کے ایک مشہور مستشرق پاول ہارن نے آٹھ برس کتاب کی تصحیح و تحشیہ مین صرف کئے اور ۱۸۹۷ء مین اسکو شائع کیا، اس کے پاس جو قلمی نسخہ تھا وہ محرم ۷۳۳ھ کا لکھا ہوا تھا، تصحیح و تحشیہ کے علاوہ اس نے ایک مطوّل دیباچہ بھی لکھا ہی، لیکن چونکہ وہ جرمن زبان مین ہے، اسلئے ہم اس سے فائدہ نہین اٹھا سکے، اڈیٹر موصوف نے یہ کتاب پروفیسر نولدکی کے نام معنون کی جو یورپ

مین آج تمام مستشرقین کا استاد الکل تسلیم کیا جاتا ہے، چونکہ اڈیٹر کو پروفیسر موصوف کی شاگردی کی عزت حاصل ہی، چند فارسی اشعار لکھ کر شامل کئے ہین، جسمین اس انتساب کو ظاہر کیا ہے وہ اشعار یہ ہین:-

چنین بود آئین ایرانیان	چو پیش آمدندے بہ گاہِ کیان
تو در دولت علم داری دہیم	شہنشاہِ عالی و ما بندہ ایم
ولیکن بجز کے تو ہم مردمی	کہ مر مہتری را بزیبد ہمی
بدین ہشت سال اندرین شہر تو	طلب کردہ ام علم با جستجو
کنون این کتاب تشکر شعار	ترا باشد از من یکے یادگار

اب ہم اصل کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالتے ہین،

(۱) مصنف نے دیباچہ مین لکھا ہے کہ "مین اسمین بلخ، ماوراء النہر، اور خراسان وغیرہ کے لغات لکھتا ہون،" اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اس زمانہ مین انہی ملکون کے لوگ شاعر اور ناثر تھے اور انہی کا کلام مستند سمجھا جاتا تھا، اس سے یہ عقدہ بھی حل ہوتا ہے کہ قدمار کی زبان جو بالکل نامانوس معلوم ہوتی ہی، اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ افغانستان اور ترکستان کے بہت سے الفاظ ان کے کلام مین آئے تھے جو اس وقت بالکل متروک ہوگئے جب شاعری منتقل ہو کر فارس کے صدر مقام مین آگئی،

(۲) مصنف نے التزام کیا ہے کہ ہر لغت مین شعر کی سند لائے، اس سے یہ فائدہ ہوا کہ چونکہ مصنف خود قدیم زمانہ کا شاعر ہے، اس لئے ایسے بہت سے قدمار کا کلام اس ذریعہ سے محفوظ رہ گیا، جو آج بالکل معدوم ہین، مثلاً لبیبی، ابو طاہر خسروانی، منجیک، طیان، کسائی، آغاجی،

ل شاید دہیم کی تخفیف ہی،

شاکر بخاری، قریع الدہر، بوشکور بلخی، ابو الفتح البستی معروفی، بوالمثل، عمارہ مروزی، مرضعی، نششاس
مشہور ہے کہ مثنوی سب سے پہلے رودکی نے لکھی یعنی کلیلہ دمنہ کو مثنوی کی بحر مین نظم کیا، فردوسی
نے شاہ نامہ مین اس مثنوی کا ذکر کیا ہو لیکن آج یہ مثنوی بالکل نایاب ہو کہ اس کے دو چار شعر بھی
ہاتھ نہین آتے، اس کتاب سے معلوم ہوتا ہو کہ مثنوی مولینا روم کے وزن پر ہے، اس کے چند
اشعار یہ ہین:۔

دمنہ را گفتا کہ تا این بانگ چیست | با نہیب وسہم این آوای کیست
دمنہ گفت او را جزین آوا دگر | کار تو نہ؟ ہست وسہمے بیشتر
آب ہر چہ بیشتر نیرو کند | بند روغ سست بودہ بفگند
دل گسستہ داری از بانگِ بلند | رنجکے باشدت و آوازِ گزند

اس کتاب سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رودکی نے شاہ نامہ کی بحر مین بھی ایک مثنوی لکھی
تھی، اس کا ایک شعر یہ ہے:۔

نکو گفت مزدور با آن خدیش | مکن بد بہ کس گر نخواہی بہ خویش

عنصری کے تذکرہ مین انکی مثنویون کا بھی ذکر کرتے ہین، مگر لکھتے ہین کہ اب ناپید ہین،
اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ عنصری نے مختلف بحرون مین مثنویان لکھی تھین، شاہ نامہ کی بحر مین
یہ اشعار ہین:۔

(بہاریہ) چو سر گشتہ غنچۂ سرخ گل | جہان جامہ پوشید ہمرنگ مل
(رزمیہ) اگر بر سر مرد زد در نبرد، | سر قامتش با زمین پست کرد

ہفت پیکر کی بحر مین جو مثنوی ہے، زیادہ صاف اور شستہ ہے، نمونہ یہ ہے،

گفت کین مردمانِ بے باک اند | ہمہ ہموارہ دزد و چالاک اند

۳- عام طور پر مشہور ہے کہ فردوسی نے یہ التزام کیا تھا کہ عربی الفاظ نہ آئین، لیکن اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک عربی الفاظ، فارسی مثنوی مین یون بھی کم برتے جاتے تھے عنصری رودکی، ابوشکور بلخی کی مثنویون کے اشعار کثرت سے نقل کئے ہین، ان مین بھی عربی الفاظ بہت ہی خال خال ہین،

۴- ہمارا خیال تھا کہ ہزالی اور فحش گوئی، اس زمانہ تک مطلق پیدا نہین ہوئی تھی، فردوسی نے ہجو لکھی تو اس قدر مہذب اور شایستہ لکھی کہ مستورات کو اس کے پڑھنے مین تامل نہین ہوسکتا لیکن اس کتاب سے معلوم ہوا کہ یہ بلا اسی زمانہ مین پیدا ہوچکی تھی، لبیبی جو اس زمانہ کا ممتاز شاعر ہے جعفر زٹل سے ذرہ بھر کم نہین، بوشکور اور منجیک بھی اکثر فحش کہتے ہین، فردوسی اور فرخی وغیرہ اس زمانہ کے عام شاعر نہین بلکہ مہذب شاعر ہین، اگرچہ یہ یقینی ہے کہ یہ کتاب اسدی طوسی کی تصنیف ہے مصنف نے خود ایک لغت کی سند مین اپنا نام لکھا ہی، اور اس کے ساتھ مصنف کا لفظ اضافہ کیا ہے، لیکن یہ سخت تعجب ہو کہ کتاب مین جابجا معزی کے اشعار ہین حالانکہ معزی سنجر کے زمانہ کا شاعر ہے، ہمارا خیال ہے کہ یہ الحاقی اشعار ہین یعنی کسی نے بطور حاشیہ کے لکھے تھے، جو کتاب مین شامل ہوگئے،

اڈیٹر نے دیباچہ مین کسی کتاب کی عبارت نقل کی ہے جس کے یہ الفاظ ہین:-

تصنیف حکیم اسدی خواہر زادہ حکیم ابوالقاسم منصور فردوسی رحمۃ اللہ علیہ،

اگر یہ نقل صحیح ہو تو اسدی کی فہرستِ مفاخر مین یہ اضافہ ہوجاتا ہے کہ وہ **فردوسی** کا بھانجا تھا،

یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہین، کہ ایک ہی شہر اور ایک ہی خاندان مین دو شاعر اس رتبہ کے پیدا ہون، کہ اقلیم سخن انھین دونون مین تقسیم ہوکر

رہ جائے،

دوبارہ ہم پاول ہارن صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہین جن کی بدولت ایک ایسی نایاب اور گم شدہ کتاب بہم پہونچی، اور شائع ہوئی،

نام نیک رفتگان ضائع مکن
تا بماند نام نیکت یادگار

(الندوہ ج ۸ نمبر ۳، ربیع الاول سنہ ۱۳۲۹ء)

———.ـ۔ـ:‌ـ.———

الملل والنحل

اور

ابن حزم ظاہری

اسلام مین ایک مدت تک معقول و منقول، دونون الگ الگ رہے، امام غزالی نے دونون کا تعارف کرایا، اور رفتہ رفتہ اتحاد اس قدر بڑھا کہ آج دونون کو الگ کرنا چاہین تو نہین کر سکتے، لیکن محدثین کا گروہ اخیر تک اپنے انداز پر قائم رہا، چنانچہ اس مقدس فرقے مین کوئی ایسا شخص نہین پیدا ہوا جو فلسفی یا معقولی کے لقب سے ممتاز ہو، صرف دو شخص اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین، ابن تیمیہ اور ابن حزم، ان دونون بزرگون کے معتقدات اور خیالات، اس امر کے اندازہ کرنے کے لئے نہایت نتیجہ خیز ہین کہ حدیث کو فلسفہ سے کس حد تک ربط ہو سکتا ہے؟ یہ دونون بزرگ، بہت بڑے محدث اور ٹھیٹ مذہبی آدمی تھے، انھون نے گو فلسفہ مین کمال پیدا کیا تھا، لیکن فلسفہ کو بالکل حقیر سمجھتے تھے اور اسی لئے فلسفہ کا ان پر کچھ اثر نہین پڑ سکتا تھا، چنانچہ ابن تیمیہ نے فلسفہ کے رد مین ایک ضخیم کتاب چار جلدون مین لکھی، ابن حزم نے بھی متعدد کتابون مین فلسفہ کے مسائل رد کئے ہین،

اہل سنت و جماعت مین عقائد کے اعتبار سے تین شاخین ہین، اشاعرہ، ماتریدیہ، محدثین، لیکن ایک مدت سے تمام اسلامی دنیا مین صرف اشاعرہ کی کتابین متداول اور زیر درس ہین، ماتریدیہ کے اقوال کہین کہین انھین کتابون مین آجاتے ہین، لیکن محدثین کی تصنیفات سرے

ناپید ہین، اوران کے اقوال بھی (بجز صفات باری کے) کسی مسئلہ کے متعلق نہین پائے جاتے حالانکہ اصول عقائد کے متعلق، سب سے زیادہ انھین کی رائین معتبر ہوسکتی ہین، اب خوش قسمتی سے اس مقدس گروہ کی تصنیفات کی طرف توجہ مبذول ہوئی ہے، چنانچہ ابن تیمیہ کی کتاب العقل والنقل ومنہاج السنہ اور ابن حزم کی کتاب الملل والنحل حال مین چھپ کر شائع ہوئی ہے، ہم اس وقت اسی کتاب (الملل والنحل) پر تقریظ لکھنی چاہتے ہین، لیکن اصل بحث سے پہلے ہم نہایت اختصار کیساتھ ابن حزم کے حالات لکھتے ہین، ان کا نام علی ابن احمد ابن سعید بن حزم ہے، خاندان بنوامیہ سے تھے قرطبہ مین ۳۸۴ھ مین پیدا ہوئے، اور ۴۵۶ھ مین وفات پائی ۴۰۰ھ مین حدیث کی تحصیل شروع کی، علوم دینیہ کے ساتھ منطق وفلسفہ مین بھی کمال پیدا کیا، پہلے شافعی تھے، پھر ظاہری ہوگئے، یعنی ظواہر قرآن وحدیث کے سوا قیاس کو نہین مانتے تھے، بہت سی کتابین تصنیف کین، جنمین سے محلی بڑے پایہ کی کتاب ہے، اُن کی تصنیفات ۸۰۰ ہزار ورق مین ہین امام غزالی نے لکھا ہے کہ مین نے اُن کی ایک تصنیف دیکھی ہے، جس سے انکا کمال حفظ وذہانت ثابت ہوتا ہے؛

ابن صاعد اندلسی لکھتے ہین، کہ ابن حزم کو علوم اسلامیہ مین جو کمال تھا، تمام اندلس مین کسی کو نہ تھا، حمیدی کا بیان ہے، کہ ہم نے ان کا نظیر نہین دیکھا، یہ تمام واقعات علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ مین لکھے ہین، اور آخر مین لکھا ہے کہ ابن حزم، علماے کبار مین ہین، اور اجتہاد کے تمام شرائط ان مین پائے جاتے تھے،

کتاب الملل والنحل اس کتاب مین مصنف نے فلاسفہ، ملاحدہ، مادیین، یہود، نصاریٰ غرض اکثر اہل مذاہب کے عقائد وخیالات نقل کئے ہین، اوران کا رد لکھا ہے، غیر مذاہب کے رد مین علماے اسلام کی بہت سی تصنیفات ہین، لیکن اس کتاب مین یہ خصوصیت ہے کہ دوسرون کے عقائد وخیالات کو نہایت تحقیق سے لکھا ہے، توراۃ اور انجیل کے محرف ہونے پر جو بحث کی ہے، اس سے

ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کو یہود و نصاریٰ کی کتابون پر مجتہدانہ عبور تھا، غیر مذاہب کے ابطال کے بعد مصنف نے خود اسلامی عقائد سے بحث کی ہے، اور ہر فرقہ کے اُن مسائل کا رد کیا ہے، جو اُس کے نزدیک غلط اور باطل ہین، ہمکو صرف اسی حصہ سے بحث ہے، سب سے پہلے، انبیاء کے مسئلہ کو لکھا ہے، اور نہایت تفصیل سے لکھا ہی، عقائد کی موجودہ کتابون مین اگرچہ عموماً یہ مسئلہ مسلم قرار پاگیا ہے، کہ انبیاء معصوم ہین، لیکن اکثر تفسیر کی کتابون مین جو روایتین مذکور ہین، اور وہی تمام مسلمانون مین پھیل گئی ہین، وہ بالکل اس کے خلاف ہین، ابن حزم نے نہایت آزادی اور دلیری سے ان تمام روایتون کی لغویت ثابت کی ہے، حضرت داؤدؑ کی نسبت مشہور ہے، کہ انھون نے ایک دن اتفاق سے اوریا کی بیوی کو نہاتے دیکھ لیا، چونکہ وہ نہایت حسین تھی، اس لئے اُس سے شادی کا ارادہ کیا، اور اسی غرض سے اُس کے شوہر کو لڑائی پر بھیجدیا، جب وہ لڑائی مین مارا گیا، تو ایکی بیوی سے شادی کرلی، قرآن مجید مین ایک موقع پر یہ واقعہ مذکور ہے، کہ ۲ بھائی حضرت داؤدؑ کے پاس لڑتے ہوئے آئے کہ ہمارا مقدمہ فیصل کردیجئے، جھگڑا یہ تھا کہ ایک بھائی کے پاس ۹۹ دنبے تھے، اور دوسرے کے پاس صرف ایک، وہ اس سے کہتا تھا کہ اپنا دنبہ بھی مجھکو دے ڈال حضرت داؤدؑ نے یہ سنکر کہا کہ یہ ظلم ہے، پھر اُن کو خیال ہوا کہ خدا نے میرا امتحان لیا، اکثر مفسرین لکھتے ہین کہ یہ وہی حضرت داؤدؑ کا قصہ ہے، وہ دونون آدمی نہ تھے، بلکہ فرشتہ تھے، اور انھون نے اس پرایہ مین حضرت داؤدؑ کو متنبہ کیا کہ تمھارے ۹۹ بی بیان ہین، اور اوریا کی صرف ایک، وہ بھی تم نے چھین لی،

ابن حزم لکھتے ہین کہ وہ فرشتے نہ تھے، بلکہ واقعی ۲ آدمیون مین نزاع تھی، اور وہ درحقیقت انفصال مقدمہ کے لئے آئے تھے، ان کے الفاظ یہ ہین :۔

وھذا قول صادق صحیح لا یدل علی شی	قرآن مجید کا بیان بالکل صحیح اور سچ ہے

مما قاله المستهزؤن الکاذبون المتعلقون بخرافات ولدها الیهود وانما کان ذلک الخصم قوما من بنی آدم بلا شک مختصمین فی نعاج من الغنم علی الحقیقة ××××× ومن قال انهم کانوا ملٰئکة معرضین بامر النسآء فقد کذب علی اللہ عزوجل وقوله ما لم یقل وزاد فی القرآن ما لیس فیه وکذب اللہ عزوجل،

دروغ گو مسخرے جو یہودیون کے خرافات کی سند پکڑتے ہین، ان کے اقوال کی طرف اس آیت مین کچھ بھی اشارہ نہین پایا جاتا، وہ دونون شخص واقعی آدمی تھے، اور ان مین درحقیقت دنبون کے متعلق جھگڑا تھا ××× جو شخص یہ کہتا ہی کہ وہ فرشتے تھے اور انھون نے عورتون کے قصہ کی طرف اشارہ کیا تھا، تو وہ خدا کو جھوٹ لگاتا ہی، اور وہ بات کہتا ہی جو خدا نے نہین کہی اور قرآن پر حاشیہ چڑھاتا ہی، اور خدا کو جھوٹا بتاتا ہی،

اس کے بعد ابن حزم لکھتے ہین کہ "اس قسم کی باتین بدمعاش اور پاجیون کی طرف منسوب کیجا سکتی ہین، نہ کہ (نعوذ باللہ) انبیاے کرام کی طرف"، اسی طرح یہ واقعہ عام طور پر مشہور، اور کتب تفسیر مین منقول ہی، کہ حضرت سلیمان، گھوڑون کا جائزہ لے رہے تھے، اسمین اس قدر مشغول ہوے کہ عصر کی نماز جاتی رہی، جب ان کو خیال آیا تو گھوڑون کی پنڈلیان کٹوا ڈالین اور جب انکی دعا سے آفتاب دوبارہ طلوع ہوا، تو نماز عصر ادا کی، ابن حزم اس روایت کی نسبت لکھتے ہین:۔

وهذه خرافة موضوعة مکذوبة سخیفة باردة والظاهر انها من اختراع زندیق بلا شک،

یہ خرافات، جھوٹ، بیہودہ، اور لغو روایت ہے، بہ ظاہر یہ روایت کسی زندیق نے ایجاد کی ہی،

ایک بڑا اہم بالشان مسئلہ جس پر ابن حزم نے نہایت تفصیل سے بحث کی ہے سحر اور جادو کی حقیقت ہے، یہ بحث اگرچہ درحقیقت سائنس سے تعلق رکھتی ہی لیکن چونکہ سحر کا لفظ مذہبی کتابون

مین آگیا ہے، اس لئے یہ ایک مذہبی مسئلہ بن گیا ہی، اس سے کسی کو انکار نہین کہ سحر اور جادو کوئی چیز ہے لیکن بحث یہ ہے کہ سحر مین درحقیقت انقلاب ماہیت ہوتا ہی، یا صرف شعبدہ بازی، اور نیرنگ سازی کو سحر کہتے ہین، اکثر اشاعرہ اس بات کے قائل ہین کہ سحر کے ذریعہ سے تمام خرق عادات وجود مین آسکتے ہین، اور افسوس ہو کہ عام طور پر یہی عقیدہ تمام مسلمانون مین پھیلا ہوا ہے ابن حزم نے نہایت زور شور سے سحر کا انکار کیا ہے، اور حسب ذیل دلیلین پیش کی ہین،

(۱) خدا نے کائنات کی جو ترتیب قرار دی ہی، وہ بدل نہین سکتی، جیسا کہ خود قرآن مجید مین ہی، لامبدّل لکلماتہٖ علامۂ موصوف نے قرآن مجید کی متعدد آیتون سے استدلال کر کے لکھا ہی:-

فصح ان کل ما فی العالم مما قد رتبہ	تو ثابت ہوا کہ جو کچھ عالم مین خدا نے ترتیب دیا ہی
اللہ عز وجل الترتیب الذی لا یتبدل	وہ بدل نہین سکتا،

(۲) اگر سحر صحیح ہو تو معجزہ اور سحر مین کیا فرق ہوگا،

ویقال لمن قال ان السحر یحیل الاعیان	جو شخص یہ کہتا ہو کہ جادو قلب ماہیت کر دیتا
ویقلب الطبائع، اخبرونا اذا جاز	ہے، اس سے کہنا چاہئے کہ اگر یہ صحیح ہے تو
ھذا فای فرق بین النبی والساحر	پیغمبر اور جادوگر مین کیا فرق باقی رہے گا،
ولعل جمیع الانبیاء کانوا سحرۃ کما	اس صورت مین یہ احتمال پیدا ہوگا کہ تمام
قال فرعون عن موسیٰ علیہ السلام	انبیاء جادوگر ہی تھے، جیسا کہ فرعون نے
انہٗ لکبیرکم الذی علمکم	حضرت موسیٰؑ کے نسبت کہا تھا کہ بڑا جادوگر
السحر،	ہے، اور اسی نے تمکو جادو سکھایا ہی،

سحر کے ثبوت مین اکثر لوگ فرعون کے جادوگرون کا واقعہ پیش کرتے ہین، جو قرآن مجید مین مذکور ہے، علامۂ موصوف نے قرآن مجید کی متعدد آیتون سے ثابت کیا ہے، کہ وہ صرف شعبدہ بازی

تھی، وہ آیتین یہ ہین :۔

يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی، — حضرت موسیٰ کو ان کے جادو کی وجہ سے خیال ہوتا تھا کہ اون کی رسیان اور لاٹھیان دوڑ رہی ہین،

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سَاحِرٍ، — ان لوگون نے جادوگر کا کرتب کیا ہی،

پہلی آیت سے ثابت ہوا کہ وہ صرف تخیل تھا، کوئی واقعی چیز نہ تھی، دوسری آیت مین کید کا لفظ ہے، جس کے معنی فریب کے ہین،

قرآن مجید مین ہاروت و ماروت کے متعلق مذکور ہے، کہ لوگ ان سے جادو سیکھتے ہین، اور اس کے ذریعہ سے میان اور بیوی مین جدائی کرا دیتے ہین، اس آیت سے بھی سحر کی واقعیت پر استدلال کیا جاتا ہی، علامۂ موصوف اس کے جواب مین لکھتے ہین :۔

فهذا امر ممكن يفعله نمام — یہ ممکن بات ہے جس کو چغلخور بھی کرسکتا ہی،

ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلعم پر لبید ابن عاصم نے جادو کردیا تھا، جس کی وجہ سے آپکی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جو کام آپ نے نہین کیا ہوتا تھا، اسکی نسبت آپ کو خیال ہوتا تھا، کہ کرلیا ہی، اس حدیث کے جواب مین علامۂ موصوف لکھتے ہین :۔

فليس فى هذا ايضًا احالة الطبيعة ولا قلب عين وانما هو تاثير بقوة تلك الصناعة ونحن ۔۔۔ نجد الانسان يسب او يقابل بحركة يغضب منها فيستحيل من الحلم الى الطيش — اسمین بھی طبیعت کا بدلنا یا قلب ماہیت نہین ہے، ہم دیکھتے ہین کہ جب آدمی کو کوئی شخص گالی دیتا ہے، یا کوئی ایسی بات کرتا ہی جس سے اسکو غصہ آجائے، تو اس کا حلم غصہ سے اور سکون حرکت سے بدل جاتا ہی،

(حاشیہ: ونعرف السكون الى الحركة)

فلسفۂ حال کے مسائل مین سب سے زیادہ جو مسئلہ مسلم الثبوت مانا جاتا ہے، قانونِ قدرت

کا مسئلہ ہے، اور کچھ شبہہ نہین کہ اس سے زیادہ کوئی چیز قطعی اور یقینی نہین لیکن عام خیال یہ پھیلا ہوا ہے کہ یہ مسئلہ زمانہ حال کی تحقیقات مین سے ہے، یا کم از کم یہ کہ پہلے اس مسئلہ کی طرف خیال رجوع نہین ہوا تھا، اور اسی لئے قدیم لٹریچر مین یہ اصطلاح موجود نہین، لیکن یہ خیال تمامتر غلط ہے، فلاسفہ اسلام تو عموماً اس کے قائل تھے، فقہا اور محدثین مین بھی اشاعرہ کے سوا اس کا کوئی منکر نہین، چنانچہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات مین نہایت تصریح سے اسکو لکھا ہی،

علامہ ابن حزم نے اس بحث پر ایک مستقل عنوان قائم کیا ہی، جس کے الفاظ یہ ہین:- الکلام فی الطبائع[1] اس بحث مین پہلے اشاعرہ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ طبائع کے قائل نہین، پھر نہایت تفصیل سے اس کا رد لکھا ہی، اُن کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عرب مین متعدد الفاظ تھے جو اس معنی مین استعمال کئے جاتے تھے، مثلاً طبیعۃ، خلیقہ، غریزہ، سجیہ، جبلت، حمید بن ثور کا شعر ہے،

لکل امرءٍ یا ام عمرو طبیعۃ	وتفریق ما بین الرجال الطبائع
اے ام عمر! ہر شخص کی ایک فطرت ہوتی ہی	اور آدمیون مین جو فرق ہی وہ فطرتون ہی کا ہی

یہ الفاظ، آنحضرتؐ اور صحابہ کے سامنے استعمال کئے گئے، اور کسی نے ان سے انکار نہین کیا، بلکہ آنحضرت صلعم نے یہ الفاظ استعمال فرمائے صحابہ مین سے ایک بزرگ نے آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ مجھ مین جو حلم اور بردباری پائی جاتی ہے، وہ میری جبلت ہی، یا تربیت اور کسب سے حاصل ہوئی ہے، آپ نے فرمایا "نہین بلکہ خدا نے تم کو اس پر مجبول کیا ہی"

اس استدلال کے بعد علامۂ موصوف لکھتے ہین:-

وکل ھذہٖ الطبائع والعادات	اور یہ تمام طبائع اور عادات، خدا نے پیدا
مخلوقۃ خلقھا اللہ عزوجل فرتب	کئے ہین، اور طبائع کو اس طرح بنایا ہی،

[1] ملل ونحل جزو خامس صفحہ ۱۴ مطبوعۂ مصر،

الطبیعة علی انها لا تستحیل ابداً، ولا	کہ وہ کسی طرح بدل نہین سکتی، اور اس کا بدلنا
یمکن تبدلها عند کل ذی عقلٍ	کسی عاقل کے نزدیک ممکن نہین، مثلاً انسان
کطبیعة الانسان بان یکون ممکناً	کی فطرت ایسی بنائی ہی، کہ اگر کوئی آفت نہ آئے
له التصرف فی العلوم والصناعاتِ	تو وہ علوم اور ہنر سیکھ سکتا ہی، اور گدھے اور خچر
ان لم یعترضه آفة وطبیعة الحمیر	کی فطرت ایسی بنائی کہ ان سے یہ امور ممکن نہین،
والبغالِ بانه غیر ممکن منها ذالک	اسی طرح گیہون سے جو یا اخروٹ نہین پیدا ہو سکتا
وکطبیعة البرانِ لا ینبت شعیراً ولا	غرض دنیا مین جتنی چیزین ہین، ان مین خاصیتین
جوزاً وهکذا کل ما فی العالم مفطورٌ بصفات هی الطبیعة نفسها	پائی جاتی ہین کہ وہی ان کی فطرت ہی،

اس کتاب مین بعض خیالات بالکل جدید ہین، مثلاً یہ بحث کہ عورتین پیغمبر ہو سکتی ہین، یا نہین؟ اس کے متعلق ہم کو جہان تک معلوم ہے، آج تک کسی نے اثبات کا پہلو نہین لیا، لیکن علامہ ابن حزم کا دعوی ہے، کہ عورتین پیغمبر ہو سکتی ہین، چنانچہ اس بحث کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے، اور قرآن مجید کی متعدد آیتون سے اس پر استدلال کیا ہی،

عام خیال یہ ہے کہ عورتون کا درجہ مردون سے کم ہے، لیکن علامہ ابن حزم اس کے خلاف ہین، صحابہ کی فضیلت پر جہان بحث کی ہے، وہان اس مسئلہ کو تفصیل سے لکھا ہی، اور قرآن مجید کی جن آیتون سے مردون کی فضیلت ثابت ہوتی ہی، ان کا جواب دیا ہے، (دیکھو جزو چہارم صفحہ ۱۶۷) علامہ موصوف کا یہ خیال صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ہمارے زمانہ کے تعلیم یافتہ حضرات کے ہمخیال پہلے بھی موجود تھے،

(الندوہ ج ۲، نمبر ۸، شعبان ۱۳۲۳ھ)

تفسیر کبیر امام رازی

پر

ریویو،

اسلامی علوم مین سب سے زیادہ تصنیفین جس فن مین لکھی گئین، وہ **تفسیر** کا فن ہے، تاریخی حوالون اور سندون سے ثابت ہے کہ کئی ہزار مستقل کتابین اس فن مین تصنیف ہوئین، لیکن آج تمام اور فنون کی بہ نسبت، یہی فن سب سے زیادہ نادار ہے، قدماء کی تصنیفین تو سرے سے ناپید ہین یہان تک کہ چوتھی صدی کی کوئی تفسیر موجود نہین، زمانۂ مابعد کا جو سرمایہ ہے، گو بظاہر بہت کچھ ہے، لیکن درحقیقت ایک ہی نغمہ ہے جو مختلف سازون سے ادا ہوتا ہے، آٹھ سو برس کی وسیع مدت مین ہزارون لاکھون اہلِ فن پیدا ہوئے لیکن ان تمام قالبون مین ایک ہی روح کام کر رہی ہے، عام طریقہ سے الگ کسی نے کچھ کہا تو اشاعرہ کے حسنِ ذوق پر اُس کی قربانی چڑھا دی گئی، غرض آج جو کچھ موجود ہے، ادب اور لغت کی حیثیت سے **زمخشری** اور عقلیات کی حیثیت سے **امام رازی** کے نتائجِ افکار ہین، تفسیر کبیر جو ہمارے مضمون کا عنوان ہے، امام موصوف ہی کا کارنامہ ہے، اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ ہے، اس لئے چار ناچار ہم اسی کو شوق کی آنکھون سے لگاتے ہین، اور جان کی طرح عزیز رکھتے ہین،

ہنوز در کفم از عمرِ رفتہ تارے ہست　　بدستم از سرِ زلفِ تو یادگارے ہست

زمانۂ تصنیف | یہ تفسیر غالباً ۵۹۶ھ سے کچھ پہلے شروع ہوئی، امام رازی نے سورۂ آل عمران کی تفسیر جہان ختم کی ہے، خاتمہ مین لکھتے ہین کہ مین نے اس سورہ کی تفسیر جمعرات کے دن ربیع الثانی ۵۹۵ھ مین ختم کی،

امام رازی اس کتاب کو پوری نہ کرسکے، اون کے بعد ایک اور فاضل نے بقیہ جلدین تمام کین، لیکن پوری تفسیر امام صاحب ہی کے نام سے مشہور رہی، یہان تک کہ اکثر لوگون کو اس واقعہ کا سرے سے علم ہی نہین ہے، اور ہے تو یہ معلوم نہین کہ تکملہ لکھنے والے کون بزرگ تھے، ابن خلکان نے اس قدر لکھ کر چھوڑ دیا کہ امام نے یہ کتاب پوری نہین کی، کشف الظنون مین لکھا ہے کہ شیخ نجم الدین احمد بن القمولی المتوفی ۷۲۷ھ نے تکملہ لکھا، اور قاضی القضاۃ شہاب الدین بن خلیل الخوبی الدمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے بھی تکملہ لکھا، اور اس کا نام واضح رکھا، اس التباس اور گمشدگی کی بڑی وجہ یہ ہوئی کہ تکملہ لکھنے والون نے امام رازی کے طرز کو اس قدر محفوظ رکھا کہ ذرہ برابر فرق نہین نظر آتا، امام رازی کا یہ مخصوص وصف ہے، کہ وہ مشکل سے مشکل مطلب کو اس قدر آسان اور سہل کرکے لکھتے ہین کہ بچہ تک سمجھ سکتا ہے، اور اس خصوصیت مین تمام علمائے اسلام مین کوئی شخص انکا ہمسر نہین ہوسکا، لیکن تفسیر کبیر کے تکملہ نگارون نے اس طرز کو اس کمال تک پہنچایا کہ خود گم ہوگئے، اور آج دنیا اون کی تحریر کو بھی امام رازی کی تحریر سمجھ رہی ہے،

یہ امر افسوسناک ہے کہ یہ محقق نہین معلوم ہوتا کہ کہان تک اصل تفسیر ہے، اور کہان سے تکملہ شروع ہوا ہے، شہاب نے شفاے قاضی عیاض کی شرح مین لکھا ہے کہ امام نے صرف سورۂ انبیا تک تفسیر لکھی تھی، لیکن یہ صحیح نہین، سورۂ فتح تک امام صاحب کی تفسیر کا لکھا جانا یقینی ہے، اس سورہ کی تفسیر کے خاتمہ مین لکھا ہے کہ ۶۰۳ھ مین تمام ہوئی،

امام کی عام عادت ہے کہ ہر سورہ کی تفسیر کے بعد اس کے ختم ہونے کے تاریخ لکھدیتے ہین، امام نے
۶۰۶ھ مین وفات پائی ہے، اس لئے ۶۰۳ھ ان کی زندگی کا زمانہ ہے، اس سورہ کے بعد
پھر کہین اس قسم کی تصریح نہین ملتی جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہین سے تکملہ نگارون کا سلسلہ
شروع ہوتا ہے،

غرض آٹھ جلدون مین سات جلدین خود امام کی تصنیف ہین، کل زمانہ تصنیف کم و
بیش آٹھ برس ہے، تصنیف کا زمانہ جس پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت مین گذرا
ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوگا کہ مختلف حصے مختلف ممالک مین لکھے گئے ہین، مثلاً سورہ
ابراہیم کی تفسیر آخر شعبان ۶۰۱ھ مین بغداد کے صحرا مین تمام کی، سورۂ بنی اسرائیل کی تفسیر
۶۰۱ھ مین غزنین مین ختم ہوئی، ایک موقع پر لکھا ہے کہ سلطنت کی برہمی اور طوائف الملوکی
کی خانہ جنگیون کی وجہ سے نہایت بے اطمینانی اور پریشانی ہے، ان سب سے بڑھکر
یہ کہ چوتھی جلد یعنی سورہ یونس کی تفسیر لکھنے کے زمانہ مین ۶۰۱ھ مین اُن کے سب سے
عزیز فرزند محمد نے انتقال کیا اس واقعہ نے اُن کو سخت صدمہ پہنچایا،
خود لکھتے ہین :-

ختمت تفسیر ہذہ السورۃ یوم	مین نے اس سورہ کی تفسیر ہفتہ کے دن
السبت من شہر اللہ الاصم رجب سنۃ	رجب ۶۰۱ھ مین ختم کی، اور مین فرزند صالح
احدی و ستمایۃ وکنت ضیق الصدر	محمد کی وفات کی وجہ سے سخت غمگین اور
کثیر الحزن بسبب وفات الولد الصالح محمد	تنگدل تھا،

جوان اور صالح بیٹے کے مرنے کا یہ داغ تھا کہ متعدد سورتون کے خاتمہ مین بار بار روتے
ہین، اور دوسرے کو رلاتے ہین، یہان تک کہ سورۂ یوسف کی تفسیر کے خاتمہ مین ایک پردرد

مرثیہ لکھا ہے اور تفسیر مین شامل کیا ہے، اس کے چند اشعار یہ ہین :۔

فلو کانت الاقدار منقادۃ لنا — فدیناک من حماک بالروح والجسم

ولو کانت الاملاک تاخذ رشوۃ — خضعنا لھا بالرق فی الحکم والاسم

سابکی علیک العمر بالدم دائما — ولم انحرف عن ذاک فی الکیف والکم

سلام علی قبر دفنت بتربۃ — وانحفک الرحمٰن بالکرم الجم

وما صدّنی عن جعل جفنی مدفنا — لجسمک الا انہ ابدا یھمی

حیاتی وموتی واحد بعد موتکم — بل الموت اولی من مداومۃ الغم

ابتدائے تصنیف کے زمانہ سے کبھی ایک جگہ چین سے رہنا نصیب نہین ہوا عالمگیر خون ریزیون سے جان او مال کے لالے ہین، جوان اور قابل بیٹا بیکسی اور غربت کیحالت مین مر چکا ہے، یہ سب کچھ ہے، لیکن سلف کی یادگار پہلو مین ایک دل ہے، جوان تمام قیامت انگیز مصائب پر بھی نہین دہتا، جوان اور لائق بیٹے کی لاش سامنے ہے، لیکن مضامین اُسی زور اُسی بلندی، اُسی شان کے ساتھ قلم سے نکلتے آتے ہین کہ گویا آسمان سے ملکوتی فوجین اتر رہی ہین،

ذکرتک والخطی یخطر بیننا — وقد نھلت منا المثقفۃ السمر

(مین تجھکو یاد کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ برچھیان جسم سے پار ہو رہی تھین اور نیزے میرا خون پی کر سیراب ہو رہے تھے)

تصنیف کی روزانہ مقدار تصنیف کی روزانہ مقدار بھی حیرت انگیز ہے، اکثر سورتون کے خاتمہ سے تصنیف کی مدت کا پتہ لگتا ہے، مثلاً سورۂ انفال کے اخیر مین لکھا ہے، کہ رمضان سنہ ۶۰۱ھ مین تمام ہوئی، اس کے بعد سورۂ توبہ کی تفسیر شروع ہوتی ہے، اس کے خاتمہ مین لکھتے ہین کہ ۱۲ رمضان

مین تمام ہوئی، یعنی زیادہ سے زیادہ دو[2] ہفتے صرف ہوئے، سورۂ توبہ کی تفسیر مصری چھاپے کے نسخہ مین ۱۹۳ صفحون مین آئی ہے، ہر صفحہ مین ۳۱ سطرین ہین، اور نہایت باریک خط اور درآور کتابت ہے، اس حساب سے روزانہ کم و بیش بیس[20] صفحے ہوتے ہین، اس قدر آج کوئی شخص کتابت بھی نہین کر سکتا، یہ بھی ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ تصنیف کے زمانہ مین اور بھی بہت سے کام یعنی درس تدریس، افتا، وعظ و پند روزانہ جاری رہتے تھے اور دن کا بڑا حصہ ان مشغلون مین صرف ہو جاتا تھا،

تفسیر کبیر کے متعلق علما کی رائین

اس تفسیر کا انداز تمام تفسیرون سے الگ ہے، اسلئے بعض تقلید پسندون نے نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھا، ابو حیّان کہتے ہین کہ اس کتاب مین بہت سی فضول باتین جمع کر دی ہین جن سے فن تفسیر کو کوئی تعلق نہین اسی بنا پر بعض علما نے کہا کہ اس تفسیر مین اور سب کچھ ہے، مگر تفسیر نہین[1]، سراج الدین مغربی نے ایک کتاب دو[2] جلدون مین لکھی جسمین تفسیر کبیر کی غلطیان اور بے اعتدالیان بتائی ہین،

امام رازی سے پہلے جس قدر تفسیرین لکھی گئی تھین خاص خاص موضوع پر تھین، بعض مین صرف احادیث اور آثار جمع کئے تھے، بعض مین فن بلاغت اور عربیت سے بحث تھی، بعض مین صرف فقہی احکام کو طول دیا تھا، بعض مین عقلی مباحث تھے، تفسیر کبیر پہلی تفسیر ہے، جس مین تمام حیثیتین جمع کی ہین، اور اس لحاظ سے وہ گویا تمام تفسیرون کا مجموعہ ہے،

تفسیر کبیر کے ماخذ

سب سے پہلے ہماری نظر اس پر پڑتی ہے کہ امام صاحب نے جب تفسیر لکھنی چاہی تو قدمائ کا کیا سرمایہ ان کے پاس موجود تھا، اس زمانہ تک اگرچہ قدما خصوصاً معتزلہ کی اکثر نادر تصنیفات

---

[1] کشف الظنون ذکر فن تفسیر،

برباد ہوچکی تھین، تاہم تفسیر کبیر کے حوالون سے ظاہر ہوتا ہو کہ امہات کتب موجود تھین، فن تفسیر کی سب سے بڑی کتاب جو عقلی مذاق پر لکھی گئی تھی، اور جسمین قرآن مجید کو عقل سے تطبیق دی تھی ابو مسلم اصفہانی المتوفی ۳۲۲ھ کی تفسیر ہے، یہ ۱۴ جلدون مین ہے اور امام رازی سے پہلے وہی تفسیر کبیر کے نام سے پکاری جاتی تھی، یہ تفسیر آج اگرچہ بالکل ناپید ہے، لیکن امام رازی کے زمانہ تک موجود تھی، امام صاحب اکثر اس سے مدد لیتے ہین، اور جا بجا بے اختیار اس کی تعریف کرتے ہین، چنانچہ سورۂ آل عمران کی تفسیر مین لکھتے ہین :-

وابومسلم حسن الکلام فی التفسیر کثیر الغوص علی الدقائق و اللطائف

اسی انداز کی دوسری تفسیر کعبی کی تھی جس نے ۳۰۹ھ مین وفات پائی، یہ تفسیر بھی جیسا کہ کشف الظنون کا بیان ہے ۱۲ جلدون مین تھی، کعبی مشہور متکلم تھا، اور اسی مذاق مین تفسیر لکھی تھی، ابو مسلم اور کعبی دونون معتزلی تھے، اور گو امام رازی نے اپنی تفسیر مین معتزلہ کو خاص طور پر معرکہ آرائی کے لئے منتخب کیا ہے، اور اس فرقہ کے مقابلہ مین اپنی تمام طاقت صرف کر دیتے ہین، تاہم اسوقت تک مسلمانون مین انصاف پسندی کا مادہ موجود تھا، اور اس فلسفہ سے واقف تھے، ع

متاع خوش ز ہر دکان کہ باشد

تعجب یہ ہے کہ امام صاحب قرآن مجید کے متعلق جاحظ اور عبد القاہر جرجانی کی کسی تصنیف کا حوالہ نہین دیتے، جس سے قیاس ہوتا ہو کہ یہ نوادر اُن کے زمانہ تک ناپید ہو چکے تھے،

افسوس ہے کہ قصص اور سیر کے متعلق امام صاحب کی معلومات کا سرچشمہ مقاتل کلبی ضحاک کی تفسیرین ہین، جو عموماً نامعتبر ہین، محدثین کی تفسیرون سے امام صاحب نے بہت کم فائدہ اٹھایا، قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت کے متعلق بھی قدماء کی کتابین ان کے پیش نظر نہ تھین، جاحظ نے خاص اس موضوع پر جو کتاب لکھی، اس کا کہین حوالہ نہین، عبد القاہر جرجانی

کے اعجاز القرآن کا کہین ذکر نہین، البتہ جا بجا خود اپنی کتاب اعجاز القرآن کا حوالہ دیتے ہین، افسوس ہے کہ آج یہ کتاب موجود نہین، احکام القرآن کے نام سے جو تفسیرین لکھی گئین اور جنمین صرف قرآن کے فقہی احکام سے بحث ہے، ان مین سے ابوبکر رازی کی کتاب کا اکثر ذکر ہے اور چونکہ ابوبکر رازی حنفی ہین اور شافعی فقہ کے خلاف آیتون کی تفسیر کرتے ہین، اس لئے اکثر بڑے زور شور سے ان کا رد لکھتے ہین، یہان تک کہ بعض جگہ سخت کلامی سے بھی دریغ نہین کرتے،

۲۳ اپریل ۱۹۰۸ء، لکھنؤ

(الندوہ ج ۵ نمبر ۴۔ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ)

یادگارِ سلف

کتاب الکافی فی الکحل

یورپ مین جدید تحقیقات نے فن طب کو اس قدر وسیع کر دیا ہے، کہ ایک شخص اس فن کے تمام ابواب کا احاطہ نہین کر سکتا ہی، اس لئے خصوصی (اسپیشلسٹ) اطبا پیدا ہو گئے ہین، یعنی ایک طبیب صرف ایک مرض یا ایک عضو کے تمام امراض کا علاج کر سکتا ہے، اور اسکو کمال تک پہنچاتا ہے، اسی بنا پر تصنیفات مین بھی یہی حالت پیدا ہو گئی ہی یعنی ایک ایک مرض یا ایک ایک عضو پر مستقل اور مخصوص کتابین لکھی جاتی ہین، لیکن یہ ہمکو کبھی خیال نہین آسکتا تھا کہ آج سے پہلے بھی دنیا اس قدر ترقی کی حد تک پہنچ چکی ہو گی، اتفاق سے جناب حاذق الملک حکیم اجمل خان صاحب کے کتبخانہ مین ایک کتاب عربی زبان مین نظر سے گذری جو صرف آنکھ کی تشریح اور آنکھ کے تمام امراض کے متعلق ہے ضخامت ۵۰ صفحون سے زیادہ ہی مصنف کا نام ہارون بن حکیم موفق الدولہ بن ابی الحسن الحلبی ہی،

دیباچہ سے معلوم ہوا کہ مصنف سے پہلے بھی خاص اس فن پر کثرت سے کتابین لکھی جا چکی ہین، چنانچہ انکی تفصیل یہ ہے

شمار	نام کتاب	نام مصنف
۱	کتاب العین فی عشر مقالات،	حنین بن اسحاق،
۲	کتاب العین فی ثلثہ مقالات ،	ایضاً
۳	کتاب تعریف امراض العین،	جیش بن اخت حنین،
۴	تذکرہ،	علی بن عیسیٰ کحال،
۵	شرح تذکرہ،	دانیال بن اشعیا،

شمار	نام کتاب	نام مصنف
۶	مشجر،	ابوبکر رازی،
۷	کتاب الکحل،	ایضاً
۸	کتاب العین،	عکبری،
۹	مقالۃ فی العین،	ابن ذہیل مقری کحّال،
۱۰	کتاب العین،	موسیٰ کحّال،
۱۱	مقالۃ فی العین،	ابن یسار،
۱۲	مقالہ فی نزول المار،	ابن ذہیل،
۱۳	کتاب العین،	عبدان کحّال،
۱۴	تذکرہ،	منصور،
۱۵	نزہۃ الافکار فی علاج الابصار،	ابوالمطرق ذوالوزارتین المغربی،
۱۶	اصلاح الباصرۃ والبصیرہ،	....
۱۷	کتاب العین،	میجار الکحّال (صحیح نام نہین پڑھا گیا)
۱۸	ارجوزہ،	حصینی،

آنکھ کی تشریح کے متعلق اس وقت تک جو آلات ایجاد ہو چکے تھے مصنف نے اون کے نام، طریقۂ عمل اور اون کی تصویرین دی ہین، نامون کی یہ تفصیل ہے،

۱- مقصّ،	۴- قناحات،	۷- دوردہ،
۲- مقراض،	۵- قمادین،	۸- حربہ،
۳- کازہ،	۶- صنانیر،	۹- آسہ،

۱۰- تبر،
۱۱- موسن،
۱۲- مشراط،
۱۳- مجراد،
۱۴- مبضع مدوّر الراس،
۱۵- منجل،
۱۶- منقاش،
۱۷- ملقط،
۱۸- مکوی الیافوخ،
۱۹- مکوی الصدغین،
۲۰- مکوی الغربہ،
۲۱- مکوی موضع الشعر،
۲۲- مخنف الغربہ،
۲۳- شفنۃ،
۲۴- ذات الشعیرہ،
۲۵- السکین الشوکیہ،
۲۶- مہنت مدور،
۲۷- مہنت مجوف،
۲۸- انبور النخلہ،
۲۹- چوکان،
۳۰- دہق التشمیر،
۳۱- مسقط،
۳۲- رصاص التثقیل،
۳۳- محبس،
۳۴- کلبتن نصولیہ،
۳۵- حلقۃ ذات البقرہ،

اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنکھ بنانے کا فن اس وقت کس قدر ترقی کر چکا تھا، کاش ہمارے ملک کے امراء کو خیال ہوتا، اور ایسی نادر اور مفید کتاب کے شائع کرنے پر آمادہ ہوتے، ہم اس موقع پر آلات مذکورۂ بالا کی تصویریں بھی کتاب کے مطابق درج کرتے ہیں،

درده
قمادین
قداحات
کازه

مقراض
مقص
صنانیر
آسہ
حربہ
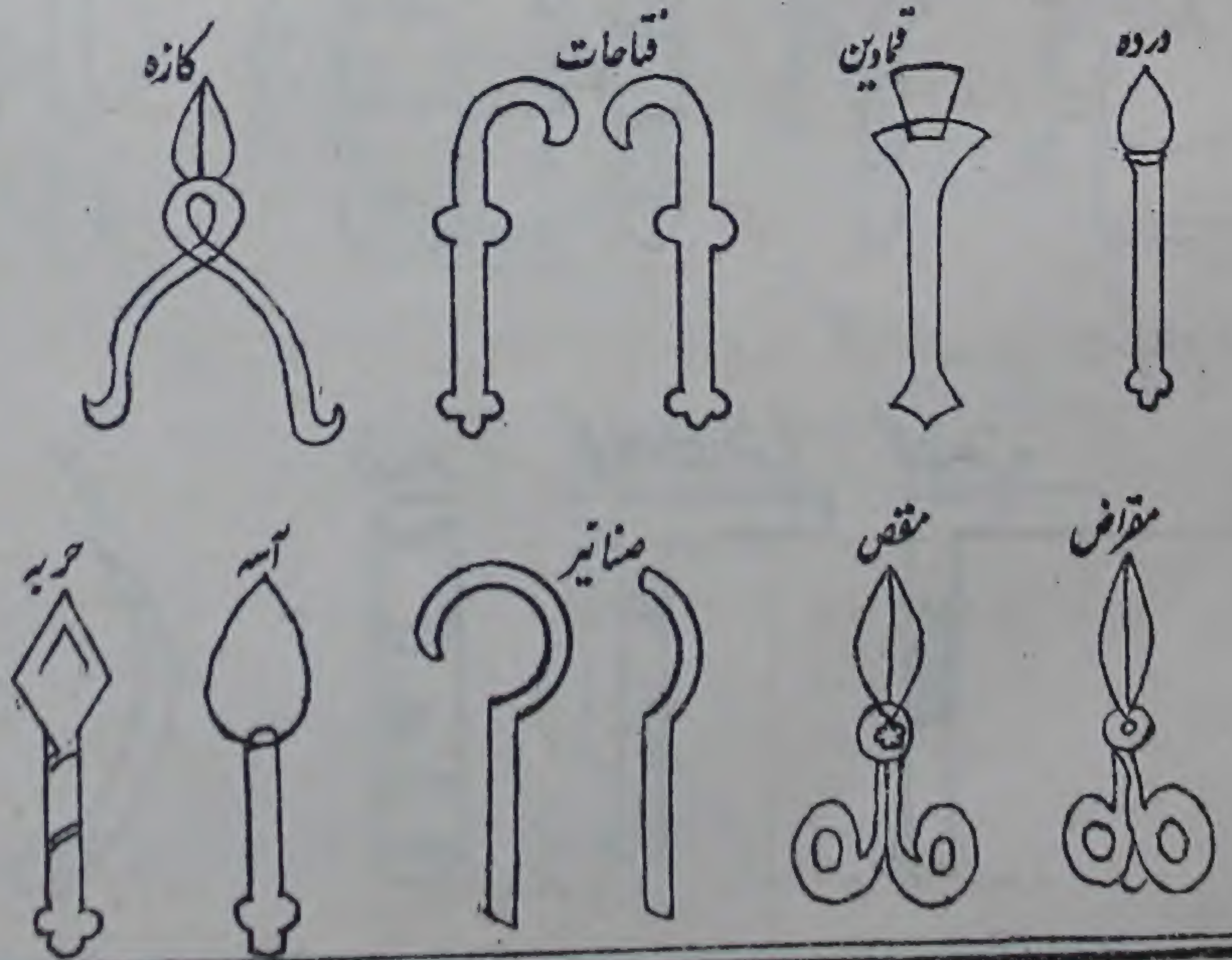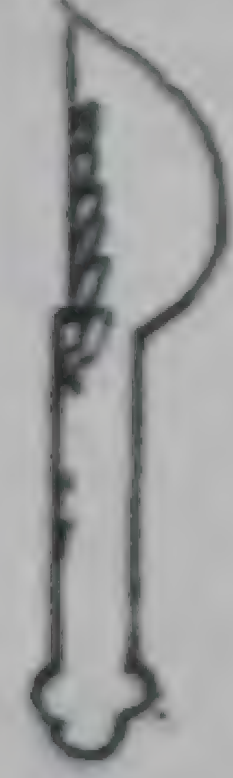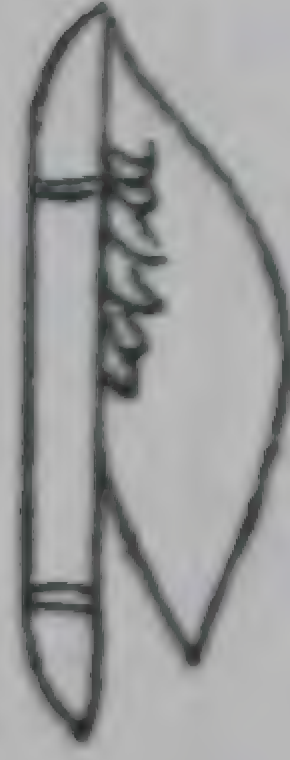
نصف ورده
معرس
چوگان دائرۃ الشعر
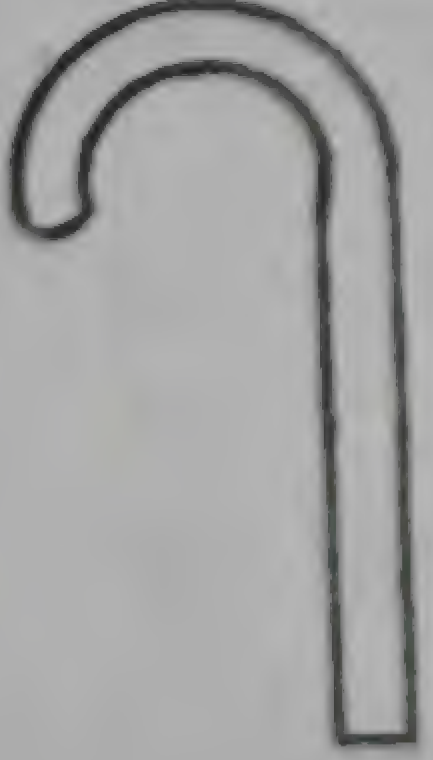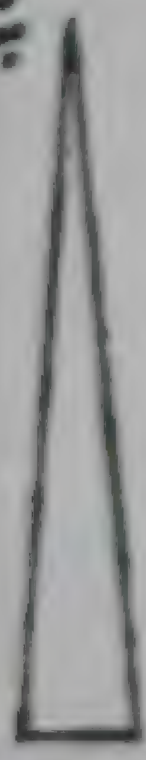
منقاش
ملقط
طبر
مجراد
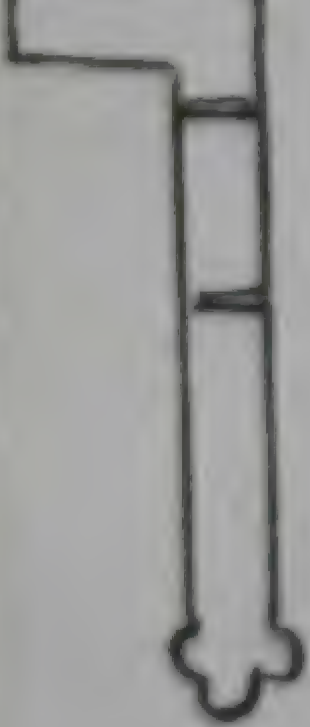
مبضع مدور الراس
مہت مدور
السکین الشعریہ
ذات الشعیرہ
مہت مجوّف
ذات الشعیرہ
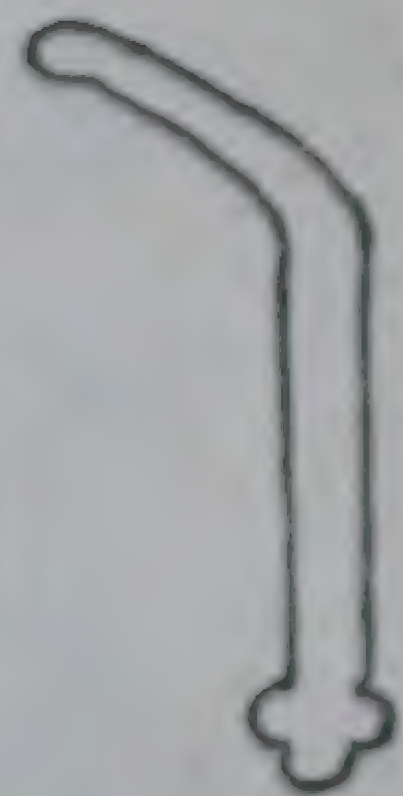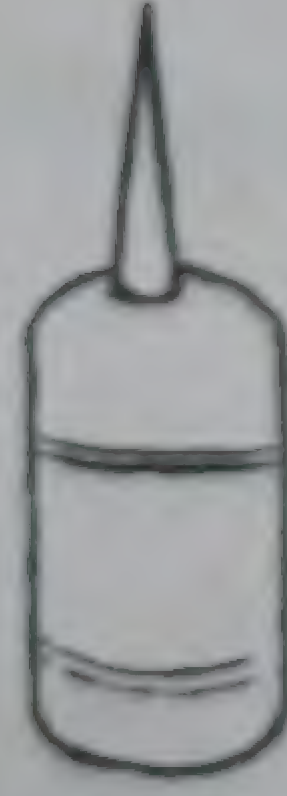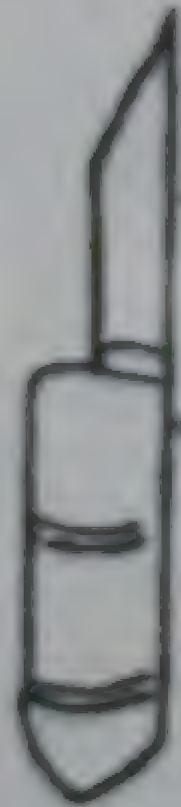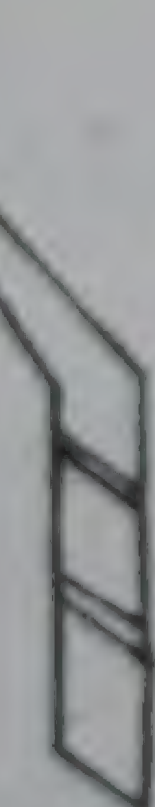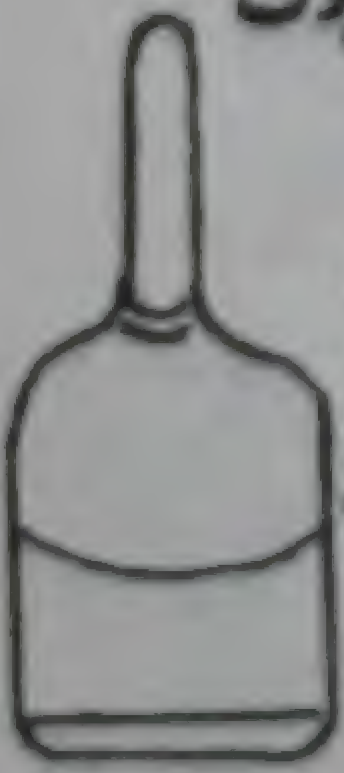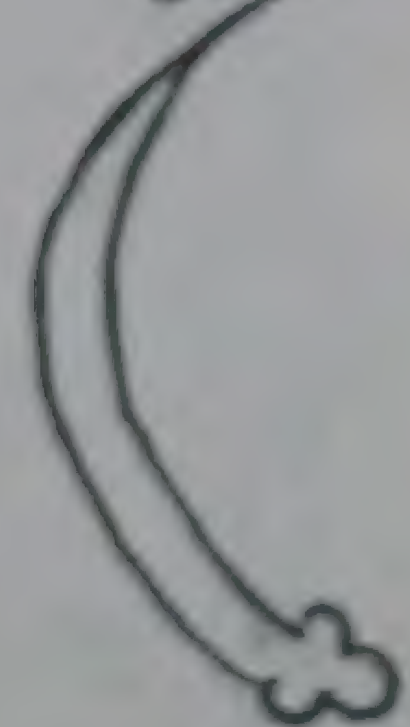
منجل
انبوب الکی
مکوی موضع الشعرۃ
مکوی الغرب

مکوی الصدغین

مکوی الیافوخ

وہق التشمیر

متقفت

محنف الغربہ

مشراط

رصاص التثقیل

مسقطہ دِن النفخ

حلقہ ذات البقرہ
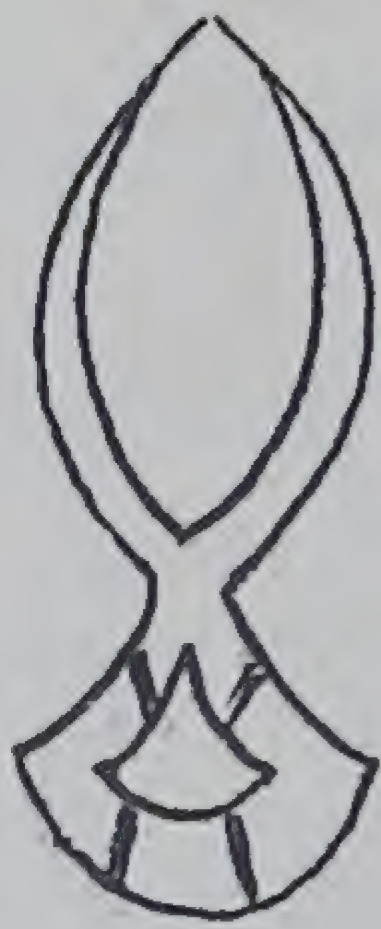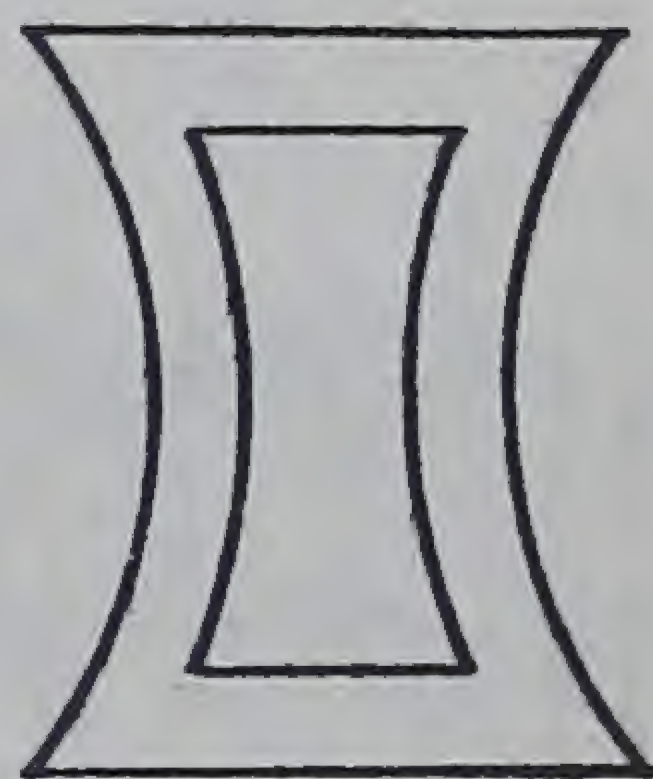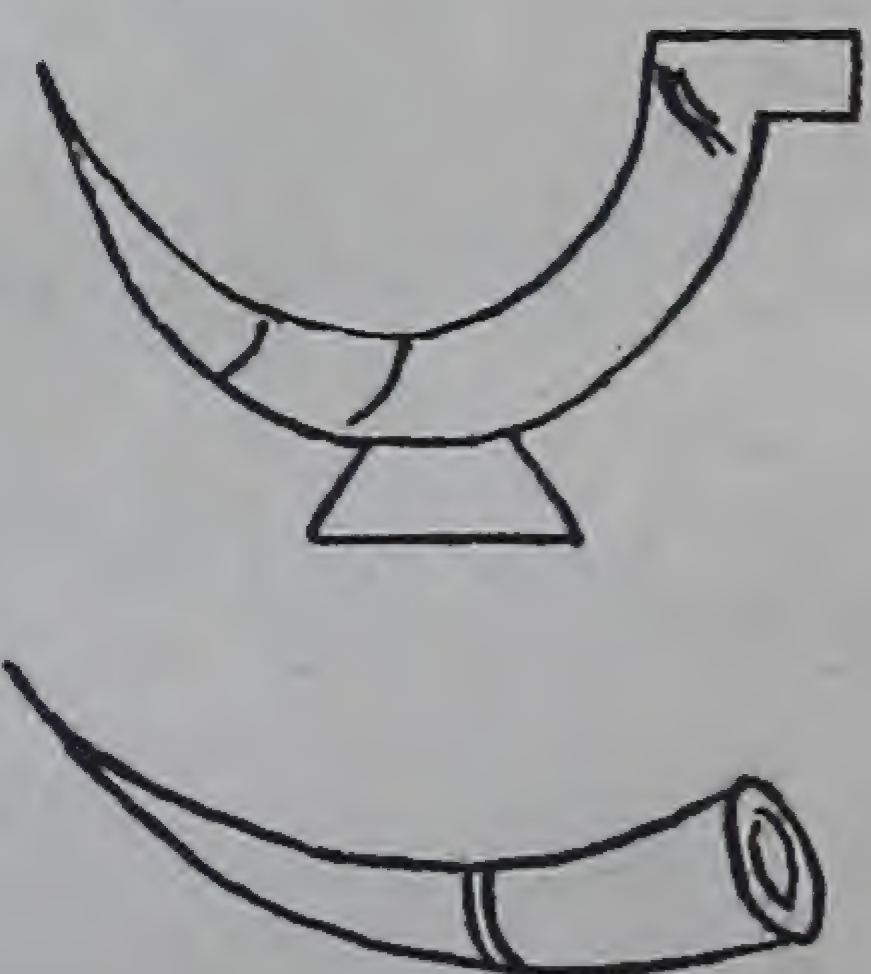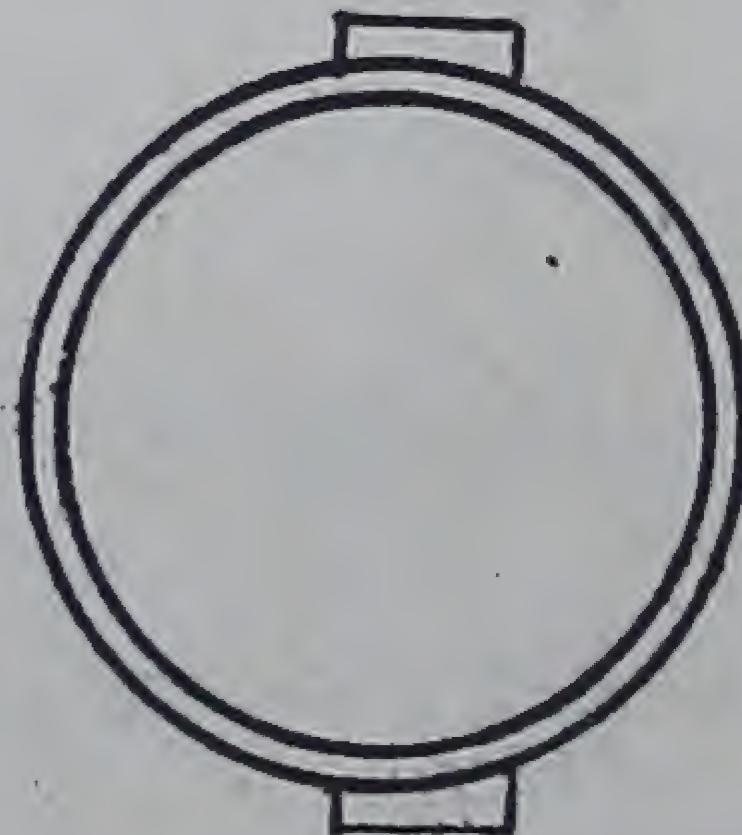
کلبتن نصولیہ

مجس

ہمایون نامہ

از

گلبدن بیگم

ایک طرف تو ہمارے مولوی مسلمانون کے کافر بنانے مین مصروف ہین، اور اس کام مین وہ کوشش کرتے ہین، جو صحابہ کافرون کے مسلمان بنانے مین کرتے تھے، دوسری طرف یورپ کی علمی فیاضیون کا بادل عالم پر آب حیات برسا رہا ہے، دنیا کی تمام قومون کے مردہ علوم، فنون، تاریخ اور یادگارین زمین کے طبقے الٹ الٹ کر نکالے جارہے ہین، اور دنیا کی نمایش گاہ ان گم شدہ جواہرات سے اسطرح سجادیگیئی ہے، کہ گویا پچھلا زمانہ اُسی سروسامان سے دوبارہ سامنے آگیا ہے،

ان علمی کوششون مین نہ صرف مردون کا گروہ مصروف ہے، بلکہ طبقۂ اناث بھی جو ہمارے ملک مین صرف ایوان عیش کی سجانے کی تصویرین ہین، اُسی ہمت، جوش اور استقلال سے مشغول ہے جو ازل سے آج تک مردون کا خاصہ سمجھا جاتا تھا،

مدت ہوئی جب مین علی گڈھ کالج مین پروفیسر تھا، یک صاحب پرنسپل نے مجھ سے کہا کہ "گلبدن بیگم کا ہمایون نامہ کہان ملیگا؟ لندن سے ایک خاتون نے اس کا پتہ پوچھا ہے" مجھ کو اپنی تاریخ دانی پر ناز تھا، میرے غرور توڑنے کے لئے یہ کچھ کم بات نہ تھی، کہ مین ہمایون نامہ ایک طرف سرے سے گلبدن بیگم کو نہین جانتا تھا، مین نے ہندوستان کے مشہور کتب خانون کو خطوط لکھے کہین سے

جواب نہ آیا، لیکن اب یہی نایاب چیز عام ہو کر بازارون مین آگئی، گلبدن بیگم بابر کی بیٹی ہمایون کی بہن، اور شہنشاہ اکبر کی پھوپھی تھی اس نے بابر اور ہمایون کے حالات مین ایک کتاب لکھی اور ہمایون نامہ نام رکھا،

ہمایون نامہ چونکہ ایک خاتون کی تصنیف تھی، یورپ کی خوش مذاقی نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے ایک خاتون ہی کو انتخاب کیا، یعنی لیڈی اینٹ ایس بیوریج کو اس کتاب کے بہم پہونچانے کا خیال ہوا، لیڈی موصوف نے اس کتاب کی تلاش مین بے انتہا جان فشانیان کین اس سلسلہ مین یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے، کہ لیڈی صاحبہ نے شوقِ جستجو مین اردو تصنیفات پر بھی نظر ڈالی، اور چونکہ وہ ناامید ہو چکی تھین، اس لئے جب اُن کو مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی دربار اکبری مین گلبدن بیگم کا نام ملا تو اُن کی امیدین دوبارہ تازہ ہو گئین، انھون نے بمبئی مین اپنے ایک دوست کو خط لکھا کہ مولوی صاحب موصوف سے ملکر، ہمایون نامہ کا پتہ لگائین، لیکن مولوی محمد حسین آزاد سے مل کر ان کو معلوم ہوا کہ آزاد نے جو کچھ لکھا تھا، وہ خود لیڈی صاحبہ کی خوشہ چینی تھی یعنی اُس آرٹکل سے ماخوذ تھا، جو لیڈی صاحبہ اس سے پہلے ایک انگریزی پرچہ مین گلبدن بیگم کے متعلق لکھ چکی تھین، ع

ہر کس کہ گفت قصۂ ما ہم ز ما شنید

فاعتبروا یا اولی الابصار،

بہرحال لیڈی صاحبہ کی تحقیقات کا سلسلہ جاری رہا یہان تک کہ انھون نے اس نایاب کتاب کے متعدد نسخے بہم پہنچائے، اور نہ صرف کتاب کو چھاپا، بلکہ حسب ذیل باتین اضافہ کین،

۱۔ گلبدن بیگم کی نہایت مفصل سوانحعمری لکھی،

۲۔ کتاب کا انگریزی مین ترجمہ کیا،

۳۔ ترکی الفاظ نہایت کثرت سے تھے، اون کی تحقیق کی، اور اُن کو حل کیا،

۴۔ کتاب مین سیکڑون شاہی خاندان کی بیگمات کے نام آگئے تھے، اُن سب کے حالات لکھے

۵۔ جس قدر نام کتاب مین آئے ہین، اون کی مفصل فہرست شامل کی کہ جس شخص کے متعلق کچھ دیکھنا چاہین فوراً اُس کا پتہ لگ جائے،

یہ کتاب ۱۹۰۲ء مین چھپکر بمقام لندن شائع ہوئی، اور نو (لعہ) قیمت پر بمبئی مین ٹھیکر کی دکان سے مل سکتی ہی،

اب ہم اصل کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالتے ہین،

انشاپردازی — سب سے پہلے ہمکو اس بات پر حیرت ہوتی ہے، کہ گلبدن بیگم کا زمانہ وہ زمانہ ہے، جب تیموری سلطنت کی بنیاد قائم ہو رہی تھی، ایسے ابتدائی زمانہ مین مسلمانون کی تہذیب و تمدن کی یہ حالت تھی کہ بیگمات ایسی تصنیفین کرتی تھین، جو آج مردون سے بن نہین آسکتین، فارسی زبان مین سادہ اور صاف واقعہ نگاری کا عمدہ سے عمدہ نمونہ تزکِ جہانگیری، اور رقعاتِ عالمگیری ہین، اور اسمین شبہ نہین کہ یہ کتابین سادگی اور لطافت کے لحاظ سے اس قابل ہین کہ ہزارون ظہوری، اور وقائعِ نعمت خان ان پر نثار کر دیجائین، لیکن انصاف یہ ہے کہ ہمایون نامہ کچھ ان سے بھی آگے بڑھا ہوا ہے، اس کے چھوٹے چھوٹے فقرے، سادہ اور بے تکلف الفاظ، روزمرہ عام بول چال، طرزِ ادا کی بیساختگی، دل کو بے اختیار کر دیتی ہے، چند نمونے ملاحظہ ہون،

بابر نے ایک چھوٹے بچے کو ایک اشرفی بھیجی تھی کہ سوراخ کر کے اس کے گلے مین پہنا دینا، لیکن پہلے اس کی آنکھین بند کر دینا، کہ دیکھنے نہ پائے، بچہ نے گو دیکھا نہین، لیکن اشرفی کو ہاتھ سے ٹٹولتا ہے، اور خوش ہو ہو کر اچھلتا ہی، ساتھ ہی دونون ہاتھون سے اشرفی کو مٹھی مین دبائے ہوئے ہے کہ کوئی چھین نہ لے، اس واقعہ کو یون ادا کرتا ہے:۔

حکم بود کہ اشرفی را سوراخ کردہ وچشمش را بستہ درگردنش انداختہ، درونِ حرم فرستید، بیچارے

کہ اشرفی سوراخ کردہ در گردنش انداختند، از گرانی، طرفہ بے طاقتی و اضطراب و خوشحالی میکرد، و بہ دو دست اشرفی را گرفتہ نگاہ میکرد کہ کسی اشرفی مرا نگیرد"

ایک اور موقع

حضرت بادشاہ فرمودند کہ آکہ جانم (بیگم کا خطاب ہے) اگر حکم شود در حوض آب بمانند آکہ جانم گفتند، بسیار خوب، خود آمدہ بر سر زینہ (پانی میں اترین) نشستند و مردم غافل کہ یکبارگی شراس زدہ (زور سے) آب آمد، جوانان را طرفہ اضطرابے دست داد، حضرت بادشاہ فرمودند خطے ندارد (کچھ مضائقہ نہین)

حمیدہ بانو بیگم (اکبر شاہ کی ماں) سے جب ہمایون نے شادی کرنی چاہی تو وہ راضی نہین ہوتی تھی، ایک مہینہ سے زیادہ جھگڑا رہا، بالآخر بڑی مشکلون سے راضی ہوئی، اس واقعہ کو یون ادا کیا ہے،

"غرض کہ تا چہل روز از جہتہ حمیدہ بانو بیگم مبالغہ و مناقشہ بود، بیگم راضی نشدند، آخر حضرت والدہ (دلدار بیگم) نصیحت کردند کہ آخر خود بہ کسے خواہی رسید، بہتر از بادشاہ کہ خواہد بود؟ بیگم گفتند کہ آرے بہ کسے خواہم رسید کہ دستِ من بگریبانِ او برسد، نہ آنکہ بہ کسے برسم کہ دستِ من میدانم بہ دامنِ او نرسد"

اس آزادی اور بلند حوصلگی کو دیکھو کہ ایک بادشاہ ذوی الاقتدار، شادی کرنا چاہتا ہے، حمیدہ بانو نہین مانتی، اور جب شاہ بیگم نے کہا کہ آخر کسی کے پلے تو بندھے ہی گی، تو کہتی ہے، کہ ہان اُس سے بندھونگی جس کے گریبان تک میرا ہاتھ پہنچے، نہ اس سے کہ میرا ہاتھ اس کے دامن تک بھی نہ پہنچے،

قدیم تصنیفات مین روزمرہ اور محاورے بہت کم ملتے ہین، جس کی وجہ یہ ہے کہ اربابِ قلم

نے تصنیفی زبان علٰحدہ قرار دے لی تھی، اس مین عام بول چال اور روزمرہ کا لانا خلاف متانت سمجھتے تھے،
یہی وجہ ہے کہ آج سے تین سو برس پہلے کی عام زبان نہین معلوم ہو سکتی، جس قدر کتابین موجود ہین،
سب مین وہی مصنوعی اور ساختہ زبان مستعمل ہے لیکن **ہمایون نامہ** مین کثرت سے ایسے محاورے ملتے
ہین، مثال کے طور پر کچھ نمونے درج ہین، :۔

ایستادہ دریافتم،	کھڑے کھڑے ملا،
پیشواز آمدند،	استقبال کو آئے،
قلعگی شد،	محاصرہ ہوا،
طرنگیہا میکرد،	شوخیان کرتا تھا،
بیائید تا یکدیگرم را دریابیم،	آؤ گلے لگین،
ہندال مرزا چہ مقدار شدہ است،	ہندال مرزا اب کتنا بڑا ہوا (یعنی کتنا قد ہی)
پاے میداد،	ہار جاتا تھا،
جان درازی،	طول عمر،
آب را تنگ نمی کردند،	پانی بند نہین کرتے تھے،
خفتن شد،	سونے کا وقت آیا،
نماز دیگرے بود،	عصر کی نماز کا وقت تھا،
مرا بہ شمشیر گرفتند،	تلوارین لیکر مجھ پر آپڑے،
سر دیا،	لباس،
سر حضرت شوم	آپ پر قربان ہون،
روستاے گری،	گنوارپن،

ساعتے معطل کردند	ذرا دیر توقف کیا،
اسپش اندک بلند رفت	اُس کا گھوڑا ذرا اونچا اُڑا،

تاریخی مذاق، | ہم کو سب سے پہلے اس بات پر حیرت ہوتی ہو کہ شاہی خاندان کی نازپروردہ خاتون تاریخ نویسی کے فرض اور ذمہ داری سے کس قدر واقف ہے، اس نے یہ کتاب اپنی مرضی سے نہین لکھی، اور شاید لکھنا پسند بھی کرتی لیکن اکبر اعظم کی فرمایش ٹالی نہین جاسکتی تھی، اس نے تعمیل حکم کی تاہم فرائضِ تاریخ نویسی کے لحاظ سے سب سے پہلے یہ ظاہر کردینا ضروری سمجھتی تھی،

"وقتیکہ حضرت فردوس مکانی (بابر بادشاہ) از دار الفنا بدار البقا خرامید ند این حقیر ہشت سالہ بود، وبیانِ واقع شاید کمترک بہ خاطر ماندہ بود، بنابر حکم بادشاہی (اکبر شاہ) انچہ شنیدہ وبخاطر بود نوشتہ می شود"،

یہ خاص عرب مورخین کا مذاق ہے کہ روایت کا سلسلہ اخیر تک پہنچا دیتے ہین، گلبدن کی عمر بابر کی وفات کے وقت صرف آٹھ برس کی تھی، اس لئے اس نے صاف اس کا اظہار کیا، اور اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ یہ بھی بہ تصریح کہدیا کہ اس عمر کے واقعات کم یاد رہتے ہین، ساتھ ہی مجبوری بھی ظاہر کی کہ بادشاہ کا حکم تھا، آگے چل کر ہمایون کے واقعات مین بھی جو واقعہ خود اسکی آنکھون کے سامنے نہین گذرا اُس کے متعلق لکھدیتی ہے کہ مین نے فلان شخص سے سنا ہی،

ایشیائی مورخین کی عادت ہے کہ وہ تاریخی واقعات مین سے صرف جنگ وجدل، بغاوت اور خون ریزیون کے واقعات کو لیتے ہین، اوران کو خوب پھیلاتے ہین، اس لئے یورپ والے ہماری تاریخون کو قصائی کی دوکان کہتے ہین، اور واقعی ان تاریخون سے اُس عہد کے تمدن، شایستگی، پالٹیکس، معاشرت، خانگی زندگی کا پتہ لگانا چاہین، تو بہت کم کامیابی ہوتی ہی، گلبدن بیگم یا تو اس نکتہ سے واقف تھی، یا اسلئے کہ عورت تھی اور لڑائی بھڑائی کی باتون مین اس کو لطف

نہ آتا ہوگا، بہرحال وجہ کچھ ہو لیکن کتاب اس مذاق مین لکھی ہی، کہ اس عہد کی معاشرت اور زندگی کی تصویر آنکھون کے سامنے آجاتی ہے، کسی شادی یا جلسہ کی تقریب کا حال لکھتی ہی، تو من وعن تصویر کھینچدیتی ہے، مثلاً میرزا ہندال کی شادی کے ذکر مین لکھتی ہی:-

"ومردم دیگر کہ بدست چپ بادشاہ نشستہ بودند بر توشک زردوزی معصومہ سلطان بیگم وگلرنگ بیگم (اور بہت سے بیگمات کے نام گنائے ہین) وطرح خانۂ طلسم بدین تفصیل: خانہ کلان مثمن کہ دران جاطوی (جلسہ) داوند خانۂ خورد دیگر برابر آن ہم مثمن بود. تخت مرصع نہادہ در بالا و پایان تخت ادشتقہاے زردوزی انداختہ وشدہاے مروارید آویختہ بہ مقدار یک نیم گز درازی، ہر لڑے دو گرہ آئینہ در پایان، در مثمن خورد چھپر کھٹ مرصع نہادہ وپاندان وصراحی ومشربہ (گلاس) مرصع، دران خانہ نہ اسباب سپہ گری بود مثل شمشیر مرصع، قور مرصع، کمر خنجر مرصع، وجمدھر وکپیوہ مرصع وترکش (شادی مین بھی ہتھیار ساتھ ہین) وخانہ دوم کہ آن را برتکلہ خانۂ سعادت می گفتند در آن خانہ جاے نماز وکتابہا وقلمدان ہاے مرصع وجزدانہاے خوش ومرقعہاے لطیف مع تصویرہاے وخطہاے خوش نہادہ بودند، + + درلب حوض تالارے (کمرہ) بود و در تالار دریچہ ہا ابرک گرفتہ بودند کہ جوانان دران تالار نشستند وبازی گران بازی میکردند، بازار زنانہ نیز کردہ بودند (اکبر کے مینا بازار کی یہی بنیاد ہے) وکشتی ہا را آئین بستہ بودند × × ودر کشتی بالاخانہ ساختہ بودند وپایان باغ ساختہ بودند از قسم قلغہ وتاج خروس ونافرمان ولالہ کاشتہ بودند،"

اس کتاب سے اس زمانہ کی تہذیب ومعاشرت کے جو حالات معلوم ہوتے ہین، ان مین سے بعض قابل ذکر ہین،

۱۔ عورتین لکھنے پڑھنے کے علاوہ فنون سپہگری سے خوب واقف ہوتی تھین، اور سفر اور سیر و

شکار مین عموماً گھوڑے پر سوار ہوتی تھین، یہان تک کہ بعض عورتین مردانہ لباس پہنتی تھین،
مہرانگیز بیگم کے حال مین لکھا ہے،:۔

لباس مردانہ می پوشیدند و بہ انواع ہنرہا آراستہ ہمچو زنگیر تراشی، و چوگان بازی و
تیراندازی و اکثر سازہا (باجے) می نواختند،

ایک موقع پر لکھا ہے:۔

ماہ چوچک بیگم نادانستہ اندک بلند رفت،

ہمایون جب ایران گیا ہی تو حمیدہ بانو بیگم (اکبر کی مان) بھی ساتھ تھی اور محافہ مین سفر کرتی تھی لیکن ہمایون کی بہن ہمیشہ گھوڑے پر سوار، بادشاہ کے عقب مین چلتی تھی،

یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ عورتین موسیقی مین بھی کمال رکھتی تھین، اور خاندان کے آدمی جب ایک جگہ مل کر بیٹھتے تھے تو عورتین خود بھی گانے مین شریک ہوتی تھین، لیکن یہ احتیاط رہتی تھی کہ اس وقت کوئی بیگانہ آدمی نہین ہوتا تھا،

۲۔ عورتون کا نہایت احترام کیا جاتا تھا، بابر کی بیوی جس کا نام ماہم بیگم تھا جب کابل سے ہندوستان مین آئی ہے، تو بابر دو کوس تک پاپیادہ استقبال کو گیا، اور جب بیگم کی سواری سامنے آئی، اور اس نے بابر کو پیادہ دیکھکر، سواری سے اترنا چاہا تو بابر نے نہ مانا اور سواری کے ساتھ ساتھ پیدل مکان تک آیا، ان دلچسپ واقعات کو گلبدن بیگم ان الفاظ مین لکھتی ہی:۔

حضرت بادشاہ (بابر) خیال داشتند کہ تاکول جلالی پیشواز (استقبال) روند، نماز شام یکے آمدہ گفت، کہ حضرت (ماہم بیگم) را در دو کروہے گزاشتہ آمدہ ام، حضرت بادشاہ بابام (بابر) تا اسپ آوردن تحمل نہ کردند و پیادہ روان شدند، و در پیش خانہ ننجہ ماہم در خوردند، آکام یعنی (ماہم بیگم) می خواستند کہ پیادہ شوند بادشاہ بابام نماندند و خود در جلوے،

آکامؔ تاخانہ خود پیادہ آمدند"

ملکی معاملات مین عورتون سے مشورہ اور رائے لیجاتی تھی، اور ہر قسم کے امور مین ان کی شرکت ضروری سمجھتے تھے،

۳۔ آج یہ بات حیرت انگیز معلوم ہوگی کہ اُس وقت عورتون کو اپنی شادی اور نکاح کے معاملہ مین پوری آزادی حاصل تھی، ہمایون نے جب حمیدہ بانو بیگم سے شادی کرنی چاہی، تو اس نے صاف انکار کیا، اور مدت تک اپنے ارادہ اور ضد پر قائم رہی، اور جب معزز بیگمات نے کہا کہ آخر کسی سے شادی کرنا ہے ہی، بادشاہ سے کیون احتراز ہے، تو حمیدہ نے کہا کہ مین اس سے شادی کرونگی، جس سے برابری کا دعوی ہوسکے، بادشاہ کا اور میرا جوڑ کیا،

۴۔ لیکن ہمارے زمانہ کے پردہ شکن گروہ کو یہ سنکر مایوسی ہوگی کہ ان سب باتون کے ساتھ عورتین نامحرم سے پردہ کرتی تھین، اور بغیر نقاب اور برقع کے باہر نہین نکلتی تھین، ہمایون نے نکاح سے پہلے جب حمیدہ بانو بیگم کو بلایا ہے تو اُس نے کہا کہ آداب سلطنت کے لحاظ سے ایک دفعہ مین بادشاہ کے سلام کو جا چکی ہون، دوبارہ جانا نامحرم کے سامنے جانا ہے، چنانچہ خود حمیدہ بانو کے یہ الفاظ ہین

"دیدن بادشاہان یک مرتبہ جائز است در مرتبۂ دیگر نامحرم است من نمی آیم"،

چنانچہ جب تک شادی نہین ہوئی کبھی ہمایون کے سامنے نہین آئی،

۵۔ ایشیائی سلطنتون مین بادشاہ نہ صرف تخت پر بلکہ خانگی زندگی مین بھی بادشاہ ہوتا ہے، بادشاہ کا خرد سال پیارا بچہ بھی جب اس کے سامنے جاتا ہے، تو پیارے باپ کی گود مین نہین بلکہ ایک شاہنشاہ کے دربار مین جاتا ہے، یہ بادشاہ پرستی اور شخص پرستی کی اخیر حد ہے، اور قومی زندگی کی یہ آخری علامت ہے،

ل آکا ماں کو کہتے ہین، میم متکلم کی ہے یعنی میری ماں، اسی طرح بابا مین میم متکلم لگا کر بابام کردیا ہے یعنی میرے والد،

لیکن معلوم ہوتا ہے، کہ ابتدا مین یہ حالت نہ تھی، بابر اور ہمایون اسی طرح اپنے عزیز، قریب اور بھائی بہنون سے ملتے تھے، جس طرح ایک عام آدمی اپنے پیارے عزیزون سے ملتا ہو گلبدن بیگم اس قسم کے واقعات کو نہایت دلچسپی سے لکھتی ہی، اور ان موقعون پر اس کے قلم سے محبت کا آب حیات ٹپکتا ہے، ہمایون جب بیمار ہوا ہے، اور اسکی بہنین اسکی عیادت کو آئی ہین، اس موقع پر لکھتی ہی:

"این حقیر ہمراہ ہمشیر ہا ملازمت آن حضرت فرشتہ خصال رفتہ کردم ہرگاہ کہ آن حضرت بہوش خویش می آمدند از زبان در افشان خویش پرسش می فرمودند کہ خواہران! خوش آمدید، بیائید تا یکدگر را دریابیم کہ شمارا در نیافتہ ایم"

ایک اور موقع پر ہمایون گلبدن بیگم سے کہتا ہی:

این حقیر را دیدند و فرمودند کہ اول ترا نشناختم از برای آنکہ وقتی کہ لشکر ظفر اثر بہ گور بنگالہ کشیدہ بودم، طاقی پوش[1] بودی، الحال بچک قصابہ دیدم نشناختم گلبدن! من ترا بسیار یاد می کردم وگاہے پشیمان شدہ می گفتم کہ کاشکے ہمراہ می آوردم،

بابر اپنے چھوٹے بیٹے ہندال کا حال ایک شخص سے پوچھتا ہے:-

ہندال کجا است؟ کے خواہد آمد؟ چہ بلا انتظار داد ×××ہندال مرزا چہ مقدار شدہ است؟ و بہ کہ ماند است؟

چون میر بردی بیگ جامہ میرزا پوشیدہ بود، نمود کہ این جامہ شاہزادہ است کہ بر بندہ عنایت فرمودہ اند حضرت (بابر) پیشتر طلبیدند کہ بہ بینم قد و قامت ہندال چہ مقدار شدہ است؟

ہندال سے گلبدن کو بھی نہایت محبت تھی، جب وہ لڑائی مین مارا گیا تو گلبدن کو سخت صدمہ ہوا، اس موقع پر لکھتی ہے:-

[1] طاقی یعنی ٹوپی، شہزادیان بچپن مین ٹوپیان پہنا کرتی تھین،

نمی دانم کدام ظالمے بے رحمے آن جوان کم آزار را بہ تیغ ظلم بے جان کردہ کاشکے بدل و دیدہ من

یا بسعادت یار سپر من یا بہ خضر خواجہ خان (گلبدن کے شوہر کا نام ہے) آن تیغ بیدریغ می رسید

دیکھو بھتیجہ، بیٹے اور شوہر سے بھی زیادہ عزیز ہے،

اگرچہ ہم نے گلبدن بیگم کی کتاب سے وہی حالات انتخاب کئے ہین، جنسے اس زمانہ کی معاشرت اور خانگی زندگی کا پتہ لگتا ہے، لیکن یہ نہین سمجھنا چاہئے کہ بیگم ملکی اور سیاسی واقعات کو قلم انداز کرتی ہے، اس نے ہمایون کے ایک ایک واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہی، اور اس مین بھی وہ اور مورخین سے ممتاز نظر آتی ہے، وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کس واقعہ کو سمیٹ کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر لکھنا چاہئے، وہ خوب جانتی ہے کہ کون سا واقعہ کیا اثر رکھتا ہی، اور اسلئے اس کے اسباب و علل سے کہان تک بحث کرنی چاہئے،

مثلاً ہمایون نے اپنے بھائی میرزا کامران کی بار بار خون ریزی اور بدعہدی سے تنگ آکر اسکو اندھا کرا دیا تھا، لیکن ہمایون اس قدر نرم دل اور رحم مجسم تھا کہ یہ حرکت اس سے بہت بعید معلوم ہوتی ہے، با این ہمہ بدایونی، اور فیاضی خان نے اس واقعہ کے متعلق صرف اس قدر کہا کہ ہمایون کے حکم سے اوس کی آنکھین اندھی کردی گئین لیکن بیگم اس واقعہ کو تفصیل سے لکھتی ہے، جس سے واقعہ کی اصلیت ذہن نشین ہو جاتی ہے، چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہین :-

عاقبۃ الامر جمیع خانان و سلاطین و وضیع و شریف و صغیر و کبیر و سپاہی و رعیت وغیرہ کہ از دست میرزا کامران داعہا داشتند در آن مجلس متفق شدہ بعرض حضرت بادشاہ رسانیدند کہ در بادشاہی و تحکم رسم برادری منظور نمی باشد، اگر خاطر برادر میخواہید، ترک بادشاہی بکنید و اگر بادشاہی می خواہید ترک برادری بکنید + + + حضرت بادشاہ در جواب فرمودند کہ اگرچہ این سخنان شمایان خاطر نشان می کنید اما دل من نمی شود، ہمہ فریاد برآوردند و گفتند کہ آنچہ

بہ عرض رسانیدہ شدہ است عین مصلحت است، آخر الامر حضرت فرمودند کہ اگر مصلحت در رضامندی همہ شمایان درین است پس همہ شمایان جمع شوید و محضرے نویسید همہ ازیں و بسیار امرایان جمع شدہ نوشتہ دادند ہمان مصرع را ع

رخنہ گر ملک سر افگندہ بہ،

حضرت بادشاہ ہم ضرور شد،"

افسوس اور سخت افسوس یہ ہے کہ کتاب مین سیکڑون ہزارون الفاظ ترکی کے ہین اور زیادہ تر وہی ہین جو ساز و سامان، اسباب خانہ داری، ظروف و طعام، سامانِ سفر، وضع و لباس وغیرہ کے متعلّق ہین، ہم ان کو سمجھ نہین سکتے، ورنہ سوشل لائف کی پوری تصویر اس سے تیار ہو سکتی تھی،

اخیر مین ہمکو دوبارہ اس معزز انگریزی خاتون کے علمی شوق کی داد دینی چاہیے، جس نے اس نایاب کتاب کے بہم پہنچانے اور تصحیح و تحشیہ مین وہ قابلیت اور محنت صرف کی، جو ہماری قوم کے مردون سے بھی بن نہین آتی،

(الندوہ ج ۵ نمبر ۳، ربیع الاول سنہ ۱۳۲۶ھ)

مآثرِ رحیمی

اور

عبدالرحیم خان خانان

اسلاف کی تصنیفات کا ذخیرہ بچا کھچا جو کچھ رہگیا ہے، اسکی بنا پر ہم ایک رائے قائم کرتے ہین، اسکو بار بار تحریر و تقریر مین دہراتے ہین، سلسلہ بہ سلسلہ اسکی روایتین چلتی ہین، رفتہ رفتہ وہ ایک مسلمہ واقعہ بنجاتا ہے، اور روگون کے دل و دماغ مین سرایت کرجاتا ہے، اتفاقاً کہین سے کوئی سڑی گلی کتاب یا کسی کتاب کے کچھ بوسیدہ اجزا ہات آجاتے ہین، جس سے دفعۃً وہ تمام خیالات بدل جاتے ہین اور ایک نئی تھیوری قائم ہوجاتی ہے،

پروفیسر سیدیو نے جو فرانس کا بہت بڑا مشہور عربی دان فاضل گذرا ہے، اپنی کتاب تاریخِ عرب مین لکھا ہے کہ اہل یورپ نے بہت سی چیزون کے متعلق یہ رائے قائم کرلی تھی کہ وہ حال کی ایجادات سے ہین، لیکن عربی نایاب کتابون کے بہم پہونچنے نے ثابت کیا کہ ان کا خیال غلط تھا، آج سے پہلے اہل عرب نے اُن چیزون کے اختراع کی عزت حاصل کی تھی،، پروفیسر مذکور نے اس بنا پر فضلاے یورپ سے خط کتابت اور ایک خاص سوسائٹی اس غرض سے قائم کی کہ عرب کے گم شدہ اسرار کا پتہ لگایا جائے، چنانچہ یہ تمام خط و کتابت اُس نے کتاب مذکور مین درج کی ہے لیکن پروفیسر موصوف کا خیال، اس کے ساتھ گیا، اور پھر کہین سے کچھ صدا نہین اٹھی، پچھلے دنون

یورپ مین جو اورنٹیل کانفرنس قائم ہوئی تھی، اس مین یہ رزولیوشن پاس ہوا کہ ایک خاص کمیٹی اسلام کی انسائیکلو پیڈیا طیار کرنے کے لئے قائم کیجائے، جسمین مسلمانون کے تمام علوم و فنون صنائع، ایجادات وغیرہ وغیرہ درج کئے جائین، ہمارے محترم استاد مسٹر آرنلڈ بھی اس کمیٹی کے ممبر ہین، لیکن پھر ہم کو کوئی اطلاع نہین ملی کہ کمیٹی نے اب تک کیا کیا کیا،

یہ ظاہر ہے کہ یہ کام یورپ کے فرائض مین داخل نہین تاہم اسوقت تک یورپ نے ہماری یادگارون کے زندہ کرنے مین، اور جو جو کام کئے وہ کیا کم ہین، انھین کی بدولت فن حرب کی وہ کتاب شائع ہوئی، جس سے معلوم ہوا کہ مسلمانون نے اس فن کے علمی اصول مرتب کئے تھے، اور اُن کا فن جنگ موجودہ فن جنگ کا مکمل خاکہ تھا، یورپ ہی کی بدولت زہراوی کی کتاب فن تشریح کے متعلق چھپکر شائع ہوئی جسمین کئی سو آلاتِ تشریح کی تصویرین اور ان کے استعمال کے طریقے درج کئے ہین، پیٹ مین مرے ہوئے بچے کے نکالنے کے بیسیون آلات کے نقشے دیکر ان کے استعمال کے طریقے بتائے ہین، یورپ ہی کی بدولت، تاریخ طبری، طبقات ابن سعد اور تاریخ الحکماء وغیرہ کا پتہ لگا، جو گویا دنیا سے ناپید ہو گئی تھین،

اسلام آج دنیا کے تمام حصون مین پھیلا ہوا ہے، کرورون مسلمان موجود ہین، بڑی بڑی حکومتین اور سلطنتین قائم ہین، عربی علوم و فنون اسی زور شور کے ساتھ پڑھے اور پڑھائے جارہے ہین، اس بنا پر دنیا کو ہم سے اس کام کی توقع تھی، لیکن ابھی ہمکو اور ضروری کامون سے فرصت کہان ہے، حمداللہ کے بعض ضروری مقامات اب تک ناحل شدہ ہین، شرح ملا کی ایک ضمیر کا مرجع ابتک متعین نہین ہوا، میر زاہد کی بعدیتِ زمانی اور مکانی کا ابتک فیصلہ نہین ہو چکا، اور خیر یہ سب کام تو اٹھا بھی رکھے جاسکتے ہین، لیکن **شیعون** کی تکفیر تو بہر حال مقدم ہے، اور گو وہابیون کا استیصال اس قدر ضروری نہ ہو، لیکن آخر اس کی اہمیت سے تو انکار نہین ہوسکتا،

افسوس ہے دردِ دل نے ایک چھوٹی سی تمہید کو کس قدر لمبا اور خارج از بحث کر دیا، لیکن کیا کیا جائے،

عاشق ست و شب افسانہ دیار و ہر بار قدرے گر بدید و پس بر سر افسانہ رود

کہنا یہ تھا کہ اب بھی بہت سی علمی یادگارین ایسی موجود ہین، جن سے مسلمانون کی تصنیفات کے متعلق جو رائے قائم ہو چکی ہے، دفعۃً بدل جاتی ہے، ہمارا خیال تھا کہ فارسی مورخون نے صرف سلاطین اور رؤسا کے حالات قلمبند کئے ہین، وزرا، امرا، سپہ سالار اور فوجی افسرون کے حالات مستقل تصنیفون مین اس طرح نہین لکھے تھے جس سے ظاہر ہو کہ انھون نے کس طرح تعلیم و تربیت پائی، کیا کیا فن حاصل کئے، کیا کیا کارنامے دکھائے رفاہ عام کے کیا کیا کام کئے، کن کن چیزون کو رواج دیا، کون کون سی باتین ایجاد کین، ذاتی شوق کی کیا کیا چیزین تھین وغیرہ وغیرہ لیکن دسمبر سنہ ۱۹۰۶ء مین جب مین کلکتہ گیا تو ایشیاٹک سوسائٹی مین **مآثر رحیمی** کا ایک نسخہ نظر سے گذرا، یہ کتاب **عبد الرحیم خان خانان** کے حالات مین ہے، جو اکبر شاہ کا سپہ سالار تھا مصنف کا نام عبد الباقی ہے، جو ایران کا باشندہ اور ایک معزز خاندان کا ممبر تھا، کتاب خود خان خانان کی زندگی مین لکھی گئی ہے، اور سرمایۂ معلومات زیادہ تر ذاتی مشاہدہ اور سرکاری کاغذات ہین یہ نسخہ مصنف کا اصلی مسودہ ہے، جو کسی کاتب سے لکھوایا ہے، لیکن الحاقات اور اضافے مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے ہین، بعض جگہ سادے صفحے چھوڑ دیئے ہین، اور لکھا ہے کہ مزید اطلاع کے لئے صفحے خالی چھوڑ دیئے گئے تھے، لیکن چونکہ حالات نہ مل سکے، اسلئے جگہ سادی کی سادی رہ گئی، ہر ورق پر امرائے شاہی کی مہرین ہین، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نسخہ اکثر امرا کے کتب خانون مین رہ چکا ہے، مولوی غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ مین لکھا ہے کہ "مین نے اس کتاب کا اصلی مسودہ دکن مین دیکھا تھا جس پر الحاقات خود مصنف کے ہاتھ کے تھے" غالباً یہ وہی نسخہ ہے، جو دکن سے

سے کلکتہ پہنچ گیا،

کتاب کی ضخامت، ۲ ہزار صفحون کی ہے، نصف کے قریب خان خانان کے اسلاف، اور سلاطین تیموری کے حالات ہین،، باقی نصف خود خان خانان کے کارنامے ہین جسمین حسب ذیل معلومات ہین،

(۱) خان خانان کی ولادت، اور تعلیم و تربیت، تعلیم کا حال تفصیل سے لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے بڑے کاملین فن سے تعلیم پائی تھی،

(۲) دربار شاہی کے تعلقات اور فتوحات،

(۳) خان خانان کی علمی لیاقت، عربی فارسی ترکی مین انشاپردازی اور شاعری، نثر و نظم دونون کے نمونے درج کئے ہین،

(۴) فضائلِ اخلاق،

(۵) فن سپہگری، اور تیغ بازی و نیزہ بازی کے کمالات،

(۶) خان خانان کے رفاہ عام کے کام،

(۷) فن زراعت کی ترقی،

(۸) خان خانان کے دربار کے صناعون اور کاریگرون کا ذکر اور اُن کے حالات و ایجادات،

(۹) خان خانان کا کتب خانہ،

(۱۰) خان خانان کے دربار کے شعرا،

(۱۱) علما، اطبا اور خوشنویس،

اتنی بڑی ضخیم کتاب کا مختصر سے مختصر خلاصہ بھی اگر کیا جائے تو اچھا خاصہ رسالہ بنجائے گا، اس کے علاوہ اردو زبان کے مشہور جادو طراز، مولوی محمد حسین آزاد نے دربار اکبری مین خان خانان کا تذکرہ دل کھول کر لکھا ہے، اور بہت سی کتابون کو کھنگالا ہے، (گویہ کتاب ان کو ہاتھ نہین آئی ہے) ان وجوہ سے

ہم نہایت اختصار کے ساتھ کتاب مذکور کے کچھ کچھ مقتبسات اس غرض سے درج کرتے ہین، کہ ہمارے ملک کے ارباب دولت، اسکی طبع و اشاعت کی طرف متوجہ ہون، ہماری نگاہین خلیفہ سید محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ، نواب علی حسن خان صاحب بھوپال، نواب مزمل اللہ خان صاحب بھیکن پور اور حبیب صادق مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی کی طرف بلند ہین،

خان خانان کی فتوحات اور معرکہ ہاے جنگ دراصل مرقع اکبری کے نقش و نگار ہین اسلئے اُن کو چھوڑ کر ہم اور قسم کے واقعات اور حالات کو لیتے ہین،

شاعری اور انشاپردازی خان خانان مختلف زبانون مین کمال رکھتا تھا مصنف نے اس کے عربی فارسی، ترکی کلام[1] کا نمونہ دیا ہے، ترکی اور فارسی تو اسکی مادری زبانین تھین، لیکن عربی کی تحریر بھی کم درجہ کی نہین، البتہ چونکہ اس زمانے مین عموماً انشاپردازی لفاظی اور قیافہ بندی کا نام تھا اس لئے خان خانان کا بھی یہی انداز ہے، افسوس اور سخت افسوس ہی کہ مصنف نے چونکہ ایرانی تھا، بھاشا زبان کے نمونے نہین دیئے، ورنہ اس بات کا سراغ لگتا کہ اردو نے بھاشا پر کیا تصرف کرنا شروع کر دیا تھا،

خان خانان کو عربی زبان مین یہ مہارت تھی کہ کہین سے کوئی عربی تحریر آتی تھی تو بغیر اس کے کہ اصل عبارت پڑھے، اس طرح ترجمہ پڑھتا چلا جاتا تھا، کہ گویا کوئی لکھی ہوئی تحریر ہاتھ مین ہی جس کو دیکھکر پڑھتا جاتا ہے، ایک دفعہ شریف مکہ نے اکبر کو خط لکھا اور عبارت آرائی کے لئے بڑے بڑے مغلق اور دقیق الفاظ بھر دیئے، اکبر نے ابوالفضل، فتح اللہ شیرازی، اور خان خانان کو حکم دیا، کہ فارسی مین ترجمہ کرکے لائین، ابوالفضل اور فتح اللہ شیرازی دونون اس خیال سے کہ ترجمہ کرنے کے لئے لغت کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوگی، تحریر کو ساتھ لیگئے، لیکن خان خانان

[1] جہانگیر نے بھی تزک مین اسکی عربی فارسی ترکی اور ہندی کی مہارت کی تصدیق کی ہی،

نے وہین روشنی کے سامنے لیجا کر خط پڑھنا شروع کیا، اور ساتھ کے ساتھ ترجمہ کرتا گیا،

فارسی زبان مین آج بھی اسکی ایک تصنیف موجود ہے، یعنی تزک بابری کا ترجمہ بادشاہ نے اپنے حالات اور واقعات ترکی مین قلمبند کئے تھے، اور تزک بابری نام رکھا تھا، اکبر کی فرمایش سے خان خانان نے اس کا ترجمہ کیا، نہایت سادہ شستہ اور صاف فارسی ہے،

خان خانان نے فارسی کا پورا دیوان مرتب کیا تھا، لیکن یہ صرف مصنفِ مآثر رحیمی کی شہادت ہے، کہین اس کا نسخہ نظر سے نہین گذرا، البتہ اشعار کثرت سے جابجا پائے جاتے ہین، مصنف نے بھی اکثر غزلین اور رباعیان درج کی ہین، اکثر ایسا ہوتا تھا کہ خانخانان خود کوئی مصرع طرح کرتا تھا، اور تمام دربار کے شعرا طبع آزمائیان کرتے تھے، لیکن جس معرکہ مین نظیری، عرفی، شکیبی جیسے شعرا کا سامنا ہو، کلام کا سرسبز ہونا آسان بات نہین، تاہم ہم دیکھتے ہین کہ اکثر معرکون مین خان خانان ہی کے ہاتھ میدان رہا، چنداست، بنداست، فرزنداست، خان خانان کی دی ہوئی طرح ہے، جس پر تمام شعراے اکبری نے غزلین لکھین، لیکن کیا ان شعرون کا جواب ہو سکتا ہے،

حدیثِ شوق نہ دانستہ ام کہ تا چنداست ۔۔۔ جز این قدر کہ دلم سخت آرزومنداست

نہ دام دانم و نہ دانہ این قدر دانم ۔۔۔ کہ پاے تا بسرم ہرچہ ہست دربنداست

مرا فروخت محبت ولے نہ دانستم ۔۔۔ کہ مشتری چہ کس ست و بہای من چنداست

ازان خوشم بہ سخنہاے دلکش تو رحیم ۔۔۔ کہ اندکے بہ اداہاے دوست مانداست

ترکی کلام جو مصنف نے نقل کیا ہے، چونکہ ہم اسکو سمجھ نہین سکتے، اور نہ ناظرین مین کوئی ترکی دان ہے، اسلئے ہم نے قلم انداز کردیا ہے،

مصنف نے لکھا ہے کہ فارسی مین جس قدر کہا تھا، اس سے کئی گنا ہندی مین کہا ہی:

(لیکن اُن کا کھوج کون لگائے) ایک حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خان خانان نے یورپ کی زبانون مین بھی مہارت پیدا کی تھی، اسکی ضرورت یہ پیش آئی کہ اکبر کو سلاطینِ یورپ سے مراسلت رہتی تھی، اس بنا پر اوس نے خان خانان کو یورپین زبانون کے سیکھنے کا حکم دیا، مصنف لکھتا ہی:-

"چون اکثر بنادر ہندوستان در تصرف مسیحیہ است + + و مکاتبات و مراسلات درمیانہ سلاطین افرنجہ و خواقین ہندوستان بسیار واقع می شود، بادشاہ ظل اللہ اکبر شاہ این سپہ سالار را بہ فرا گرفتنِ زبان عیسوی و بہم رسانیدن سواد و خطِ این قوم فرمان دادہ اند کہ اختلاط و صحبتے کہ با خاصانِ آن قوم کہ در پاے تخت بادشاہی بودند و تجار و متردّدینِ ایشان نمودہ بہ دستورے تتبعِ آن خط و زبان آن قوم کرد کہ بے شائبہ ریا بہتر از آن قوم می داند۔"

خان خانان کی ہفت زبانی کا اور مورخین نے بھی اعتراف کیا ہے، مآثر الامرا مین لکھا ہی کہ دنیا کی اکثر مروج زبانون مین وہ بات چیت کر سکتا تھا،

کتب خانہ خان خانان کی علمی فیاضیون کی ایک بڑی مثال، اس کا بے نظیر کتبخانہ تھا، یہ کتبخانہ اس درجہ کا تھا، اور اس قدر علمی ذخیرے اسمین مہیا کئے گئے تھے، کہ بجاے خود ایک اکاڈمی یا دار الحکمت کا کام دیتا تھا، عرفی نظیری، ظہوری، شکیبی، غرض اکثر شعراے اکبری نے اپنے دیوان خود اپنے ہاتھ سے لکھکر اس کتاب خانہ مین داخل کئے تھے، دربار اکبری کے اکثر باکمال، اسی کتبخانہ کے تربیت یافتہ ہین، اکثر شعرا، خوشنویس، صناع جنکو خان خانان تربیت دینا چاہتا تھا، کتب خانے کے کام پر مقرر ہوتے تھے، اور ترقی کرتے کرتے نادرۂ روزگار ہو جاتے تھے، کتبخانہ کا جو اسٹاف تھا اس کے مشہور ممبر ملا محمد امین جلدول ساز، ملا عبد الرحیم عنبرین قلم، ملا محمد مومن، محمد حسین، کامی نمبرداری، بقائی بہر آبادی، غنی ہمدانی تھے، کتبخانہ کی ترتیب و انتظام کے لئے اہلِ کمال کا ایک بڑا عملہ مقرر تھا جو تمام نسخون کی تکمیل کرتے تھے، تصویرین اور شبہیین کھینچتے تھے، مرقعے تیار کرتے تھے،

کتابون کی لوح وغیرہ پر طلاکاری کا کام انجام دیتے تھے، ان مین سے بعض کے مختصر حالات ہم درج کرتے ہین

شیخ عبدالسلام | بہرائچ کے رہنے والے تھے ان کے والد بھاشا زبان کے مشہور شاعر تھے، اور برہمی تخلص کرتے تھے، وہ حج کو جانے لگے تو عبدالسلام کو خان خانان کی خدمت مین دیتے گئے خان خانان نے کتبخانے مین اُن کی تعلیم و تربیت کرائی، رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ کتبخانے کے داروغہ مقرر ہوئے پھر مصاحب خاص کا رتبہ ملا، ہندی زبان کی شاعری مین بے نظیر تھے،

شجاع | شیراز وطن تھا، خط نسخ و ثلث مین نہایت کمال رکھتے تھے، سنہ ۹۹۹ھ مین بمقام ٹھٹھ خانخانان کے دربار مین آئے، اور ترقی کرتے کرتے کتب خانے کی افسری حاصل کی،

ملا عبدالرحیم عنبرین قلم | ہرات کے باشندے تھے، نسخ اور نستعلیق مین کمال حاصل کیا اور ہرات سے خان خانان کے دربار مین آئے، خان خانان نے اون کی تربیت پر خاص توجہ کی، رفتہ رفتہ اس قدر ترقی کی کہ محمد حسین کشمیری کے سوا، اوس زمانے مین، خوشنویسی مین کوئی شخص ان کا مقابل نہ تھا، خان خانان کے کتبخانے مین اکثر کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھین، بالآخر انکا شہرہ اس قدر بڑھا کہ اکبر نے اپنے یہان بلا لیا،

ملا محمد امین | خراسان کے رہنے والے تھے، طلاکاری مین استاد تھے مشہد مقدس مین امام ضامن علیہ السلام کے نام سے جو کتبخانہ ہے، مدت تک اسمین کام کرتے رہے، جب ازبکون نے خراسان پر قبضہ کر لیا تو یہ وہان سے نکلے، اور خانخانان کے دربار مین آئے، چار ہزار روپیہ مشاہرہ مقرر ہوا کتبخانے کی اکثر کتابین ان کی طلاکاری سے مزین تھین، ابری کاغذ انھین کی ایجاد ہے،

ملا محمد حسین | ملا محمد مومن کے بھائی تھے، جلد سازی کے فن مین کمال رکھتے تھے، عکس کا کام بھی اعلیٰ درجہ کا کرتے تھے، ۳۵ برس کتبخانے کے ملازم رہے، مصنف مآثر رحیمی کے زمانے مین کتبخانہ کا

کاروبار انھین کے ہاتھ مین تھا،

میر باقی ماوراءالنہری | ترکستان کے رہنے والے تھے، خاندان کے سید تھے، کتب خانے مین تربیت پائی، اور بالآخر افسری کی خدمت حاصل کی،

میان ندیم | میان فہیم، جن کی نسبت یہ مثل مشہور ہے کہ کمائین خانخانان اور اڑائین فہیم" یہ ان کے بھائی تھے، نقاشی اور مصوری مین ان کا جواب نہ تھا، کتب خانے ہی مین تربیت پائی تھی،

بہبود، | میرزا باقر ایک مشہور خوشنویس تھے، جو میر علی خوشنویس کے بھائی تھے، بہبود انکا غلام تھا، نقاشی اور خوش نویسی مین کمال پیدا کیا، اور کتبخانے مین ملازم ہوا،

مولانا مشفق | فن نقاشی مین یکتاے روزگار تھے، اور کتبخانے مین اسی کام پر مقرر تھے،

مادھو، | ہندو بچہ تھا، تصویر، طراحی، مصوری، شبیہ سازی مین نادرۂ روزگار تھا، کتب خانے کی اکثر کتابین، اسی کے ہاتھ کی بنائی ہین،

دربار کے علما اور اطبا | علما اور اطبار کے حالات ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہین،

شعرا، | مصنف نے شعراے دربار کا تذکرہ نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، کلام کا انتخاب بھی کثرت سے کیا ہے، البتہ یہ خصوصیت ملحوظ رکھی ہے کہ صرف وہ قصائد یا قطعے نقل کئے ہین، جو شعرانے خانخانان کی مدح مین لکھے ہین، اس پر بھی کتاب کا بڑا حصہ اسمین صرف ہو گیا ہے، شخصی سلطنت کا اثر دیکھو کہ تمام خان خانانی شعرا اکبر کے دربار سے منسوب ہین حقیقت یہ ہے کہ اس زمانے کے تمام شعرا جن کے نام سے ابوالفضل نے دربار اکبری کا مرقع سجایا ہے، بجز دو ایک کے سب کے سب خانخانان یا ابوالفتح گیلانی کے پروردہ، اور تربیت دادہ ہین، مصنف نے نہایت صحیح لکھا کہ :-

ہر کتا از ولایت آمدہ بندگی و مصاحبت ایشان، (ابوالفتح) اختیار می نمودہ

چنانکہ خواجہ حسین ثنائی و مرزا قلی میلی و عرفی شیرازی و حیاتی گیلانی و سائر مستعدان در خدمت او بودہ اند،

مصنف کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ خان خانان کے انتساب سے اس نے تمام مشہور شعرا، مثلاً عرفی، شکیبی، حیاتی، ظہوری، ملک قمی، نظیری نیشاپوری، محتشم کاشی، رسمی، نوعی شیرازی کے حالات اس تفصیل سے لکھدیئے کہ جو تذکرے مخصوص تیموری شعرا کے حالات مین لکھے گئے ہین، ان مین بھی یہ تفصیل نہین مل سکتی،

یہ موقع شعرا کے حالات لکھنے کا نہین ہے، لیکن خان خانان شعرا کو جس طرح تربیت کرتا تھا اور جس طرح اُن پر فیاضیون کا مینہ برساتا تھا، اس کے متعلق بعض واقعات لکھنے ضرور ہین،

خان خانان کی فیاضیون کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ نوعی شیرازی کو سونے مین تلوا دیا، نظیری نیشاپوری جب حج کر کے آیا ہے تو ایک دفعہ کسی موقع پر اسکی زبان سے نکل گیا کہ مین نے لاکھ روپیہ کا ڈھیر نہین دیکھا، خان خانان نے لاکھ روپیہ منگوا کر ڈھیر لگوا دیا، نظیری نے شکریہ ادا کیا کہ آپکی بدولت مین نے آنکھ سے لاکھ روپیہ کا انبار دیکھ لیا، خان خانان سے زیادہ حسن طلب کا اداشناس کون ہو سکتا تھا، حکم دیا کہ روپیے نظیری کے گھر پہنچا دیئے جائین[۵]،

فیضی اگرچہ شاہی تقرب کے لحاظ سے خانخانان کا ہمسر تھا، چنانچہ خود کہتا ہو مصرع

ہم با امرا نظیر گشتم،

اور اسی وجہ سے اس نے عرفی وغیرہ کی طرح امرائے شاہی مین سے کسی کی مدح نہین کی تاہم اسکو کہنا پڑا کہ

خان خانان عہد کا نعامش ۔۔۔ طبع را رخصت شگفتن داد،

داشت چون اعتماد بر شعرا ۔۔۔ صلہ پیش از مدیح گفتن داد

[۵] خزانہ عامرہ تذکرۂ نوعی و نظیری،

فیضی پھر بھی شاعر تھا، اس لئے خان خانان جو بے وجہ بھی شعرا کو صلے اور انعام دیتا رہتا تھا فیضی نے اسکی وجہ یہ قرار دی کہ خان خانان کو شعرا پر اعتماد تھا، یعنی روپئے لیکر مفت نہ کھا جائینگے، بلکہ مدح وثنا سے اسکا معاوضہ ادا کرینگے، لیکن فیضی کو یہ معلوم نہ تھا کہ خان خانان شعرا کے ساتھ جو فیاضی کرتا تھا، اس سے ادب اور انشا کی ترقی مقصود تھی،

ان فیاضیون کے چرچے، عرب وعجم تک پھیلے ہوے تھے، مصنف نے لکھا ہے کہ شکیبی اصفہانی جب حج کرنے کی غرض سے عدن پہنچا تو بچے گیت گارہے تھے، کہ خان خانان آیا جس کی بدولت کنواریون نے شوہر پائے، تاجرون نے اسباب بیچے، بادل برسے جل تھل بھر گئے، شکیبی بیساختہ رو پڑا، اور اسی وقت یہ رباعی موزون کی،

زین دانہ کہ از نام نکو کاشتۂ ... از اختر سعد خرمن افراشتۂ،
زان گونہ جہان بہ جود اپناشتۂ ... کز مور کفاف دانہ برداشتۂ

ان فیاضیون کے قصے گو دلچسپ ہین، لیکن سچ یہ ہے کہ ان سے مزا اٹھانا، گدا طبعی کی دلیل ہے، خدا بخشے عرفی کو کس قدر سچ کہا ہے،

بیا بہ ملک قناعت کہ در دِ سر نہ کشی ... ز قصہ ہا کہ بہ ہمت فروش طے بستند

البتہ یہ نکتہ لکھنے کے قابل ہے کہ خان خانان اس کے ساتھ، شعرا کی تربیت کرتا تھا، ان کے کلام کی تنقید کرتا تھا، کبھی کبھی اصلاح دیتا تھا، جس کا یہ نتیجہ تھا کہ شعرا کا کلام روز بروز ترقی کرتا جاتا تھا، خود شعرا کو بھی اس بات کا اعتراف تھا، رسمی اپنے مشہور قصیدہ مین لکھتا ہے،

زمین مدح تو آن نغمہ سنج شیرازی ... رسید صیت کلامش بروم از خاور
بہ طرز تازہ ز مدح تو آشنا گردید ... چو روے خوب کہ یابد ز ماشطہ زیور

اکثر شعرا کے دیوان خانخانان ہی کی توجہ سے مرتب اور شائع ہوئے عرفی جب مرنے لگا

تو دیوان کا مسودہ خان خانان کے ہان بھیجدیا، لیکن مسودہ نہایت ابتر تھا، اور کاٹ پھانس کیوجہ سے بیکار ہوگیا تھا، خان خانان نے محمد قاسم مشہور بہ سراج خلف خواجہ محمد علی اصفہانی کو اسکی ترتیب پر مامور کیا، سال بھر کی شبانہ روز محنت کے بعد مسودہ صاف ہوا خان خانان کو نہایت مسرت ہوئی، محمد قاسم کو بہت انعام واکرام دیا، چنانچہ محمد قاسم نے ایک نظم مین یہ واقعات ادا کئے، چند شعر یہ ہین ؛۔

عرفی آن واضعِ سخن کہ براد، رشک دارد روانِ شروانی
بعد چندے چو جاے بودن نیست رفت ازین دیرِ ششدرِ فانی
ماند از و درِ شاہوارے چند، کش قرین نیست بحرے و کانی
لیک آن جملگی پراگندہ ہمہ از بے سری و سامانی،
آن قدر مہلتش نہ داد اجل کہ بہ ترتیبِ شان بود بانی
گفت با دوستان بگاہِ وداع کاے عزیزانِ جسمی وجانی
برسانید زادہاے مرا، بہ جنابِ معلمِ ثانی
ہیچ دانی کہ چیست آن مرکز کہ تو عمان و کانیش خوانی
صاحبِ حلم و علم و سیف و قلم خان خانان سکندرِ ثانی
دید چون زادہاے عرفی را ہمہ محسودِ لعلِ پنگانی
بعد یک چند بندہ را فرمود کہ دہم شان نظامِ دیوانی
مدتے چند خونِ دل خوردم تا کہ جمع آمد از پریشانی
از خرد خواستم چو تاریخش گفت ترتیب دادہ نادانی

یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہئے کہ عرفی، نظیری، شکیبی وغیرہ نے اکبر اور جہانگیر اور مراد کی مدح مین اکثر قصیدے لکھے ہین، لیکن ان قصیدون کو خان خانان کے مدحیہ قصیدون سے ملاؤ، تو زمین و آسمان

کا فرق نظر آتا ہے، خان خانان کے مدحیہ قصائد مین صاف نظر آتا ہے کہ شاعر جوش اور اخلاص سے لبریز اور بادۂ کرم کے نشہ مین چور ہے، یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس سرمستی مین اس سے بھی غافل نہین کہ مخاطب کی نظر ایک ایک لفظ پر ہے، اور اس لئے شاعری اور استادی کے اصول سے بال برابر بھی تجاوز نہین کرسکتا، خان خانان کے بیٹا پیدا ہوا ہے، عرفی تہنیت کا قصیدہ لکھکر لیجاتا ہے، تمہید، جوش زورِ طبیعت اور شاعرانہ معشوق پن کا ناز دیکھو، ؎

بود در کتم عدم، بکرِ طبیعت را جائے　　　که خرد بر سرش استاده همی گفت برآئے

عقل کی درخواست کے بعد، دوشیزہ طبیعت جواب دیتی ہے،

گوشۂ گیر و جگر می خور و تلخی می کش　　　تا بہ عہدے کہ شود صاحب تو ملک آرائے

خلق از مژده بر و مژده شنو جمع شوند　　　همه گوهر طلب و گوهری و گنج ستائے

چرخ آماده شود، زهره مهیا گردد،　　　او کشد بندِ نقاب من و من بندِ قبائے

من به صد ناز و کرشمه همه رنگ و همه بوئے　　　بر در حجلۂ ارکان نهم از خلوت پائے

رفاہ عام اور صنعت و زراعت کی ترقی کے کام،

ہندو تو آج یہ شکایت کر رہے ہین کہ مسلمانون نے ہندوستان مین آکر ملک کو تباہ کردیا تھا لیکن ان کو تاہ نظرون کو معلوم نہین کہ مسلمانون نے ہندوستان کی افتادہ زمین کو چمن زار بنادیا تھا، دنیا جانتی ہے کہ ہندو پہلے پتون پر رکھکر کھانا کھاتے تھے، ننگے پاؤن رہتے تھے، زمین پر سوتے تھے، بن سلے کپڑے پہنتے تھے، تنگ مکانون مین بسر کرتے تھے، مسلمانون نے آکر ان کو کھانے، پینے، رہنے، سہنے، وضع لباس، فرش، فروش، زیب و زینت کا سلیقہ سکھلایا، لیکن یہ موقع اس مضمون کے پھیلانے کا نہین ہے،

البتہ یہ بات یہان جتانے کے قابل ہے کہ باوجود اس کے کہ ہندوستان زراعتی ملک ہے جتنے عمدہ قسم کے پھل اور میوے ہین سب مسلمانون کے لائے ہوئے ہین، سیب، ناشپاتی، انگور، خربزہ

سنترے وغیرہ وغیرہ کا یہان پہلے نام ونشان بھی نہ تھا، ان چیزون مین سے خربزہ کی پیداوار کا فخر خانخانان کو حاصل ہے، مصنف مآثر رحیمی لکھتا ہے کہ ہندوستان مین خربزہ نہین ہوتا تھا، ایران اور خراسان سے آتا تھا، سب سے پہلے خانخانان نے عراق اور خراسان سے تخم منگوائے، اور بلکوارہ علاقہ گجرات مین آب وہوا کی مناسبت کے لحاظ سے ایک قطعہ انتخاب کر کے اسکی کاشت کرائی، دو تین سال مین ایسے اچھے خربزے پیدا ہونے لگے کہ ولایت کی برابری کرتے تھے،

عمارات | خان خانان نے تمام مشہور مقامات دہلی، لاہور، آگرہ، گجرات مین باغ مکانات سرائین تعمیر کرائی تھین، مصنف نے ان کا حال تفصیل سے لکھا ہے،

حمام | ہندؤن کے حمام دریا کے گھاٹ ہین، جو آج تک موجود ہین، مسلمانون کے عہد مین امرا، اور رؤسا اپنے گھرون مین حمام بنواتے تھے لیکن پبلک حمام مطلق نہ تھے، سب سے پہلے خانخانان نے گجرات مین محمد علی معمار کے زیر اہتمام حمام بنوایا، اور وقف عام کردیا، اسوقت سے حمام کا عام رواج ہوگیا،

جہازات | خانخانان نے تین جہاز طیار کرائے تھے، جن کا نام رحیمی، کریمی، اور سالاری رکھا تھا، یہ جہاز صرف اس غرض سے تھے کہ حج کے موسم مین غریب حاجیون کو مفت حج کرنا نصیب ہو،

ابری اور عکس کا کاغذ | جلد بندی کے کام کے لئے ابری کا کاغذ، خانخانان کے کاریگرون کی ایجاد ہے، عکس کا کاغذ پہلے بھی تھا، لیکن عکس ہفت رنگ اس کے عہد کی ایجاد ہے[۱]،

ذاتی ہنر اور اخلاق وعادات | خان خانان نے علوم وفنون کے علاوہ سپہگری کی نہایت اعلیٰ درجہ کی تعلیم پائی تھی، اسکے جنگی کارنامے گجرات اور سندھ کے فتوحات ہین جن کے لئے تاریخی دفتر دیکھنے چاہئین، یہان روزمرہ کی باتین لکھی جاتی ہین،

تیراندازی مین قدر انداز تھا، گجرات مین جب مظفر پر فتح حاصل کی ہے تو ایک دفعہ میدان

[۱] افسوس ہے عکس کے کاغذ کا مفہوم ہم نہین سمجھ سکے، معلوم نہین کیا چیز تھی،

مین گیند کھیل رہا تھا، ایک کوا ہوا مین اڑتا جاتا تھا، خان خانان نے پے درپے اس کے چارون طرف تیرون کا دائرہ بنا دیا، چنانچہ بارہ۱۲ تیر مارے تھے، بالآخر تیرھوین تیر مین مار کر گرا دیا، سنجر کاشی مشہور شاعر موقع پر موجود تھا، برجستہ یہ رُباعی موزون کر کے پڑھی :-

در عرصۂ دست برد تِ ای رین چنگ بسیار چنان بود کہ یک جعبہ خدنگ،
از جلدی بازوے تو در روے ہوا دنبالہ بہم گرفتہ چون خیل کلنگ

یعنی تو اس تیزی سے تیر پھینکتا ہے کہ ہوا مین تیرون کی اس طرح قطار قائم ہو جاتی ہی جس طرح کلنگ قطار باندھ کر اڑتے ہین،

ایک دفعہ ایک شیر کی پیشانی پر تیر مارا کہ سوفار تک اتر گیا، اسی شاعر نے ایک قطعہ مین اس واقعہ کو ادا کیا ہے، جس کا ایک شعر یہ ہے :-

ناوکِ دلدوز بر پیشانیِ آن شیر زد کز سرِ سوفار آن بنمود زخمِ این دہان

بارہا شیرون اور بھیڑیون کو تلوار سے مارا ہے، چنانچہ مصنف نے متعدد واقعات نقل کئے ہین :-

ورزش ورزش مین عجیب عجیب مشقین پیدا کی تھین، ایک رومال چار آدمیون کے ہاتھ مین دے دیتا تھا، کہ چارون کونے تھام کر تانے کھڑے رہین، خود دور سے دوڑتا ہوا آیا، قریب پہونچ کر اچھلا، اور رومال پر قدم رکھتا ہوا، اس صفائی سے نکل گیا کہ رومال پر آسیب نہ آنے پایا، مصنف نے لکھا ہے کہ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے، جب خان خانان کی عمر سترہ برس کی تھی، ہم نے کرناٹک کے بازیگرون کو اکثر یہ تماشہ کرتے دیکھا ہے، خان خانان نے انھین لوگون سے تعلیم پائی ہوگی،

اخلاق، حلم و عفو، باوجود اس اقتدار اور عظمت کے حسنِ اخلاق کی مجسّم تصویر تھا، جس زمانے مین خان خانان کا خطاب ملا ہے، چند نصیحت آمیز فقرے ایک کاغذ پر لکھکر نوکرون کو دیئے، کہ جب مجھے کسی بات یا کسی شخص پر غصہ آئے تو اس کو پیش کر دینا، چنانچہ کتنا ہی غیظ و غضب مین ہوتا تھا، اس کاغذ کے پیش ہونے کے ساتھ ٹھنڈا ہو جاتا تھا،

ایکدفعہ پاؤن مین زخم ہو گیا تھا، مدت تک دربار نہ کر سکا، زخم ابھی آ لے تھے کہ کسی ضرورت کیوجہ سے باہر نکلا، ہجوم عام مین ایک نوکر کا پاؤن اس کے پاؤن پر پڑ گیا، اور زخم پھٹ گیا، مصاحبون نے نوکر کو سزا دینی چاہی، خان خانان نے روکا کہ اس کا کیا قصور ہے، ایک اتفاقیہ بات تھی،

مصنف نے اور بہت سے واقعات نقل کئے ہین ہم اس لحاظ سے قلم انداز کرتے ہین کہ خانخانان کو نظر نہ لگ جائے،

اس کتاب (مآثر رحیمی) مین تمام خوبیون کے ساتھ یہ بہت بڑا عیب ہے کہ خان خانان کی خوبیان ہی خوبیان گنائی ہین، نکتہ چینی کا نام نہین، حالانکہ آجکل کے مذاق کے موافق سوانحمری اور لائف کی یہ ضروری شرط ہے، لیکن اس طریقہ کو ہم آج کل کے پرفریب طریقے سے زیادہ پسند کرتے ہین، جسمین راست نویسی اور تنقید کا بہت کچھ دعویٰ کر کے بھی سوانحمری کے بجائے مناقب کی کتاب لکھی جاتی ہے، اور کوئی عیب اور وہ بھی خفیف کر کے لکھا جاتا ہے، تو اس غرض سے کہ محاسن کے یقین کرانے کے کام آئے، یعنی جب عیب نہین چھپایا ہے، تو محاسن کیون غلط لکھے ہون گے، بہتر سے بہتر سوانحمری جو ہماری زبان مین لکھی گئی ہے اس طریقے کی عمدہ مثال ہے،

اب ہم خان خانان سے رخصت ہوتے ہین، خدا نے چاہا تو شعر العجم مین پھر نیاز حاصل ہوگا،

یادگارِ زمانہ ہین ہم لوگ — سن رکھو تم فسانہ ہین ہم لوگ

۱۷ اپریل ۱۹۰۷ء

(الندوہ، ج ۴ نمبر ۳، ربیع الاول ۱۳۲۵ھ)

جہانگیر

اور

تزکِ جہانگیری

بہ من چندان گنہ از بدگمانی میکند نسبت

کہ من ہم در گمان افتادہ پندارم گنہگارم

یورپ کے بیدرد واقعہ نگارون نے سلاطینِ اسلام کی غفلت شعاری، عیش پرستی، بیکاری کے واقعات کو اس بلند آہنگی سے تمام عالم مین مشہور کیا کہ خود ہمین کو یقین آچلا اور تقلید پرست تو بالکل **یورپ** کے ہم آہنگ بن گئے،

ہندوستان کے سب سے بڑے انشاپرداز نے **نیرنگ خیال** مین جہانگیر کی یہ تصویر کھینچی ہے "اس کے بعد ایک اور بادشاہ آیا جو اپنی وضع سے ہندو راجہ معلوم ہوتا تھا، وہ خود مخمور نشہ مین چور تھا، ایک عورت صاحبِ جمال (نورجہان) اس کا ہاتھ پکڑے آتی تھی، اور جدھر چاہتی تھی پھراتی تھی، وہ جو کچھ دیکھتا تھا اس کے نورِ جمال سے دیکھتا تھا، اور جو کچھ کہتا تھا اسی کی زبان سے کہتا تھا، اس پر بھی ہاتھ مین ایک جزو کاغذون کا تھا اور کان پر قلم دھرا تھا، یہ سانگ دیکھکر سب مسکرائے، مگر چونکہ دولت اس کے ساتھ ساتھ تھی، اور اقبال آگے آگے اہتمام کرتا آتا تھا، اسلئے بدمست بھی نہ ہوتا تھا، جب نشہ سے آنکھیں کھلتی تھین تو کچھ لکھ بھی لیتا تھا"

لیکن آؤ دیکھین اس جھوٹ مین کچھ سچ بھی ہے، ہمارے انشا پرداز نے جہانگیر کے کبھی کبھی ہوش مین آجانے کا جو کارنامہ بتایا ہے، وہ اسکی کتاب تزکِ جہانگیری ہے، اور سچ یہ ہے کہ جہانگیر کے طرزِ عمل اور ہر قسم کے خیالات کے دریافت کرنے کا اس سے زیادہ صحیح ذریعہ نہین ہو سکتا، اس لئے ہم اس مضمون مین اسی کتاب پر مختلف حیثیتون سے نظر ڈالنا چاہتے ہین،

اس کتاب کی سب سے بڑی خصوصیت (جس کو سب سے پہلے بیان کرنا چاہئے) یہ ہے کہ وہ واقعات کا نہایت صحیح اور سچا مرقع ہے، اس کا ہر ہر لفظ شہادت دیتا ہی کہ کتاب کا لکھنے والا کسی واقعہ مین کسی قسم کی رنگ آمیزی نہین کرنا چاہتا، وہ حکمت عملی اور پالیٹکس کے فلسفہ سے بالکل ناواقف ہے، وہ بدنما واقعات پر ملمع سازی کا روغن نہین چڑھا سکتا، وہ عیب بھی کرتا ہی تو ڈنکے کی چوٹ کہدیتا ہی، اور ہنر کا کوئی کام اُس کے ہاتھ سے بن آتا ہے، تو داد طلب خاموشی نہین اختیار کرتا بلکہ علانیہ فخر کا اظہار کرتا ہی، مورخین کو اپنے تجسس اور راز جوئی پر ناز ہے، کہ انھون نے ابوالفضل کے قتل کی سازش دریافت کرلی لیکن جہانگیر خود صاف صاف لکھتا ہی:-

راجہ نرسنگھ دیو از راجپوتانِ بندیلہ...... بہ منصب سہ ہزاری سرفرازی یافت وباعثِ ترقی و رعایت او آن شد کہ در اواخرِ عہدِ پدر بزرگوارم شیخ ابوالفضل را کہ از شیخ زادہاے ہندوستان بہ مزیت فضل و دانائی امتیاز تمام داشت...... طلب داشتند وچون خاطرِ او بمن صاف نبود یقین بود کہ اگر دولتِ ملازمت دریابد باعثِ زیادتیِ آن غبار خواہد گشت و مانع دولت مواصلت گردیدہ کار بجائے خواہد رسانید کہ بضرورت از سعادت خدمت محروم باید گردید، چون ولایت نرسنگھ دیو سر راہ او واقع بود باو پیغام فرستادم کہ اگر سر راہ بر آن مفسد فتنہ انگیز گرفتہ او را نیست و نابود سازد رعایتہاے کلی از من خواہد یافت،

اپنے بیٹے شاہجہان کو شراب پلواتا ہے، تو بے تکلف لکھتا ہی:-

تا سال حال کہ سنش بہ بیست و چہار سالگی رسیدہ و کدخدائیہا کردہ و صاحب فرزندان شدہ اصلا خود را بخوردن شراب آلودہ نساختہ بود؛ این روز کہ مجلس وزن او بود گفتم کہ بابا! صاحب فرزندان شدۂ و بادشاہان و بادشاہزادگان شراب خوردہ اند امروز کہ روز جشن تست بتو شراب می خورانم و رخصت می دہم کہ در روزہاے جشن و ایام نوروز و مجلسہاے بزرگ میخوردہ باشی اما طریقۂ اعتدال مرعی داری۔

اس قسم کے سینکڑون واقعات ہین جن سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ اُس نے جہان جو کچھ لکھا ہے، سچائی کے جادہ سے بال برابر بھی نہین ہٹا ہے،

قدرتِ زبان ایک اور خصوصیت جو قوتِ تحریر سے متعلق ہے اور جس کو اصل مقصد سے پہلے بیان کرنا چاہیئے، یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے واقعات کو جس خوبی، سادگی، صفائی اور بے تکلفی سے بیان کرسکتا ہے، اور ساتھ ہی زبان کا لطف قائم رکھتا ہے، فارسی انشا پردازون مین کسی سے بن نہین آسکتا اختصار کے لحاظ سے ہم ایک دو مثالون پر اکتفا کرتے ہین،

چونکہ اسکو علم الحیوانات کے ساتھ خاص شغف تھا دور دراز ممالک مین گماشتے مقرر کئے تھے کہ ہر قسم کے عجیب و غریب جانور جہان سے جس قیمت پر ہاتھ آئین شاہی عجائب خانے کے لئے روانہ کئے جائین، چنانچہ سنہ ۱۰۲۱ھ مین مقرب خان، بندر کھمبات سے جو عجیب و غریب جانور ساتھ لایا، ان مین پیرو بھی تھا جس کو آج انگریزی مرغی کہتے ہین، اس کی تصویر جہانگیر ان الفاظ مین کھینچتا ہے:-

یکے از جانوران در جثہ از طاؤس مادہ کلان تر و از نر فی الجملہ خورد تر گاہے کہ در مستی جلوہ نماید دم خود را دیگر پرہا را طاؤس آسا پریشان می سازد و برقص در می آید، سر و گردن و زیر حلقوم او ہر ساعت برنگے ظاہر می گردد، وقتیکہ در مستی ست سرخ سرخ است گویا کہ تمام را بہ مرجان مرصع ساختہ اند و بعد زمانے ہمین جاہا سفید می شود، و بطریق پنبہ بنظر در می آید، بوقلمون آسا ہر زمان

برنگے دیگر دیدہ می شود و دو پارچہ گوشتی کہ بر سر دارد بہ تاجِ خروس مشابہ است، غریب این است

کہ در ہنگام مستی پارچۂ گوشت مذکور بطریق خرطوم از بالاے سر او تا یک وجب می آویزد و باز کہ

آن را بالا می کشد چون شاخِ کرگدن بر سر او بمقدار دو انگشت نمایان می گردد، اطرافِ چشم

او ہمیشہ فیروزہ گون ست"

ایک اور پرندہ کی تصویر یون کھینچتا ہے:۔

"یکے از خصوصیاتِ این جانور آن ست کہ تمام شب پاے خود را بر شاخِ درخت بند

کردہ خود را سر نشیب مے سازد و با خود زمزمہ می کند و چون روز شد بالاے آن درخت می نشیند"

اسی طرح وہ جشنون کی چہل پہل لڑائیون کی ہل چل، شکارون کی دوڑ دھوپ، موسمون

کی دلآویزی، باغون کی تر و تازگی، آپس کی صحبتون کی رنگینی کو ایسے بے تکلف، برجستہ اور دلآویز

طریقہ سے ادا کرتا ہے، کہ بڑے بڑے نامور انشا پرداز نہین کر سکتے، ان خصوصیتون کے بیان کرنے

کے بعد اب ہم اُن حالات کی طرف متوجہ ہوتے ہین جن سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ یورپ کے

مورخین اس کی زندگی کا جو نقشہ کھینچتے ہین کہان تک صحیح ہے،

تزک جہانگیری اس کا روزانہ روزنامچہ ہے، اس مین وہ تاریخ وار تمام واقعات جو

اُس کو پیش آتے ہین اور جن اشغال مین وہ مشغول رہتا ہے تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے، اس

کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی عمر کا بڑا حصہ ملک کے دورہ مین صرف ہوا ہے، جس کے ذریعہ سے

وہ ملک اور رعایا کے حالات سے اطلاع حاصل کرتا تھا، اس خصوصیت مین وہ اپنے تمام پیشرؤن

اور جانشینون سے بڑھا ہوا ہے، کہ اس کے سفر کی مدت اور سفر کے حدود سب سے زیادہ وسیع ہین،

دورہ کے روزانہ حالات جو وہ قلمبند کرتا ہے اُس مین عیش و عشرت کا حصہ بہت کم نظر آتا

ہے، یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ان واقعات کو قلم انداز کر جاتا ہے شبستانِ عیش مین بسر کرنا شراب کے

جلسے قائم کرنے، جشن آرائی کی دھوم دھام، نغمہ و سرود کی مجلسین، ان تمام واقعات کو وہ نہایت مزے لیکر بیان کرتا ہے، لیکن جب اس قسم کے حالات کو اُس کے ملکی اور علمی اشغال سے موازنہ کیا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ ان تفریحی اشغال کو اُس نے اسی حد تک جائز رکھا تھا جس قدر آج یورپ نے باوجود کمالِ تہذیب کے جائز رکھا ہے،

مہماتِ ملکی کی طرف توجہ ہم دیکھتے ہین کہ کبھی وہ بڑی مہمات پر فوجین بھیج رہا ہے، کبھی ایک غریب بڑھیا کی ایک طاقتور درباری کے مقابلہ مین دادرسی کر رہا ہے، کبھی علاقہ کی پیمایش مین مصروف ہے، کبھی صوبہ جات کے گورنرون کے نام احکام جاری کر رہا ہے، کبھی ملکی پیداوار کی تحقیقات مین مصروف ہے، کبھی سرحدی حکمرانون سے تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے، کبھی علمار کی مجلس مین شریک ہے، کبھی غیر مذہب والون سے علمی مباحثے کر رہا ہے، اسی حالت مین کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے، تو اربابِ نشاط اور نغمہ و سرود سے بھی دل بہلا لیتا ہے، اگر یہ جرم ہے تو سب کو اس جرم کا مرتکب ہونا چاہیئے، ع

سہ ماہ مے خور و نہ ماہ پارسامی باش،

اُس نے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ پہلا حکم جو صادر کیا وہ زنجیرِ عدالت کا آویزان کرنا تھا، شخصی حکومتون مین رعایا کی دادرسی مین جو امر سب سے بڑا دقت طلب ہوتا ہے وہ بادشاہ کے دربار کی رسائی ہے، نقیب و چاؤش، حاجب و دربان، خدم و حشم کے ہجوم مین مظلومون کا بادشاہ تک پہنچنا ایک طرف اون کی آواز بھی نہین پہنچ سکتی،

جہانگیر نے سب سے پہلے اسکی طرف توجہ کی اور حکم دیا کہ ایک زنجیر قلعہ کے برج سے دربار تک لٹکائی جائے تاکہ جو مظلوم شاہی دربار تک نہ پہنچ سکے، اس زنجیر کو ہلادے،

جب کوئی شخص اس زنجیر کو ہلاتا تھا تو قلعہ مین خبر ہو جاتی تھی، اور جہانگیر اسی وقت باہر

نکل آتا تھا، اور اسکی داد رسی کرتا تھا،

جہانگیر کی نفاست پسندی نے یہان بھی کام کیا یعنی زنجیر زر خالص سے تیار کی گئی، یہ زنجیر ۳۰ گز لمبی تھی، اور ۴ من وزن تھا اس مین ساٹھ گھنگرو تھے، جو زنجیر ہلانے سے بجتے تھے،

اس کے علاوہ تخت نشینی ہی کے ساتھ اس نے دوازدہ گانہ احکام صادر کئے جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) تمغا، اور میر بحری، اور وہ ٹکس جو ہر صوبہ کے جاگیر دارون نے مقرر کئے تھے، قطعاً موقوف کر دیئے،

(۲) جن راستون مین ڈاکے پڑتے تھے حکم دیا کہ منزل بہ منزل سرائین، کوئین، اور مسجدین تیار کرائی جائین تاکہ لوگ آباد ہو جائین اور چوری وغیرہ نہ ہونے پائے، اسکے ساتھ یہ بھی حکم دیا کہ سوداگرون کا اسباب اون کی مرضی کے بغیر کوئی کھولنے نہ پائے،

(۳) اب تک یہ قاعدہ تھا کہ جو شخص مرجاتا تھا اس کا مال ضبط ہو کر خزانۂ شاہی مین داخل ہوتا تھا، اگرچہ اکثر وہ وارثون کو واپس ملتا تھا لیکن یہ شاہی احسان سمجھا جاتا تھا، جہانگیر نے حکم دیا کہ جائداد و مال وارثون کا حق ہے، کسی کو اس مین تصرف کا حق نہین، البتہ جو شخص لاوارث مرجائے اس کا مال بیت المال مین داخل ہو، لیکن وہ بھی صرف پبلک ورکس یعنی سراؤن، پلون، تالابون کی تیاری مین صرف کیا جائے،

(۴) تمام ممالکِ محروسہ مین شراب اور دیگر مسکرات بکنے نہ پائین، جہانگیر نے جہان اس حکم کا ذکر کیا ہے انصاف پسندی کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

"باآنکہ خود بخوردن شراب ارتکاب می نمایم"

(۵) کسی کے مکان مین سرکاری ملازمین اترنے نہ پائین،

(۶) ناک، کان کاٹنے کی جو سزائین دیجاتی تھین، یکقلم موقوف کر دین،

(۷) رعایا کی زمین زبردستی خالصہ مین شریک نہ کیجائے،

(۸) ملازمین شاہی اپنے علاقون مین بغیر اجازت کے شادی نہ کرنے پائین،

(۹) تمام بڑے بڑے شہرون مین شفاخانے قائم کئے جائین، اور طبیب و جراح مقرر ہون اور یہ تمام صرف جیب خاص سے ادا کیا جائے،

(۱۰) ۱۸ ربیع الاول (تاریخ ولادت جہانگیر) اور جمعرات اور ہفتہ کو جانور ذبح نہ کئے جائین،

(۱۱) عام حکم دیا کہ والد ماجد (اکبر شاہ) کے زمانے کے تمام مناصب اور عہدے برقرار رکھے جائین،

(۱۲) جس قدر قیدی قلعون مین اور جیل خانون مین مقید تھے سب آزاد کر دیئے[۱]،

جغرافیانہ اور محققانہ تحقیقات ہندوستان کی سیکڑون تاریخین لکھی گئین جنمین حکومت اور فتوحات کے حالات ہین، لیکن کوئی کتاب جغرافیہ کے طرز پر نہین لکھی گئی جس سے ایک ایک شہر اور قصبہ کے حالات معلوم ہوتے، اس انداز کی سب سے پہلی کتاب آئین اکبری ہے، جسمین نہایت اجمالی حالات ہین، آج کل گزیٹیر کا جو طریقہ ہے، یہ اس عہد مین بالکل نہ تھا، لیکن اس کا خاکہ درحقیقت جہانگیر نے قائم کر دیا تھا، تزک جہانگیری مین وہ جس صوبہ یا جس شہر کا حال لکھتا ہی اسکی ابتدائی تاریخ، مساحت، پیداوار کے اقسام، آب و ہوا، اثمار و اشجار، رسوم و عادات، ایک ایک چیز کو نہایت تفصیل سے لکھتا ہی، مثلاً کشمیر کے حال مین لکھتا ہے :-

کشمیر اقلیم چہارم مین شامل ہے، اس کا عرض بلد خط استوار سے ۳۵ درجہ اور طول جزائر سفید سے ۱۰۵ درجہ ہے، مدت سے یہ ملک ہندو راجاؤن کے قبضہ مین تھا، چنانچہ ان کی کل مدت حکومت .... ۴ہ سال ہے، جس کے تفصیلی حالات راجہ ترنگ کی تاریخ مین

---

[۱] دیکھو تزک جہانگیری صفحہ ۳، تا صفحہ ۵،

جس کا ترجمہ عرش آشیانی (اکبر) کے حکم سے فارسی مین ہو چکا ہے، بہ تفصیل مذکور ہین، ۷۱۲ھ مین مسلمانون کا قبضہ ہوا، ۳۲ حکمرانون نے ۲۸۲ برس تک حکومت کی ۹۹۴ھ مین عرش آشیانی (اکبر) نے فتح کیا،

کشمیر کا طول بہلولباس سے نشیبی حصہ تک ۵۶ کوس ہے، اور عرض ۲۷ کوس، ابوالفضل نے اکبر نامہ مین یون ہی قیاساً لکھ دیا ہی کہ کشمیر کا طول دریاے کشن گنگا سے ۱۲۰ کوس ہی، مین نے بہ نظر احتیاط ماہران فن کو مقرر کیا، کہ طول اور عرض کی پیمایش کرین، ابوالفضل نے ۱۲۰ کوس جو لکھے وہ کل ۶۷ ٹھہرے، قاعدہ یہ ہے کہ ہر ملک کی سرحد وہان تک قرار دیجاتی ہی، جہان تک اس ملک کی بولی بولی جاتی ہے، اس بنا پر بہلولباس سے کشمیر کی سرحد مقرر کی گئی ہی، جو دریاے کشن گنگا سے ۱۱ میل اس طرف ہی،

شہر کا نام سری نگر ہی، دریاے بہٹ شہر کے بیچ مین بہتا ہی، اس دریا کا مخرج ایک چشمہ ہے، جس کا نام ویری ناگ ہے، جو سری نگر سے ۱۴ کوس ہے، مین نے اس چشمہ پر ایک باغ اور عمارت طیار کرائی ہی، شہر مین چار پل نہایت مستحکم اور مضبوط ہین، پل کو کشمیری زبان مین کدل کہتے ہین، یہان ایک نہایت عالیشان مسجد ہے جو سلطان سکندر نے ۷۹۰ھ مین طیار کرائی تھی، محراب سے شرقی دیوار تک ۱۴۵ گز طول اور ۱۴۴ گز عرض ہی، میر سید علی ہمدانی کی ایک خانقاہ یہان یادگار ہے، یہان آمد و رفت کشتی کے ذریعہ سے ہے، ۵۷۰۰ کشتیان اور ۷۴۰۰ ملاح ہین،

کشمیر مین ۳۸ پرگنہ جات ہین، بالائی حصہ کو امراج اور نشیبی کو کامراج کہتے ہین، یہان مالگذاری مین نقدی دینے کا دستور نہین، بلکہ بٹائی کا طریقہ ہے، ایک خروار تین من آٹھ سیر کا ہوتا ہی، اس حساب سے کشمیر کی کل مالگذاری ۳۰ لاکھ ۶۳ ہزار ۵۰ خروار ہے، جس کو نقدی سے بدل دین تو سات کرور ۴۶ لاکھ ستر ہزار دام ہوتے ہین، (دام قریباً سوا پیسہ کا ہوتا ہی)

کشمیر کا راستہ سخت دشوار گذار ہے، نسبتہً سب سے آسان راستہ بھمبیر اور بگلی کا ہے، لیکن کشمیر کی بہار دیکھنی ہو تو بگلی کے راستہ سے جانا چاہیئے،،

کشمیر ایک ہمیشہ بہار چمن زار ہے، جہان تک نگاہ کام کرتی ہی، سبزۂ آب روان، گلاب، بنفشہ، نرگس، اور سیکڑون قسم کے پھول ہی پھول نظر آتے ہین، بہار مین نہ صرف صحرا اور چمن بلکہ در و دیوار، صحن و بام، لالہ سے پٹ جاتے ہین،

کشمیر کے تمام مکانات چوبین ہوتے ہین، جو دو منزلے سہ منزلے ہوتے ہین، بالا خانہ کو خاکپوش کرکے اس مین لالہ بوتے ہین جو بہار مین پھولتا ہے، اور عجب عالم پیدا کرتا ہے، یہ خاص کشمیر کی ایجاد ہے،

کشمیر کے مضافات مین پھولون کی اقسام کا شمار نہین ہوسکتا، استاد منصور نقاش نے میرے حکم سے جتنے پھولون کی تصویرین لین اون کی تعداد سَو سے متجاوز تھی، عرش آشیانی سے پہلے یہان شاہ آلو مطلق پیدا نہین ہوتا تھا، محمد قلی افشار نے کابل سے لاکر پیوند لگایا، اب تک دس پندرہ درخت طیار ہو چکے ہین،

اس کے بعد تمام میوہ جات اور پیداوار اور حیوانات اور لوگون کی معاشرت اور رہنے سہنے کا حال لکھا ہے، اس مختصر مضمون مین ان کی گنجایش نہین،

انصاف کرو ایک محقق جغرافیہ دان اور مورخ کسی ملک کا حال اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا تھا، باوجود اس کے یوروپین مورخون کی نا انصافی اور ستم ظریفی دیکھو کہ جہانگیر کو مستِ لایعقل کا خطاب دیتے ہین، اور افسوس یہ ہے کہ ہمارا اردو کا انشاپرداز بھی (مولوی محمد حسین آزاد) قاضی نور اللہ شوستری کے خون کا انتقام اسی پردہ مین لیتا ہے،

جہانگیر کے دورہ کی حد ایک طرف آگرہ سے لیکر پنجاب اور کشمیر تک اور دوسری طرف مانڈو

اور گجرات تک ہے، ان ممالک کے اضلاع اور شہرون بلکہ قصبات تک کے تمام حالات اس نے جس تحقیق سے لکھے ہین، اس پر اضافہ نہین ہو سکتا،

علم الحیوانات **جہانگیر** کے زمانہ مین کسی کو اس فن کا خیال بھی نہ ہوگا لیکن تزک جہانگیری مین اسکے متعلق اس قدر معلومات ملتے ہین کہ اس علم کی ایک اچھی ابتدائی تصنیف اس سے تیار ہو سکتی ہے شکار کا شوق، شاہی لوازم مین داخل ہے، اور گو خشک مزاج عالمگیر اسکو "کار بیکاران" کے لقب سے یاد کرتا تھا لیکن خود بھی اکثر بیکار بنجاتا تھا، تاہم آج تک کسی نے اس سے یہ کام نہین لیا، کہ علم الحیوانات کی تدوین مین کام آئے **جہانگیر** کو بھی شکار کا بے انتہا شوق تھا، ایک دفعہ اس نے اپنی شکار افگنی کا نقشہ تیار کرانا چاہا، چونکہ دفتر مین ایک ایک چیز قلمبند کی جاتی تھی اسلئے تحقیقات سے ثابت ہوا کہ بارہ برس کی عمر یعنی ۹۸۸ھ سے پچاسوین سال تک ۲۸۵۳۲ جانور اس نے شکار مین مارے تھے، جن مین ۸۶ شیر تھے، تزک مین ایک ایک جانور کی الگ الگ تفصیل لکھی ہے،

وہ جس جانور کو مارتا تھا، فوراً اوس کا وزن اور تشریح کراتا تھا اور یہ دیکھتا تھا کہ اس مین غیر معمولی کیا چیزین ہین، مثلاً

> گرگ نرے میرزا رستم شکار کردہ بود، آوردہ می خواستم کہ ملاحظہ نمایم کہ زہرۂ او بطریق زہرۂ شیر در درون جگر واقع است، یا مانند جانوران دیگر در بیرون جگر دارد، بعد از تفحص ظاہر شد کہ زہرۂ او ہم در درون جگر می باشد،
>
> یکے از بزہاے نر را کہ از ہمہ کلان تر بود فرمودم کہ بوزن در آورند، دو من و بست و چہار سیر ظاہر شد، از گور خرہاے شکاری یکے کہ بہ جثہ از ہمہ قوی تر بود نہ من و شانزدہ سیر سنجیدہ شد،

مگر مچھ دیدہ شد کہ ہشت گز طول و یک گز عرض داشت،

نورجہان بیگم قرینۂ اینجا بہ بندوق زد کہ تا حال بہ آن کلانی و خوش رنگی دیدہ شدہ بود، فرمودم وزن نمودند نوزدہ تولہ و پنج ماشہ بوزن در آمد،

درین تاریخ امانت خان دو دندان فیل گذرانید بغایت کلان کہ یکے ازان سہ ذرع دگر، و ہشت طسو طول و شانزدہ طسو ضخامت داشت سہ من دو سیر بوزن در آمد،

چونکہ قدیم تصنیفات مین تصویر درج نہین کرتے تھے اسلئے علم الحیوانات کی تصانیف مین سب سے مقدم یہ ہے کہ جس جانور کا ذکر کیا جائے اسکی صورت شکل، ڈیل ڈول، خط و خال، رنگ روپ کا اس طرح بیان کیا جائے کہ آنکھون مین تصویر پھر جائے، حیواۃ الحیوان دمیری مین جو اس فن کی سب سے عمدہ کتاب خیال کیجاتی ہے، اکثر یہ نقص پایا جاتا ہے کہ دو جانور جو باہم ملتے جلتے ہین، ان مین امتیاز نہین ہو سکتا، لیکن جہانگیر جس جانور کا ذکر کرتا ہے، تصویر کھینچکر رکھدیتا ہے، اس سے اسکی قوت تحریر اور قدرت زبان کا بھی اندازہ ہوتا ہے، ولایتی مرغی کا ذکر اوپر گذر چکا ہے، اس کو ایک بار اور پڑھو، ایک اور موقع پر ایک قسم کے بندر کا ذکر کرتا ہے:-

میموئے آوردہ بود بہ ہیأت غریب و شکل عجیب دست و پا و گوش و سر او بعینہ میمون ست و روے او بروے روباہ می ماند، رنگ چشمہاے او بہ رنگ چشم باز، لیکن از چشم باز کلان ترست، از سر او تا سر دم یک ... ذرع معمول بودہ است، از میمون پست تر و از روباہ بلند تر است، رنگ او خاکستری ست، از بنا گوش تا زنخ سرخ است می گون، دم او از نیم ذرع دو سہ انگشت دراز تر غایتہ بہ خلاف دیگر میمون ہا دم این جانور افتادہ است،

لیکن اس نے اسی پر اکتفا نہین کیا، بلکہ تمام کمیاب جانورون کی تصویرین کھچوائین اور تزک جہانگیری مین شامل کین، چنانچہ اس کا ذکر مصوری کے بیان مین آیگا، اکثر شکارون مین جب کوئی

غیر معمولی قدوقامت کا جانور شکار کرتا تھا تو اس کی تصویر کھچواتا تھا، ۱۳ھ جلوس مین ایک نہایت مہیب شیر کا شکار کیا تو اسکی تصویر کھینچوائی، چنانچہ خود لکھتا ہی:۔

از ایام شہزادگی تا حال این ہمہ شیر کہ شکار کردم در بزرگی وشکوہ وتناسب اعضا مثل این شیرے بہ نظر نیامدہ بہ مصوران فرمودم کہ شبیہہ آن را موافق ترکیب وجثہ بکشند بست وہم من جہانگیری وزن شد، (صفحہ ۳۷۵)

علم الحیوانات کے نتائج مین اس سے بہت مدد ملتی ہے کہ جانورون کے نہایت غیر معمولی اقسام ڈھونڈ کر پیدا کئے جائین، کیونکہ اس سے اکثر جانورون کی ماہیت اور جنس ونسل جو قرار پا چکی تھی، بدل جاتی ہے **جہانگیر** اس کا خاص خیال رکھتا ہے، سفید رنگ کا چیتہ بہت کم سنا گیا ہی، راجہ نرسنگھ دیو نے جب ۱۳ھ جلوس مین پیش کیا تو نہایت خوش ہوا، تزک مین اس کا بہان ذکر کیا ہے، لکھتا ہے کہ مین نے حسب ذیل جانور بالکل سفید دیکھے ہین، اور میرے چڑیا خانے مین موجود ہین،

شاہین، باشہ، شکرا، گنجشک، کوا، بٹیر، تیتر، پودنہ، طاؤس باز،

جہانگیر کا جانور خانہ، حقیقت مین ایک عجائب خانہ تھا، اس مین ایسے بھی بہت سے جانور تھے، جن کی خلقت غیر معمولی خلقت تھی، ان مین ایک بکرا تھا، جو بقدر ایک پیالہ کے دودھ دیتا تھا،[1]

۹ھ جلوس مین ولایت زیر باد سے ایک پرند آیا جو طوطی کے مشابہ تھا، اسکی یہ عادت تھی کہ تمام رات اُلٹا لٹک کر چہچے کرتا تھا، **جہانگیر** اُس کا حال ان الفاظ مین لکھتا ہی:۔

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۴۴،

درین روزها جانورے از ولایت زیر باد آوردہ بودند کہ رنگ اصل بدنِ او موافق

بہ رنگ طوطی ست لیکن در جثہ از و کوچک ترست، یکے از خصوصیاتِ این جانور آن ست کہ

تمام شب پای خود را بر شاخِ درختے یا چوبے کہ او را بر آن نشانیدہ باشند، بند کردہ خود را

سر شیب می سازد و با خود زمزمہ میکند و چون روز شد بر بالاے آن شاخِ درخت می نشیند،

آب مطلق نمی خورد، و در طبیعت او کار زہر می کند،

جہانگیر ان عجائبات کے بہم پہنچانے مین بے دریغ روپیہ صرف کرتا تھا، اور اُن امراء سے

نہایت خوش ہوتا تھا، جو اس قسم کی چیزون کو بہم پہنچاتے تھے، اور روپیہ کا مطلق خیال نہین کرتے

تھے، مقرب خان کو بندر کھمبات مین بھیجا تو تاکید کی، کہ

بہ بندر گووا رفتہ نفایسے کہ دران جا بدست آید جہت سرکار خاصہ شریفہ خریداری

نماید، حسب الحکم بہ استعداد تمام بہ گووہ رفت و مدتے دران جا بودہ نفایسے کہ دران بندر بدست

افتاد، اصلاً روے زر نہ دید، بہر قیمتے کہ فرنگیان خواستند زر دادہ گرفت، ازان جملہ جانورے

چند آوردہ بود بسیار عجیب و غریب، چنانچہ تا حال نہ دیدہ بودم بلکہ نام او را کسے نمیدانست[1] الخ

اس کے فیل خانہ مین ایک ہاتھی تھا جس کا نام اس نے گجراج رکھا تھا، اس کا قد

سات گز شرعی اور آٹھ انگل کا تھا[2]، (شرعی گز جیسا کہ خود جہانگیر نے تصریح کی ہے، چوبیس انگل کا

ہوتا ہے، یعنی ایک ہاتھ سے کچھ کم)

علم الحیوانات کا نہایت اہم مسئلہ جانورون کے خصائصِ طبعی کا علم ہے، یعنی کون سے

افعال اور خصائص ان کی فطرت مین داخل ہین، اور کون سے ایسے ہین جو تعلیم و تربیت سے

بدل سکتے ہین، اس پر بہت سے عملی نتائج موقوف ہین، مثلاً ہاتھی ایک مفید اور ضروری جانور

---

[1] تزک جہانگیری ص ۱۰۵، [2] ایضاً ص ۲۳۴،

ہے، لیکن اس کے خصائص مین ہے کہ آبادی مین جفت نہین ہوتا، اس ضرورت سے ہمیشہ جنگل سے گرفتار کرنے پڑتے ہین، ورنہ اگر اون کی نسل پھیل سکے تو نہایت آسانی ہو جائے،

جہانگیر اس امر پر خاص توجہ رکھتا تھا، اور اس نے تجربہ سے ثابت کر دیا کہ بہت سی باتین جو بعض بعض جانورون مین فطری سمجھی جاتی تھین، تربیت کے اثر سے بدل سکتی ہین، شیر کی نسبت عام طور پر مشہور ہے، کہ کبھی انسان سے رام نہین ہوتا، لیکن جہانگیر لکھتا ہے:۔

شیران بہ نوعے رام گشتہ اند کہ بے قید و بے زنجیر گلہ گلہ درمیانِ مردم می گردند، و ضرر ایشان بہ مردم نمی رسد،

یہ بھی مشہور ہے کہ شیر چیتے، ہاتھی، آبادی مین بچے نہین جنتے،

اکبر نے ایک ہزار کے قریب چیتے جمع کیے تھے، اور ان کو ایک جگہ رکھتا تھا، کہ شاید جفت ہون لیکن کبھی نہ ہوئے، نر اور مادہ کھلے باغون مین چھوڑوا دیئے، جب بھی الگ رہے لیکن جہانگیر کے جانور خانے مین **شیر** اور چیتے دونون نے بچے جنے۔ **جہانگیر** لکھتا ہے:۔

مادہ شیرے آبستن شد، و بعد از سہ ماہ سہ بچہ زائید و این ہرگز نہ شدہ کہ شیر جنگلی بعد از گرفتاری بہ جفت خود جمع شدہ باشند (صفحہ ۱۱۷)

ہاتھی کی نسبت لکھتا ہے:۔

شب یکشنبہ مادہ فیلے از فیل خانہ خاصہ در حضورِ من زائید، مکرر فرمودہ بودم کہ تحقیق مدتِ حمل نمایند آخر الامر ظاہر شد کہ بچہ مادہ یک سال و شش ماہ و بچہ نر نوزدہ ماہ در شکم مادر مے ماند، بخلاف تولد آدمی کہ اکثر بچہ از شکم مادر بہ سر فرو می آیند، بچہ فیل اکثر بہ پا بر می آید (ص ۱۳۰)

اسی طرح سارس، تدرو وغیرہ کے واقعات لکھے ہین، ایک شیر کی نسبت لکھا ہے کہ ایک بکری سے اس قدر مانوس ہو گیا تھا کہ بغیر اس کے بسر نہین کر سکتا تھا، دونون ایک پنجرے مین رہتے تھے،

چنانچہ لکھتا ہی:۔

شاہزادہ داور بخش شیر نر پیشکش کرد کہ با بز الفت گرفتہ در یک قفس می باشند و بہ آن بز نہایت محبت و الفت ظاہر می سازد، بہ دستورے کہ حیوانات جفت می شوند بز را در آغوش گرفتہ حرکت می کنند، حکم کردند کہ آن بز را مخفی داشتند فریاد و اضطراب بسیار ظاہر ساخت (۳۹۹)

اس قسم کے اور بہت سے واقعات لکھے ہین، جو علم الحیوانات کے لئے کار آمد ہین،

مصوری

عام خیال ہے کہ چونکہ اسلام نے تصویر کشی کو حرام کر دیا، اس لئے مسلمان اس فن مین کچھ ترقی نہ کر سکے، بلکہ ان کے عہد مین یہ لطیف فن گویا مٹ گیا، ہم کو مذہبی مسئلہ سے بحث نہین لیکن تاریخی واقعہ یہ ہے کہ مسلمانون نے اس فن مین کچھ کم ترقی نہین کی، اور سلاطین اور امراے اسلام اس فن کے ساتھ خاص شغف رکھتے تھے، اور جہانگیر تو گویا عاشق تھا، اسکی مہارت اس فن مین اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ایک تصویر اگر مختلف مصورون کے ہاتھ کی بنی ہوئی ہوتی تھی تو وہ بتا دیتا تھا کہ کہان تک کس کے ہاتھ کا کام ہے، خود تزک مین لکھتا ہے:۔

اگر در یک صورت چشم و ابرو را دیگرے کشیدہ باشد در آن صورت می فہمم کہ اصل چہرہ کار کیست، و چشم و ابرو را کہ ساختہ،

اسکے دربار مین مشہور مصور ابو الحسن تھا جس کو جہانگیر نے ۱۳ سنہ جلوس مین نادر الزمانی کا خطاب دیا تھا، خطاب دینے کی تقریب مین لکھتا ہی:۔

کارش بہ عیار کامل رسیدہ و تصویر او از کارنامہاے روزگار ست، در ین عصر نظیر و عدیل خود ندارد، اگر درین روزگار استاد عبد الحئی و استاد بہزاد در صفحۂ روزگار می بودند انصاف کار او مے دادند، الحق نادرۂ زمان خود بودہ و ہمچنین استاد منصور نقاش

کہ بہ خطاب نادر العصری ممتاز است و در فن نقاشی یگانہ عصر خود ست (۲۳۵)

جہانگیر نے نہایت نادر نادر تصویرین اور مرقعے طیار کرائے تھے، ۱۴ سنہ جلوس مین خان عالم کو جب عراق بھیجا ہے تو بشن داس کو جو فن تصویر مین یکتاے روزگار تھا، ساتھ بھیجا ہے، کہ شاہ عباس صفوی اور اس کے ارکانِ سلطنت کی تصویر کھینچ کر لائے، چنانچہ خود لکھتا ہے:-

وقتے کہ خان عالم را بہ عراق می فرستادم بشن داس نام مصورے کہ در شبیہ کشی از یکتایان روزگار ست ہمراہ دادہ بودم کہ شبیہ شاہ و عمدہاے دولت ایشان را کشیدہ بیارد شبیہ اکثرے را کشیدہ بود بہ نظر در آورد خصوصاً شبیہ شاہ برادرم (یعنی عباس صفوی) را بسیار خوب کشیدہ بود چنانچہ بہر کس از بندہاے ایشان نمودم، عرض کردند کہ بسیار خوب کشیدہ (صفحہ ۲۸۵)

تزک کے شاہی نسخہ مین اپنے جلوس کا مرقع ابو الحسن نادر الزمانی سے طیار کرایا تھا جس کا اوپر ذکر گذر چکا ہے، چنانچہ اس کے صلہ مین اسکو نادر الزمانی کا خطاب دیا تھا جس قدر عجیب و غریب حیوانات وغیرہ اس کے عجائب خانے مین تھے سب کی تصویرین کھنچوا کر جہانگیر نامہ مین شامل کی تھین، چنانچہ خود لکھتا ہے:-

حضرت فردوس مکانی (بابر شاہ) اگرچہ در واقعاتِ خود صورت و اشکال بعضے جانوران را نوشتہ اند، لیکن غالبًا بہ مصوران نہ فرمودہ اند کہ صورت آن ہا را تصویر نمایند، چون این جانوران در نظر من بہ غایت غریب در آمدہ ہم نوشتم و ہم در جہانگیر نامہ فرمودم کہ مصوران شبیہ آن ہا را کشیدند، تا حیرتے کہ از شنیدن دست دہد، از دیدن زیادہ گردد، (صفحہ ۱۰۵)

قدیم مرقعون اور تصویرون کا نہایت شائق تھا، اور یہ شوق حد سے بڑھ گیا تھا امیر تیمور کے معرکۂ جنگ کا مرقع ایک امیر نے ایران سے بہم پہنچایا تھا، اس کا ذکر تزک مین جس طرح

گیا ہے، اس سے اس کے شوق کا اندازہ ہوسکتا ہے، یہ مرقع خلیل مرزا نے کھینچا تھا، اس مرقع مین ۱۴۴ تصویرین تھین، اور یہ سب اُن شہزادون اور امرا کی تصویرین تھین جو اس معرکہ مین شریکِ جنگ تھے، ہر تصویر کے نیچے صاحبِ تصویر کا نام بھی لکھدیا تھا، یہ مرقع شاہ اسمٰعیل صفوی کے کتبخانے سے شاہ عباس کے ہاتھ آیا تھا، شاہ عباس کے داروغہ کتب خانہ نے اسکو چوری سے بیچ ڈالا، اتفاق یہ کہ جہانگیر نے خان عالم کو جب ایران بھیجا تھا تو اصفہان مین یہ مرقع بازار مین بک رہا تھا، خان عالم نے خرید لیا، شاہ عباس کو خبر ہوئی تو خان عالم کو لکھ بھیجا کہ مین صرف دیکھنا چاہتا ہون، بھیجدو، خان عالم نے بہت ٹالا لیکن شاہ عباس کے اصرار سے مجبور ہوگیا، اور آخر بھیجدیا، شاہ عباس کو چونکہ جہانگیر کی تصویر دوستی کا حال معلوم تھا، چند روز اپنے پاس رکھکر خان عالم کے پاس بھیجدیا، یہ تمام داستان جہانگیر نے تزک مین لکھی ہے، اور عجیب جوشِ مسرت سے لکھی ہے، ایک جگہ لکھتا ہے:-

از نفائس و نوادرِ روزگار کہ خان عالم آوردہ الحق از تائیداتِ طالعِ او بود کہ چنین تحفہ بدست افتادہ مجلس جنگ صاحبقران ست، الخ اگر نام مصور نبودے گمان می شد کہ کار بہزاد باشد،

چون توجہ خاطر مارا بہ امثال این نفائس می دانند کہ درچہ مرتبہ است از خواستن نیز در کلی وجزوی بحمد اللہ کہ مضائقہ نیست، حقیقت را بہ خان عالم ظاہر ساختہ باز بر مشار الیہ لطف نمودند، (صفحہ ۲۸۵)

اپنے زمانہ کے نامور آدمیون کے بت (اسٹیچو) بھی تیار کرائے تھے، اور تعجب یہ ہے کہ ان مین ہندو راجاؤن کے بت بھی تھے، مہارانا اودے پور اور اس کے ولیعہد کرن کا جو بت تیار کرایا تھا اس کے متعلق سنہ ۱۰ جلوس کے واقعات مین لکھتا ہے:-

صورت انا کرن پسراورا بہ سنگ تراشان تیز چنگ، فرمودہ بودم کہ از سنگ مرمر
بہ قد و ترکیبے کہ دارند بتراشند، درین تاریخ صورت اتمام یافت و بہ نظر درآمد، فرمودم کہ
بہ آگرہ بردہ در باغ جھروکہ درشن نصب کنند، (صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳)

جہانگیر تصویر شناسی کا جو دعوی کرتا ہے تذکرون اور تاریخون سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے، سرخوش نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے کہ ایک شخص نے ایک تصویر جہانگیر کو لا کر دی، جسمین ایک عورت کی تصویر اس حالت مین کھینچی تھی کہ اسکی کنیز جھانوین سے اس کے تلوے مل رہی ہے، جہانگیر نے پانچہزار روپیے دیکر وہ تصویر مول لی، اس پر صاحب تصویر کو تعجب ہوا اور عرض کی کہ حضور! اس مین کیا بات ہے؟ جہانگیر نے کہا، جب تلوے سہلائے جاتے ہین تو خفیف سی گدگدی پیدا ہوتی ہے، اس کا اثر چہرہ پر بھی ظاہر ہوتا ہے، اور یہ اثر تصویر مین موجود ہے،

صناعی اور صنعت گری

جہانگیر کی خوش مذاقی اور قدر دانی نے صناعی کو جس قدر ترقی دی اس کی تفصیل اس مضمون مین سما نہین سکتی، ہم صرف ایک مثال پر اکتفا کرتے ہین، جس کا ذکر جہانگیر نے سنہ ۶ جلوس کے واقعات مین استعجاب کے ساتھ کیا ہے، یہ پستہ کے چھلکے کے برابر ہاتھی دانت کے چار مرقعے تھے ایک مین چند پہلوان باہم لڑ رہے ہین، ایک ہاتھ مین نیزہ لیئے کھڑا ہے، دوسرے کے ہاتھ مین پتھر کا ٹکڑا ہے، ایک اور پہلوان زمین پر ہاتھ ٹیکے ہوئے بیٹھا ہے، سامنے ایک کمان ایک لکڑی اور ایک ظرف رکھا ہوا ہے، دوسرے مرقع مین ایک تخت ہے، جس پر ایک شامیانہ تنا ہوا ہے، تخت پر ایک بادشاہ پاؤن پر پاؤن رکھے ہوئے بیٹھا ہے، پیٹھ تکیہ سے لگی ہوئی ہے، پانچ خدمت گار گرد و پیش کھڑے ہین، اوپر سے ایک درخت کی شاخ بادشاہ کے سر پر سایہ کر رہی ہے، تیسرے مرقع مین نٹ تماشا دکھا رہے ہین، ایک بلی کھڑی ہے، اس مین تین طنابین بندھی ہین، ایک نٹ اس طرح کھڑا ہے کہ بائین ہاتھ

کو سر کے پیچھے سے لاکر دائین پاؤن کو پکڑ لیا ہے، ایک ہاتھ مین ایک لکڑی ہے، جس کے سرے پر ایک بکری معلّق ہے، ایک اور نٹ گلے مین ڈھول ڈالے ہوئے بجا رہا ہے، ایک اور شخص ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے کھڑا ہے، اور طناب کی طرف دیکھ رہا ہے، پانچ شخص اور ادھر ادھر کھڑے ہین، چوتھے مرقع مین ایک درخت ہی، درخت کے نیچے حضرت عیسٰی علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہین، ایک آدمی ان کے پاؤن چوم رہا ہے، وہ ایک پیر مرد سے باتین کر رہے ہین، چار شخص اور آس پاس کھڑے ہین،

لطف یہ کہ یہ تمام تصویرین جو ہاتھی دانت کی تھین، صرف ایک پستہ کے چھلکے مین آجاتی تھین، جہانگیر کو اس صنعت گری پر اس قدر حیرت ہوئی کہ ان الفاظ مین اس کا ذکر کرتا ہی:۔

یکے از غلامانِ بادشاہی کہ در خاتم بند خانہ کار می کند، کارنامہ ساختہ از نظر گذرانیدہ کہ تا امروز مثلِ این کارے نہ شدہ بود بلکہ نشنیدہ ام، چون نہایت غرابت دارد بہ تفصیل نوشتہ می شود، (تزک جہانگیری صفحہ ۹۷)

عبرت — تزک جہانگیری سر سید مرحوم نے علی گڈھ مین چھپوائی تھی، اس موقع پر ایک حاشیہ لکھا ہی جسمین تحریر فرماتے ہین:۔

"ظاہر این کارنامہ از غلام خاتم بند خانہ شاہی معلوم نمی شود چہ در مجلس چہارم ساختن صورت حضرت عیسٰی علیہ السلام راوجہی معلوم نمی شود، غالباً این کارنامہ از کارنامہاے کارگران فرنگ بودہ و بہ دستش افتادہ آن را از نام کارنامہ خود نذر گذرانید"

سید صاحب کو اس کا یقین نہین آسکتا کہ کوئی ہندوستانی شخص بھی ایسا کمال دکھا سکتا ہی، اس لئے فرماتے ہین کہ کسی یوروپین نے بنائی ہوگی، اور اس پر یہ قرینہ قائم کرتے ہین کہ چوتھے مرقع مین حضرت عیسٰی کی تصویر تھی، خوش اعتقادی کی یہ اخیر حد ہے، جس زمانے کا یہ ذکر ہے

اُس وقت یورپ یہ یورپ نہ تھا، اور سچ یہ ہے کہ ہاتھ کی صناعیون مین آج بھی یورپ ایشیا سے بازی نہین لیجا سکتا، مسلمان انبیاے بنی اسرائیل سے ایسے ناآشنا نہ تھے، کہ حضرت عیسیٰؑ کی تصویر بنانا انکے لئے کوئی تعجب انگیز بات ہوتی، خصوصاً جب کہ **اکبر** نے عیسائیون کو دربار مین دخل دیا تھا، اور حضرت عیسیٰؑ و مریمؑ کی تصویرین بنانا عام ہو چکا تھا،

تحقیقات اشیاء جہانگیر کو ہر چیز کی تحقیقات کا خاص شوق تھا جس ملک اور جس صوبہ مین جاتا تھا وہان کی ایک ایک چیز کی تحقیق کرتا تھا، ہر جگہ پرچہ نویس اور واقعہ نویس مقرر تھے کہ ملکی حالات کے ساتھ ہر قسم کی تحقیقات کی رپورٹ کرتے رہین، جو باتین عام سے مشہور ہو گئی تھین، اور لوگ اُن کو مسلّماتِ عامہ کی طرح تسلیم کرتے آتے تھے، جہانگیر اُن کی تحقیق کرتا تھا، اور اکثر غلط ثابت ہوتی تھین، مثلاً عام طور پر مشہور ہے کہ **مومیائی** کے استعمال سے زخم فوراً اچھا ہو جاتا ہے، جہانگیر نے اس کا تجربہ کیا، اور نتیجۂ تجربہ ان لفظون مین لکھتا ہے:-

دربابِ اثرِ مومیائی از حکیمان سخنان شنیدہ بودم، چون تجربہ شد ظاہر نہ گشت، نمی دانم کہ اطبا در اثرِ آن مبالغہ از حد گذرانیدہ اند، یا بجہتِ کہنگی اثرِ آن گم شدہ باشد، ہر تقدیر بر روشے کہ قرار دادِ اطبا بود، پاے مرغ را شکستہ زیادہ از انچہ می گفتند خورانیدہ پارہ بر محلِ شکستگی مالیدہ شد و تا سہ روز محافظت نمودند حالانکہ مذکور می شد کہ از صباح تا شام کافی ست، لعد ازان دیدہ شد، ہیچ گونہ اثرے ظاہر نہ شد، (صفحہ ۱۱۶)

زعفران کا خندہ زا ہونا، عموماً مسلّم ہے، چنانچہ ذخیرۂ خوارزم شاہی مین جو طب کی معتبر کتاب ہے بہ تصریح مذکور ہے، جہانگیر نے قید خانہ سے ایک قیدی کو بلا کر پاؤ سیر زعفران کھلا دی، کچھ اثر نہ ہوا، دوسرے دن آدھ سیر تک کھلائی جس تک نہ ہوئی[1]،

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۳۹۶،

ہما جس کا سایہ مشہور ہے، جہانگیر نے اس کا پتہ لگایا تو اس قدر معلوم ہوا کہ پیر پنچال کے پہاڑون مین ایک پرند ہوتا ہے، جو ہڈیان کھاتا ہے، جہانگیر نے حکم دیا کہ جو شخص شکار کرکے لائے ہزار روپیہ انعام پائیگا، چنانچہ جمال خان بندوق سے مار کر لایا، جہانگیر نے سینہ چاک کراکے دیکھا تو چینہ دان مین ہڈی کے ریزے تھے[1] اسی بنا پر شاعر نے کہا ہے:-

ہمائے بر سر مرغان ازان شرف دارد　　　که استخوان خورد و ہیچکس نیازارد

چونکہ تمام ملک کو جہانگیر کے مذاق کا حال معلوم ہو گیا تھا، اس لئے ہر جگہ سے اسکو مفید اطلاعین پہونچتی تھین،

آسمان سے جو ستارے ٹوٹ کر گرتے ہین، عوام تو خدا جانے اس کے متعلق کیا کیا کہتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ستارے کبھی کبھی باہم ٹکرا کر ٹوٹ جاتے ہین، تصادم کے وقت ان سے روشنی نکلتی ہے، ان کے اجزا زمین تک بھی آجاتے ہین، جہانگیر کے زمانے مین ایک دفعہ جالندھر کے مضافات مین بڑے زور کی آواز آئی، ساتھ ہی آسمان سے بجلی سی گری، یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگ برس رہی ہے، دس بارہ گز تک زمین بالکل جل کر سیاہ ہو گئی تھی، زمین کو کھودا گیا تو لوہے کا ایک ٹکڑا نکلا جو سخت گرم تھا، جب ٹھنڈا ہوا تو پرگنہ کے حاکم نے خریطہ مین رکھ کر جہانگیر کے پاس بھیجا، جہانگیر نے استاد داؤد کو حکم دیا، کہ اسکی تلوار بنا کر لائے، معلوم ہوا کہ گھن پڑنے سے چور ہو جاتا ہے، جہانگیر نے حکم دیا کہ لوہا بھی اس مین ملا دیا جائے، چنانچہ چوتھائی حصہ لوہا ملا کر دو تلوارین اور خنجر وغیرہ طیار ہوئے، جنمین یمنی تلوارون کا سا دم خم تھا، جہانگیر نے سامنے تجربہ کرایا، تو تلوارون نے خوب کاٹ کیا، بیدل خان نے[2] اس پر رباعی لکھی،

از شاہ جہانگیر جہان یافت نظام　　　افتاد بہ عہد او ز برق آہن خام

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۲۹، [2] ایضاً صفحہ ۳۳۰

زان آہن شد بہ حکم عالمگیر شس یک خنجر و کارد باد و شمشیر تمام

جہانگیر کی دقت نظری اور موشگافی اس حد تک تھی کہ مصنوعی و مشتبہ چیزیں گو کتنی ہی نظر فریب ہوں اسکو دھوکا نہیں دےسکتی تھیں، بارہا لوگوں نے بڑے بڑے عجیب و غریب مرقعے اور تصویریں وغیرہ اس کے سامنے پیش کیں لیکن اس نے ظاہر فریبی پر اعتبار نہیں کیا، ۳ سنہ جلوس میں مقرب خان نے ایک تصویر بھیجی جو یورپ سے ہاتھ آئی تھی، اور جس کی نسبت یہ روایت تھی کہ تیمور کی اس وقت کی تصویر ہے جب اس نے سلطان بایزید یلدرم کو گرفتار کیا تھا، اسوقت قسطنطنیہ میں عیسائی حکومت تھی، وہاں کے فرمانروا نے تیمور کے پاس سفارت بھیجی تھی، سفیر کے ساتھ مصور بھی آیا تھا، یہ تصویر اس نے کھینچی تھی، جہانگیر اس واقعہ کو لکھکر لکھتا ہے:-

اگر این دعوی اصلے داشتہ باشد، ہیچ چیز تحفہ پیش من بہتر ازین نخواہد بود چون بصورت و حلیہ اولاد و فرزندان سلسلہ علیہ آنحضرت مشابہتے ندارد خاطر بہ راست بودن این سخن تسلی نمی شود[۱]

جہانگیر کو اس تحقیقات کا خاص شوق تھا کہ ہر چیز کس حد تک معمولی حالت سے زیادہ ہو سکتی ہے، چنانچہ اس نے اکثر درختوں، پھلوں، جانوروں وغیرہ کے متعلق اس قسم کی تحقیقات کرائیں، مثلاً انار کی نسبت ثابت ہوا کہ ۴۰ تولہ تک ہوتا ہے، بہی ۲۹ تولہ تک، یہ دونوں پھل فراہ سے آئے تھے، اور اس نے وزن کرا کر دیکھا تھا،[۲] فتحپور سے ایک تربوز آیا جو وزن کرنے پر ۳۳ سیر کا ٹھہرا، ۱۱ سنہ جلوس میں جب شیخوپورہ پہنچا تو بڑ کا ایک درخت غیر معمولی قد و قامت کا نظر آیا، اسکی پیمائش کرائی معلوم ہوا کہ اس کے تنہ کا دور اٹھارہ گز اور جڑ سے شاخ تک کی بلندی[۳] ۱۲۸ گز،[۵] اور جٹائیں جو زمین گیر ہو کر درخت بنگئی ہیں، ۲۰۰ گز ہیں، ایک شاخ جو ہاتھی کے دانت

---

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۱۳۴، [۲] ایضاً صفحہ ۲۱۸، [۳] ایضاً صفحہ ۱۷۰،

کی طرح سامنے نکلی ہوئی تھی، ۰۰ ۴ گز تھی، اسی سنہ مین خرمے کا ایک عجیب وغریب درخت نظر سے گذرا، ۰ ۶ گز اونچا جا کر دو شاخین ہوگئی تھین، اور ہر شاخ دس دس گز کی تھی جہانگیر نے مصورون سے اوس کی تصویر کھنچوا کر جہانگیر نامہ مین درج کرائین[1]، اس قسم کے سیکڑون واقعات ہین جن کی تفصیل نہین ہوسکتی،

سپہ گری کا مذاق | تمام انگریزی مورخون اور اُن کے مقلدون نے جہانگیر کو جس عینک سے دیکھا ہے اُس سے وہ ایک مستِ الست عیاش نظر آتا ہے، لیکن تاریخی نگاہ پہلے ہی نظر مین پہچان سکتی ہے کہ یہ وہی تیمور کا پوتا اور اکبر اعظم کا بیٹا ہے وہ نور جہان بیگم سے اتنی بات پر برہم ہوگیا، اور مدتون اس سے بات نہ کی کہ وہ دفعۃً شیر کے خیمہ مین آجانے سے بھاگ گئی تھی[2]، مہابت خان سپہ سالار نے جب باغی ہوکر سات ہزار راجپوتون سے دفعۃً اس کا محاصرہ کرلیا، اور وہ بالکل تنہا رہگیا، تو بار بار تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالتا تھا کہ اس کا سر اڑا دے، لیکن مشیر نے روکا کہ یہ تحمل اور بلند حوصلگی کا وقت ہے، ایک دفعہ شیر کو اس نے بندوق کے کندے سے مار کر گرا دیا، چنانچہ اس کا حال خود لکھتا ہے:-

شیر از شدت غضب از جا برخاستہ بہ قفاے فیل برآمد و فرصت مقتضی آن نہ شد کہ بندوق را گذاشتہ شمشیر را کار فرمایم، سر بندوق را گردانیدہ بہ زانو در آمدم و بہ دو دست سرِ بندوق را چنان بر سر و روے او زدم کہ از آسیب آن بر زمین افتاد و جان داد،[3]

بھیڑیا بیس بیس تیس تیس تیر کھا کر بھی نہین مرتا، جہانگیر نے ایک ایک تیر مین مارا ہے، چنانچہ اس کا تذکرہ فخر کے لہجہ مین کیا ہے، لیکن بالآخر شرما کر کہتا ہے کہ اپنے منہ سے اپنے

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۷۴ [2] اس واقعہ کو مآثر الامرا مین بہ تفصیل لکھا ہے، [3] تزک جہانگیری صفحہ ۳۷۰،

واقعات کیا بیان کرون، اس لئے اسی ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہون،

گرگے از پیش بر آمد، تیرے نزدیک بہ بناگوش زدم کہ قریب بہ یک وجب فرو نشست

وبہ ہمان تیر افتادہ جان داد، وبسیارے بودہ کہ پیش من جوانان سخت کمان بیست تیر

دسی تیر زدہ اند نہ مردہ، چون از خود نوشتن خوشنما نیست، زبان قلم را از عرض این

وقائع کوتاہ میدارم[1]،

باوجود اس کے کہ اس کا زمانہ شاہانہ ناز و نعمت کا اوجِ شباب تھا، اور زمین وآسمان

راحت وآرام کے گہوارے بن گئے تھے، تاہم اسمین وہی سپاہیانہ جفاکشی اور محنت کے انداز

موجود تھے، جو اس کے اسلاف کے جوہر تھے، دریا مین جال لیکر اترنا اور مچھلی کا شکار کرنا ماہی گیرون

کے سوا کون کرسکتا ہے، لیکن جہانگیر کو باین شاہنشاہی اس سے عار نہین اور بشوقیہ کرتا ہے،

چنانچہ خود لکھتا ہے:۔

تا حال سفرہ دام کہ از داہہاے مقرر ست وبزبان ہندی بھنورجال می گویند نہ انداختہ

بودم، انداختنِ آن خالی از اشکالے نیست، بدستِ خود این دام را انداختہ دہ دوازدہ

ماہی گرفتم، ومرواریدہا در بینی آن کشیدہ بہ آب سردادم،

ایک دفعہ باغ مین مجلس آرا تھا، باغ مین ایک نہر تھی جس کا پاٹ ۱۴ گز کا تھا، سب کو

حکم دیا کہ اسکو پھاندین، اکثر لوگ بیچ مین رہگئے، جہانگیر نکل گیا، تاہم لکھتا ہی،

من ہم اگرچہ جستم، امّا بہ آن چستی کہ درسنِ سی سالگی جستہ بودم درین ایام کہ

عمرِ من بہ چہل سالگی رسیدہ بآن قدرت وچالاکی نتوانستم جست[2]،

کابل مین سات باغ، دور دور فاصلہ پر ہین، ان سب کی ایک ہی دن مین پاپیادہ

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۳۶، [2] ایضاً صفحہ ۱۰۱،

سیر کی، درختون پر خود چڑھ کر پھل توڑتا تھا، اور لکھتا ہے کہ اس طرح پھل کھانے مین خاص لطف ہی،
شمشیر بازی کا فن مرتضیٰ خان دکنی سے سیکھا تھا[1]، جو اس فن مین اپنا جواب نہین رکھتا تھا،
چنانچہ سنہ جلوس مین اسکو ورزش خان کا خطاب دیا،

ایشیائی سلطنتون کا عام قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا مذاق تمام ملک مین سرایت کر جاتا ہے،
اور تمام لوگون مین وہی خصائل پیدا ہو جاتے ہین، جو خود بادشاہ مین ہوتے ہین، جہانگیر کے
زمانے مین سپہگری اور بہادری کا مذاق اس قدر عام ہو گیا تھا کہ لوگ شیرون سے لپٹ جاتے تھے،
اور دست بدست لڑتے تھے، سنہ جلوس مین جب ایک شیر دفعۃً جہانگیر پر آپڑا، تو انوپ رائے
بڑھ کر شیر سے مقابل ہوا، چنانچہ اسکی کیفیت جہانگیر ان الفاظ مین لکھتا ہی:-

انوپ رائے سہ پایہ را از دست گذاشتہ بہ شیر متوجہ شد، شیر بہمان چستی و چالاکی
کہ حملہ آور گشتہ بود برو برگشت و او مردانہ بہ شیر روبرو شد، آن چوب کہ در دست داشت
بہ ہر دو دست دو بار بر سر او محکم فرد کوفت، شیر دہن باز کردہ ہر دو دست انوپ رائے در دہن
گرفت ۔۔۔ انوپ رائے زور کردہ دست ہائے خود را از دہن شیر بر می آورد، و دو سہ
شستے بر کلہ او میزند و بہ پہلو غلطیدہ بزور زانو راست می ایستد، در رنگ دو کشتی گیر بر یک
دیگر چسپیدہ غلطان شدند[2] الخ

سنہ ۱۱ جلوس مین چورون نے شاہی خزانہ پر چھاپا مارا، چند روز کے بعد ان کا پتہ لگا، اور
گرفتار ہو گئے، جہانگیر نے ان کے سردار کی نسبت حکم دیا کہ ہاتھی کے پاؤن مین ڈال دیا جائے،
اس نے عرض کی کہ حکم ہو تو مین ہاتھی سے لڑ سکتا ہون، جہانگیر نے اجازت دی، وہ خنجر لے کر بڑھا،
ہاتھی نے چند دفعہ اسکو اٹھا کر ٹپک ٹپک دیا، لیکن وہ ہر بار بڑھکر ہاتھی پر حملہ آور ہوتا تھا، یہانتک

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۴۴، [2] ایضاً ۹۰ ،

کہ ہاتھی کو پھر اسکی طرف بڑھنے کی ہمت نہین ہوئی،

نورجہان بیگم کا شیر مارنا سب جانتے ہین، لیکن اس نے یہ مشق جہانگیر کی نارضی کے بعد پیدا کی تھی،

دادرسی، رعایا کی خبرگیری اور جفاکشی

مخالفین تو کہتے ہین کہ جہانگیر کا شراب و کباب کے سوا اور کچھ کام نہ تھا لیکن واقعات بتاتے ہین کہ رعایا کی دادرسی، عدل و انصاف، ملک کی خبرگیری مین اکبر کے سوا کوئی اس کا جواب نہ تھا، اس دعوی کا ثبوت تفصیل اور وسعت کے ساتھ تو اور تاریخون سے ہوسکتا ہے، لیکن ہمارے مضمون کا عنوان تزک جہانگیری تک محدود ہے، یعنی جو واقعات خود تزک جہانگیری سے ثابت ہون، اُن سے تجاوز نہ کیا جائے، اسلئے ہم اس دائرہ سے باہر نہین جانا چاہیے،

جہانگیر اپنے نامور باپ کی طرح دن رات مین صرف تین گھنٹہ سوتا تھا، چنانچہ خود لکھتا ہے[1]

بہ کرم الٰہی عادت چنان شدہ کہ درمیان شبان روزے بیش از دو سہ ساعت بخومی نقد وقت بہ تاراج خواب نمی رود، و درین ضمن دو فائدہ منظور ست، یکے آگاہی از ملک و دوم بیدار دلی بہ یاد حق[2]،

احمد آباد گجرات کی آب و ہوا، اُس کو نہایت ناموافق آئی تاہم جب تک رہا عین گرمی اور حدت کے وقت، دوپہر کے بعد کھلے میدان مین دربار عام کرتا تھا، اور حکم تھا کہ نقیب اور چوبدار وغیرہ بالکل ہٹا دیئے جائین، کہ کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو، چنانچہ لکھتا ہے:-

چون مردم این شہر بغایت ضعیف دل و عاجز اند بجہت احتیاط کہ مبادا بعضے از اہل ارادہ بہ تعدی و ستم در خانہ ملکی آنہا فرود آیند، و قاضی و میرعدل بہ جہت رو دیدگی، مداہنت نمایند (رعایت) از تاریخی کہ درین شہر نزول سعادت اتفاق افتاد باوجود حدت و حرارت ہوا ہر روز بعد از فراغ

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۶۷، [2] ایضاً صفحہ ۲۳۲،

عبادت دو پہر بہ جھروکہ درطرف دریا کہ ہیچگونہ حائلے و مانعے از در و دیوار و یساول و چوبدار نداد برآمدہ دو سہ ساعت نجومی می نشینم و بمقتضاے عدالت بہ فریاد داد خواہان رسیدہ ستم پیشہ ہا را درخور جرایم و تقصیرات سیاست می فرمایم حتی در ایام ضعف با کمال درد و الم بدستور معہود بہ جھروکہ برآمدہ تن آسانی برخود حرام داشتہ ام[۱]

یہ امر تمام مورخین نے تسلیم کیا ہی کہ عدل و انصاف مین جہانگیر بالکل بے لاگ تھا، اس معاملہ مین اس کے نزدیک دربار کا ایک رکن اعظم اور ایک غریب مزدور دونون برابر تھے، اخیر اخیر مین نور جہان اس کے مزاج پر بالکل حاوی ہو گئی تھی، تاہم جیسا کہ صاحب مآثر الامرا نے بھی تسلیم کیا ہے، اس نے نور جہان سے کہدیا تھا کہ سلطنت تمھاری ہے، لیکن مظلومون کے مقابلہ مین خبردار کسی کی سعی سفارش نہ کرنا، جو کبھی میرے سامنے پیش نہ جاسکے گی، مقرب خان سے بڑھکر کوئی معتمد نہ تھا، اس کے ساتھ وہ دربار اور سلطنت کا رکن اعظم تھا، تاہم جب ایک بڑھیا بیوہ نے اسکی شکایت کی تو بڑی سختی سے تحقیقات کی، اور مقرب خان کے نوکر کو جو جرم کا مرتکب ہوا تھا قتل کرا کے مقرب خان کا منصب گھٹا دیا[۲]، اس بارے مین اس کے واقعات تعجب انگیز داستان بن گئے ہین، اور گو ہم نے تزک جہانگیری کا التزام کیا ہی لیکن صرف ایک واقعہ ایک دوسری کتاب کی سند سے لکھتے ہین:۔

ایک دفعہ نور جہان بیگم مہتابی پر ٹہل رہی تھی، اتفاق سے کوئی راہرو اودھر سے گذرا، اور اس نے نظر اٹھا کر نور جہان کی طرف دیکھا، نور جہان نے اسکو گولی ماردی، جہانگیر کو خبر پہنچی فوراً حکم دیا کہ تحقیقات کیجائے، جرم ثابت ہوا، اور قاضی نے قصاص کا فتوی دیا، قلماقنون کو حکم ہوا کہ محل مین جاکر نور جہان کو پکڑ لائین، اور جلاد کے حوالے کردین، نور جہان نے بہت

---

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۲۳۲، [۲] ایضاً صفحہ ۸۳،

پر کچھ روپیہ کا لالچ دیا، لیکن سب جہانگیر کی انصاف پرستی سے واقف تھے کسی نے کچھ نہ سنی، بالآخر نور جہان نے مقتول کے ورثہ کو راضی کیا، کہ خون بہا لے لین، چنانچہ دو لاکھ روپیہ خون بہا لیکر ان لوگون نے دست برداری کی اور جہانگیر سے کہدیا کہ ہمکو کچھ دعویٰ نہین، جہانگیر نے کہا شاید تم لوگون پر بیگم کی طرف سے کچھ دباؤ پڑا، اُن لوگون نے یقین دلایا کہ نہین ہم نے بخوشی ایسا کیا ہے جہانگیر نے رہائی کا حکم دیا، یہ سب کچھ ہو چکا تو محل مین گیا، اور (عشق کی ادا دیکھو) نور جہان کے پاؤن پر گر کر کہا ہائے بیگم اگر ترا می کشتند من چہ می کردم[۱]،

جہانگیر کی پالیسی، اکبر اور جہانگیر کی پالیسیان گو متحد المقصد تھین، لیکن ایک نہایت اہم فرق تھا، اس امر مین دونون متفق تھے کہ ہندو اور مسلمانون کے حقوق یکسان ہین، اور دونون پر یکسان حکومت کرنا فرض سلطنت ہے، لیکن اکبر کا خیال تھا کہ اس مقصد کے لئے مذہبی جوش اور اثر کا رنگ ہلکا کرنا ضرور ہے، اسلئے وہ ہندو، عیسائی، پارسی تمام مذہبون کا ظاہری قالب اختیار کرتا رہتا تھا، وہ صبح کو سورج پر پانی چڑھاتا تھا، شام کو چراغ جلے آگ کی تعظیم کرتا تھا، حضرت عیسیٰ اور مریم کی تصویرون کے آگے سر جھکاتا تھا، لیکن جہانگیر سمجھتا تھا کہ پکا مسلمان، پکا متعصب، پکا دیندار رہکر بھی غیر مذہب والون کو مسلمانون کے برابر حقوق دیئے جا سکتے ہین، اس بنا پر وہ ایک طرف تو پنڈتون سے مذہبی مباحثے کرکے اُن کو قائل کرتا ہے[۲]، ایک ہندو راجہ روز افزون کو ہدایت و تلقین سے (نہ بہ جبر) مسلمان کرتا ہے[۳]، کوٹ کانگڑہ فتح کرکے اسلامی شعار جاری کراتا ہے، اور اس پر ناز کرتا ہے، دوسری طرف راجہ مان سنگھ کو بنگالہ کا گورنر کرکے ۵ ہزار فوج کا افسر مقرر کرتا ہے، راجہ جگناتھ کو پنجہزاری

---

[۱] اس واقعہ پر لوگون کو یقین کرنا مشکل ہوگا، لیکن والہ داغستانی نے بہ تفصیل تمام اس کو ریاض الشعراء حالات جہانگیر مین لکھا ہے، والہ داغستانی شیعہ تھا اور قاضی نور اللہ شوستری کے خون کا اس کو داغ تھا اسلئے اسکی شہادت بیکار نہین جا سکتی، [۲] تزک جہانگیری صفحہ ۱۴، [۳] ایضاً صفحہ ۱۴۵،

منصب کے ساتھ خلعت اور مرصّع تلوار عنایت کرتا ہے، رانا شنکر کو جو مہارانا اودے پور کا برادر عمزاد تھا خلعت دیکر اودے پور کی مہم پر بھیجتا ہے، بیرداس کو بکرماجیت کا خطاب اور میر آتشی کا عہدہ دیکر ۵ ہزار توپچیون کا افسر کرتا ہے[۱]، شیخ عبدالحق دہلوی کی جس طرح تعظیم و تکریم کرتا ہی، جدروپ گسائین کے ساتھ بھی اسی اعزاز و خلوص اور احترام کے ساتھ پیش آتا ہی،

اسکی تمام تاریخ مین ایک واقعہ بھی منقول نہین کہ اس نے مذہب کی بنا پر ملکی حقوق مین کوئی تفریق کی ہو، اس نے اکبر کی پالیسی کی ان لفظون مین مداحی کی ہے، اور اس حد تک خود اس کا پیرو تھا،

بہ مقتضاے آن کہ سایہ می باید کہ پرتو ذات باشد در ممالک محروسہ اش کہ ہر حدی بکنار دریاے شور منتہی گشتہ ارباب ملتہاے مختلف و عقیدتہاے صحیح و ناقص را جا بودہ، راہ تعرض بستہ گشتہ سنی با شیعہ در یک مسجد و فرنگی با یہودی در یک کلیسا طور عبادت می سپردند[۲]،

زمین عشق بہ کونین صلح کل کردم

ہندؤن سے اصلی تعلقات — اگر ہم یہ جاننا چاہین کہ تیموریون کے تعلقات دراصل ہندؤن کے ساتھ کیا تھے؟ تو ملکی تاریخون سے لوگون کو تسلی نہین ہوتی، ایک بدگمان معترض کہ سکتا ہی، بلکہ کہتا ہے، کہ گو تیموریون نے ہندؤن کو تمام ملکی حقوق دیئے، ہر قسم کے ملکی عہدے عطا کئے، قتل و قصاص مین کوئی تفریق نہین کی، تاہم جو کچھ تھا مجبورانہ پالیسی تھی، تیموری جانتے تھے، کہ مٹھی بھر مسلمانون سے اتنے بڑے وسیع ملک پر حکمرانی نہین کی جاسکتی، اسلئے وہ مصلحۃً ہندوون سے دست و بازو کا کام لیتے تھے، لیکن تزک جہانگیری اس مشکل کو بھی حل کر سکتی ہی، جہانگیر اکثر ملکی دربار چھوڑ کر گھر مین آ بیٹھتا ہے، اور اس وقت خانگی زندگی اور دلی جذبات کا آئینہ بنجاتا ہے، اس حالت مین وہ

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۹ و، [۲] ایضاً صفحہ ۱۶،

جو کچھ ہے اور جیسا کچھ ہے بے پردہ نظر آتا ہی، ہندو رانیان تیموریون کے گھر مین آئین، اور حرم بنین ہم پتہ لگانا چاہتے ہین، کہ یہ بھی زورِ حکومت کی ایک شان تھی، اور رانیان درحقیقت لونڈیان بن کر رہین، اور ان سے وہی ظاہری رواداری کا برتاؤ تھا یا یہ رانیان تیموریون کی عزیز تر بیویان اور محبوب سے محبوب مائین بن گئین، جہانگیر کی ایک بیوی راجہ مان سنگھ کی بہن تھی، خسرو اسی سے پیدا ہوا تھا، اور چونکہ اس کا ماموں راجہ مان سنگھ اور خسر خان اعظم کوکلتاش تھا، اس لئے اسکو اکبر ہی کے زمانے مین خیال پیدا ہو گیا تھا، کہ جہانگیر کے بجائے تختِ سلطنت مجھکو ملنا چاہئے، چنانچہ ہمیشہ باپ سے آمادۂ بغاوت رہتا تھا لیکن اسکی مان اسکو ہمیشہ اس خیال سے باز رکھتی تھی، خسرو نہین مانتا تھا، اور مان کی کوفت بڑھتی جاتی تھی، یہان تک کہ اس صدمہ سے اس نے افیون کھا کر جان دیدی، جہانگیر لکھتا ہی :-

"از خوبی ہا و نیک ذاتی او چہ نویسم عقلے بہ کمال داشت و اخلاص او بہ من در درجہ بود کہ ہزار پسر و برادر را قربان یک موے من میکرد، مکرر بہ خسرو مقدمات نوشت و او را دلالت بہ اخلاص و محبتِ من میکرد، چون دید کہ ہیچ فائدہ ندارد از غیرتے کہ لازمہ طبیعت راجپوتانی است خاطر بہ مرگِ خود قرار دادہ روز بیست و ششم ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۳ ہجری، افیون بسیار در عین سوزش دماغ خوردہ در اندک زمانے درگذشت[1]"

رانی نے تو محبتِ شوہری کا یہ ثبوت دیا، جہانگیر کا جو حال ہوا، وہ اسی کی زبان سے سننا چاہئے،

از فوتِ او بنا بر تعلقے کہ داشتم ایامے بر من گذشت کہ از حیات و زندگانی خود ہیچ گونہ لذتے نہ داشتم چہار شبانہ روز کہ سی و دو پہر باشد از غایت کلفت و اندوہ چیزے از ماکول و

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۶،

مشروب وار طبیعت نہ گذشت چون این قصہ بہ والد بزرگوارم رسید دلاسا نامہ در غایت
شفقت ومرحمت بدین مرید فدوی صادر گشت وخلعت ودستار مبارک از سر برداشتہ بودند
ہمان طور بستہ بجہت من فرستادند این عنایت آبے بر آتش سوزوگداز من زدہ اضطراب واضطرار
مرا فی الجملہ قرار وآرامے بخشید،[1]

غور کرو اس واقعہ مین چار شبانہ روز کا فاقہ، دل کا کسی طرح قرار نہ پانا اکبر کا یہ حالت دیکھکر نہایت درد آمیز تسلی نامہ لکھنا اور اپنے سر سے پگڑی اُتار کر بھیجنا، ایسی چیزین ہین، جو بناوٹ سے پیدا ہو سکتی ہین؟ بے شبہہ تیموریون نے ہندوٗون کے ملک کو نہین بلکہ دل کو فتح کر لیا تھا، اور ہندوٗون کے اخلاص و محبت نے فاتح کو مفتوح بنا لیا تھا،

بہ لوح مشہد پروانہ این رقم دیدم ۔۔۔ کہ آتشے کہ مرا سوخت، خویش را ہم سوخت

علما اور فقرا کی قدر دانی،

ایشیائی سلطنتون مین علم و فضل کا رواج، سلاطین کی قدر دانی پر موقوف ہے، اور اس باب مین سلاطینِ اسلام کو عموماً تمام دنیا کے حکمرانون پر ترجیح ہی جہانگیر بھی علمی قدر دانی مین اسلاف کی ایک عمدہ مثال تھا، وہ ہر مذہب کے علماء اور فقرا سے ملتا تھا، اور اُن کے ساتھ برتاؤ مین تمام آدابِ شاہی کو بھول جاتا تھا، اس کے ساتھ چونکہ نکتہ شناس تھا، اس لئے ہر شخص کی نسبت ایسی رائے ظاہر کرتا ہے، جو ایک بڑے مدقق کا کام ہو سکتا ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی نسبت لکھتا ہی:۔

مدت ہاست کہ در گوشۂ دہلی بہ وضعِ توکل و تجرید بسر می برد، مرد گرامی ست صحبتش بے ذوق نیست، بہ انواع مراحم دلنوازی کردہ رخصت فرمودم،[2]

شیخ موصوف کی تصنیفات مین سے تذکرۂ اولیاے ہند کا ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت

---

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۱۶ [2] ایضاً صفحہ ۲۸۲،

لکھتا ہے :-

کتابے تصنیف نمودہ بود مشتمل بر احوال مشائخ ہند بہ نظر درآمدہ خیلے زحمت کشیدہ،

میر عضد الدولہ نے جب فرہنگِ جہانگیری پیش کی ہے تو اس کتاب کی نسبت لکھتا ہے :-

الحق محنت بسیار کشیدہ و خوب پیروی ساختہ و جمیع لغات را از اشعار علمار قدما مستشہد آوردہ درین فن کتابے مثل این نمی باشد فیل خاصہ عنایت نمودم[1]،

فارسی کا ایک محقق، اس کتاب کی نسبت اس سے بڑھکر مدققانہ کیا رائے دے سکتا ہے؛ فارسی لغت مین جس قدر کتابین اسوقت تک لکھی گئی تھین، کسی مین قدمار کے اشعار سے سند لانے کا التزام نہ تھا، اور فرہنگ جہانگیری کا یہی امتیازی وصف ہے،

یاد ہوگا کہ فیضی جب اکبر کے دربار مین آیا ہے تو جہانگیر اور مراد کی تعلیم پر مقرر ہوا، چنانچہ خود لکھتا ہے : ع

یکے معلمی شاہزادہاے عظام

جہانگیر کی علمی قابلیت تصدیق کرتی ہے کہ فیضی نے اپنا فرض نہایت کامیابی کیساتھ ادا کیا، خان خانان بھی جہانگیر کا اتالیق رہ چکا ہے، ایسے استادون کے فیضِ تعلیم سے ہم ایسے ہی نتیجہ کی توقع رکھ سکتے تھے،

جہانگیر کا استفادہ علماے اسلام تک محدود نہ تھا، وہ ہندو پنڈتون اور درویشون کے ساتھ بھی اسی خلوص اور عقیدت سے پیش آتا ہے، اس کے زمانے مین **چدروپ** سناسی ایک مرتاض درویش تھا وہ پہاڑ کی کھوہ مین ایک نہایت دشوار گذار بھٹ مین رہتا تھا، جہانگیر بارہا اسکی خدمت مین گیا اور اس سے علمی صحبتین رہین، وہ چدروپ کا جب ذکر

[1] تزک جہانگیری صفحہ ۳۵۹،

کرتا ہے تو عقیدت مندی اور محبت سے لبریز نظر آتا ہی، چونکہ اسکی جاے قیام تک سواری نہین جاسکتی تھی، قریب تین میل کے پیادہ چل کر وہان پہونچا ہے، چھ گھنٹے تک اسکی صحبت مین رہا، چنانچہ ملاقات کا حال تفصیل سے لکھ کر لکھتا ہی؛-

علم بیدانت راکہ علم تصوف باشد خوب ورزیدہ، تاشش گھڑی بہ او صحبت داشتم، سخنانِ خوب مذکور ساخت چنانچہ خیلے در من اثر کرد،[۱]

داستانِ عہدِ گل را از نظیری می شنو
عندلیب آشفتہ تر گفت ست این افسانہ را

(الندوہ ج، نمبر۲، فروری سنہ ۱۹۱۰ء)

---

[۱] تزک جہانگیری ص ۱۷۶،

النظر

فی

السفر الی المؤتمر

اسلام کی اُن وسیع آبادیون مین جو مشرق سے لیکر مغرب تک پھیلی ہوئی ہین، اگرچہ قومیت کا، نسل کا، شکل و صورت کا، رسم و رواج کا، عادات و خصائل کا، سخت اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن یہ تعجب اور سخت تعجب ہے کہ ترقی اور تنزل کی سطح ہر جگہ قریباً یکسان ہے مثلاً ہندوستان کی جو یہ حالت ہے کہ چند برس پہلے تمام قوم پر ایک عام غفلت طاری تھی، تقلید اور رسم و رواج نے قوم کا رُوان رُوان جکڑ رکھا تھا، آزادی اور بلند خیالی کی روح فنا ہو گئی تھی، پھر مغربی تعلیم کے اثر نے ایک خفیف جنبش پیدا کی، لوگ آہستہ آہستہ جاگنے لگے، روز بروز اپنی پستی اور تنزل کا احساس ہوتا گیا، یہان تک کہ اب ملک کے ہر حصہ مین ترقی کی پکار ہے، اور ہر طرف جوش کا ایک نیا عالم نظر آتا ہے، تاہم اب تک جو کچھ ہوا ہے، وہ زیادہ تر زبانی باتین ہین، جو کچھ کہا جاتا ہے کیا نہین جاتا، جس قدر زبان مین زور ہے، ہاتھ مین نہین ہے، علمی زندگی جو ترقی کی روح ہے، اس مین صرف اس قدر ہوا ہے کہ چند پرانے تعلیم یافتہ لوگون پر نیا رنگ چڑھ گیا ہے، اُن کی تصنیفات و تالیفات مین یورپ کی جھلک آ گئی ہے، کچھ لوگ یورپ ہو آئے ہین اور جو کچھ وہان دیکھا ہے قلم کے ذریعہ سے اس کا نہایت ہلکا خاکہ کھینچکر قوم کو دکھلایا ہے،

چند نوجوانون نے یونیورسٹیون کی ڈگریان لی ہین، اور اپنی محنت، لیاقت، قابلیت کو سرکاری ملازمت پر نذر چڑھا دیا،

بعینہٖ یہی حالت مصر و شام اور خاص دار السلطنۃ **قسطنطنیہ** کی ہے، اس سلسلہ مشابہت مین اس وقت ہم کو جس خاص حصہ سے بحث ہے، وہ یورپ کا سفر اور سفرنامون کی تصنیف کا رواج ہے مصر و شام مین سب سے پہلے جس نے یورپ کا سفر کیا وہ علامہ **رفاعہ بک** ہی مصر مین جب یورپ کی تہذیب کا چرچا ہوا تو سلطنت کی طرف سے چند نوجوان یورپ مین تعلیم پانے کے لئے بھیجے گئے، اور علامۂ موصوف اُن کا اتالیق مقرر ہو کر گیا، علامۂ مذکور نے سفر سے واپس آکر حالاتِ سفر اور خاص پیرس (دار السلطنۃ فرانس) کے متعلق ایک مفصل کتاب لکھی جو سنہ ۱۲۶۵ھ مین بمقام مصر چھاپی گئی، عربی زبان مین یہ پہلا سفرنامہ تھا جو یورپ کے نئے تمدن کے زمانہ پر لکھا گیا، اس کے بعد اور لوگون نے یورپ کے سفر کئے، وہان کے حالات مین کتابین لکھین مثلاً **کشف المخبا**، **رحلہ حسن آفندی**، **رحلۃ الشیخ نسلیم**، **ارشاد الالبا**،

اس سلسلہ مین سب سے اخیر تصنیف وہ کتاب ہی جس کا نام **السفر الی المؤتمر** ہے اور جو ہمارے اس آرٹکل کا عنوان ہے، اس سفرنامہ کا مصنف **احمد زکی** آفندی ہی، جو مصر کا ایک تعلیم یافتہ نوجوان مشہور مصنف اور **خدیو** کے محکمۂ ترجمہ کا رئیس المترجمین ہے، یہ مصنف یورپ کی مشرقی کانفرنس کے نوین جلسہ مین جو سنہ ۱۸۹۲ء مین بمقام لندن منعقد ہوا تھا، **خدیو** کی طرف سے سفیر ہو کر گیا تھا، اس نے وقتاً فوقتاً حالاتِ سفر کے متعلق اپنے دوستون کو خطوط لکھے اور سفر سے واپس آکر ان خطوط کو مرتب کر کے سفرنامہ کی صورت مین شائع کیا، ملک کی قدردانی سے پہلے اڈیشن کی جلدین نہایت جلد نکل گئین اور مصنف نے مناسب اضافہ کر کے اسکو دوبارہ چھپوایا، مجکو فخر ہے کہ خود مصنف نے اس اڈیشن کا ایک نسخہ مجھ کو تحفہ کے طور پر بھیجا جو اسوقت میرے سامنے رکھا ہوا ہے

سفرنامہ کا طرز عبارت | سب سے پہلا اس سفرنامہ کے پڑھنے کے وقت جس چیز پر نگاہ پڑتی ہو وہ کتاب کی
طرز عبادت اور انداز بیان ہے، اس کتاب کی طرز تحریر مین یورپ کا اس قدر زیادہ اثر ہی کہ
پہلی ہی نگاہ مین محسوس ہوتا ہے، اگرچہ اس عام قاعدے کے خیال سے کہ مغلوب قومین ہمیشہ
غالب قومون کی ہر چیز مین پیروی کرتی ہین، مصنف معذور رکھا جا سکتا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے
کہ اس تقلید نے کتاب کی خوبی کا معیار گھٹا دیا ہے، بے شبہہ بہت سی ایسی زبانین ہین جو یورپ
کی تقلید کی وجہ سے ترقی کے سانچہ مین ڈھلی ہین، اور خصوصاً ہماری اردو مین تو جو کچھ آب و تاب
رنگینی و لطافت، جوش و اثر پیدا ہوا ہے، سب انگریزی کی بدولت ہے، لیکن عربی کی حالت
مختلف ہے، عربی زبان یا تو اس قدر بلند رتبہ اور تمام خصوصیتون مین کامل ہے کہ دوسری کسی
زبان کا اس سے جوڑ نہین، ملتا یا اس کا اسلوب بیان اور طرز ادا، انگریزی سے اس قدر مختلف
ہے کہ دونون کا پیوند بدنما ہو جاتا ہے،

مصنف کے سفر کا اجمالی نقشہ یہ ہے کہ وہ اسکندریہ سے چل کر برنڈزی کی راہ سے نیپولی
سے اٹلی، فلورنس، بیزا، جینوا، ہوتا ہوا فرانس پہنچا ہے، فرانس کی سیر کر کے وہ لندن روانہ
ہوا، اور مشرقی کانفرنس کے جلسہ مین شریک ہو کر انگلستان کے اکثر مقامات کی سیر کی،
پھر پرتگال پہنچا، اور دوبارہ لندن کو واپس آیا، لندن سے فرانس اور فرانس سے اسپین گیا،
اور یہ اس کے سفر کی اخیر منزل تھی، اگرچہ راہ مین جو مقامات آتے گئے ہین ہر ایک کے متعلق
مصنف نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے، لیکن لندن اور پیرس کے حالات مین نہایت تفصیل کی ہے، اسپین کا
حال اگرچہ باستثناء لندن و فرانس زیادہ لکھا ہے، لیکن مسلمانون کو اس چھوڑے ہوئے دیس
سے جو دلچسپی ہے، اس کے لحاظ سے گویا کچھ نہین لکھا، اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ کتاب کی اصلی
موضوع یعنی مشرقی کانفرنس پر بہت کم لکھا، جلسہ کے حالات نہایت اختصار سے لکھے،

جو تحریرین خود پیش کین، اُن کا ایک نقشہ دیا ہے، لیکن انصاف یہ ہے کہ وہ تحریرات کانفرنس کے رتبہ کے شایان نہین،

سفرنامہ کی خصوصیات ایک خاص بات جو اس کتاب مین ہے، وہ یہ ہے کہ مصنف اگرچہ یورپ کے ملکون کا ذکر کرتا ہی، لیکن ساتھ ساتھ ہر موقع پر اسلامی معلومات کے دلچسپ نکتے ایسے تناسب اور موزونی سے اضافہ کرتا جاتا ہے، جس سے اسکو لٹریچر اور وسعت نظر دونون کا کمال ثابت ہوتا ہی، یورپ کے جن مقامات کا عربی جغرافیہ مین پتہ لگانا مشکل ہی، ہر موقع پر مصنف اون کے عربی نامون کی تصریح کرتا ہے جس سے قطع نظر اس کے کہ عربی جغرافیہ نویسون کا کمال معلوم ہوتا ہے، عربی تاریخون کے سمجھنے مین بڑی مدد ملتی ہی،

ایک خاص بات یہ ہے اور وہ سفرنامہ کی جان ہے کہ مصنف ہر موقع پر اُن اسباب کی تلاش کرتا ہے، جن کی وجہ سے یورپ کو آج یہ ترقی نصیب ہوئی ہی،

لندن کے ذکر مین وہ لکھتا ہی کہ یہان تمام لوگ وقت کو اس قدر عزیز رکھتے ہین کہ جب کسی شخص سے کوئی بات پوچھو تو وہ نہایت جلدی کے ساتھ "ہان" یا "نہین" کہکر فوراً وہ کام کرنے لگتا ہی جسمین پہلے سے مشغول تھا، اگر زیادہ ضرورت ہوئی تو نہایت مختصر چند الفاظ مین جواب دیگا، اور ساتھ ہی جو کام کر رہا تھا کرتا جائیگا، کتب خانون مین، کمپنیون کے دفتر مین، اور عام تجارتی کارخانون مین ہر موقع پر یہ الفاظ اور جملے لکھے ہوئے ہوتے ہین "چپ رہو" "صرف کام کی بات کہو" "بولنا منع ہے"

لندن کی ترقی کا اندازہ اس بات سے کرتا ہے کہ تمام شہر مین ایک عام حرکت پائی جاتی ہے، سڑکون اور گذرگاہون پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا آدمیون کا سیلاب آگیا ہی لیکن باوجود اس کے غل اور شور کا کیا ذکر ہے، آواز تک نہین آتی، ہر شخص سر جھکائے تیز بھاگا

جاتا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ اسکو کوئی بڑا ضروری کام درپیش ہے،"

حقیقت مین یورپ کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہر شخص ہر وقت نہایت مستعدی سے اپنے کام مین مشغول رہتا ہے، اور یہ معلوم ہوتا ہو کہ کسی دھن مین لگا ہوا ہے، بخلاف اس کے ہمارے ملک مین ایک عام افسردگی کاہلی، بے پروائی پائی جاتی ہو،

اٹلی اور انگلستان و فرانس کی ترقیون کے ذکر مین وہ لکھتا ہو، کہ "ان لوگون کی ترقی کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ قومی خدمت کی نہایت قدر کیجاتی ہے، یہان تک کہ اگر کسی شخص نے قوم کے لئے کوئی بڑا کام کیا ہو تو وہ گو یا ذاتی افعال کے لحاظ سے کیسا ہی بدچلن، بدمعاش، کمینہ، دنی الطبیعۃ ہو، تاہم تمام قوم اسکو اپنا سرتاج بنائیگی، ہر موقع پر اس کا نام فخر سے لیا جائیگا، اسکی یادگارین قائم کیجائینگی، اور اسکی برائیون کا مطلق تذکرہ نہ ہوگا،

اس کے مقابلہ مین ہمارے ملک کا حال دیکھو کہ اگر کسی شخص نے قوم کے لئے اپنے آپ کو فدا بھی کردیا ہو، تاہم قوم کو صرف اس کے عیوب پر نظر ہوگی اور اسکی خوبیون کا ذکر تک نہ آئیگا، ع

بہ بین تفاوتِ رہ از کجاست تابکجا

مصنف نے یورپ کے تمام شہرون مین سے لندن کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہین، لیکن چونکہ ہمارے ملک کے اکثر تعلیم یافتہ لندن کے حالات سے خود واقفیت رکھتے ہین، اسلئے ہم اس حصہ کو بالکل چھوڑ دیتے ہین، البتہ فرانس کے حالات جو مصنف نے بیان کئے ہین، اس کا مختصر سا خاکہ کھینچنا ناموزون نہ ہوگا،

پیرس کا ذکر فرانس کے دار السلطنۃ پیرس کا ذکر وہ ان الفاظ سے شروع کرتا ہے، "یہ پیرس ہے، جو دنیا کا انتخاب اور عالم کا سیرگاہ ہے، یہ پیرس ہے جو عظمت و شان کی تصویر اور نزاکت و

لطافت کا پیکر ہے، یہ پیرس ہے جو علوم کی کان اور دائرہ عرفان کا مرکز ہے، یہ پیرس ہی جس کی تعریف مین گو کتنا ہی مبالغہ کیا جائے، تاہم اسکی اصلی تعریف ادا نہین ہو سکتی، اس لئے مجکو صرف یہ کہنا چاہئے کہ وہ بہشتون کی بہشت ہی نہین نہین بلکہ وہ پیرس ہی"

اس عظیم الشان دار السلطنۃ کی عجیب وغریب باتون مین سے مصنف نے سب سے پہلے عورتون کی حالت پر تعجب کیا ہے، وہ لکھتا ہے "نوع انسانی کے نصف حصہ (عورت) جو ہمارے ملک مین بالکل بیکار چیز ہے، یہان وہی تمام ترقیون کی روح ہے، اور اسکی اس قدر عزت کیجاتی ہے کہ فرانس کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ "جو عورت کی مرضی ہے وہی خدا کی مرضی ہی"

مصنف نے اگرچہ عورتون کی قابلیت کی نہایت تعریف لکھی ہے اور لکھا ہی کہ وہ تمام علوم وفنون مین نہایت اعلیٰ درجہ کا کمال پیدا کرتی ہین، یہان تک کہ انشا پردازی، مضمون نگاری، شاعری، مصوری، وکالت، طبابت، ایجاد، صنائع، ان تمام فنون مین اعلیٰ درجہ کی کامل عورتین موجود ہین، تاہم اسکو تسلیم کرنا پڑا ہے کہ یورپ مین جو عورتون کو آزادی حاصل ہی، وہ سخت اعتراض کے قابل ہے،

اس کے بعد مصنف نے متعدد عنوان کو تفصیل سے لکھا ہے، مثلاً عجائب خانے، کلیسا، کتبخانے، مذہبی عمارتین، نباتات کا باغ، مدارس اور خیراتی کارخانے، تھیٹر وغیرہ وغیرہ،

عجائب خانون مین سے دو تین عجائب خانے ذکر کے قابل ہین، ایک عجائب خانہ خاص فنون اور صناعیون کا ہے، اسمین بہت سے کمرے اور ایک کتبخانہ ہے، جسمین تیس ہزار کتابین ہین اور یہ کل کتابین فقط صنعت کے متعلق ہین، رات کو فن صنعت پر لکچر دیا جاتا ہے، اور ہر شخص کو بغیر کسی فیس کے اسمین شریک ہونے کی اجازت ہوتی ہے، لکچرار عموماً وہ ہوتے ہین جو صنعت مین اپنا جواب نہین رکھتے،

اس عجائبخانے مین ہر قسم کے آلات اور کلین جو قدیم زمانہ مین تھین، یا اب پیدا ہوئی ہین، مہیا کی گئی ہین، زراعت، رصد، نقاشی، تصویر کشی، رنگ سازی، جر ثقیل، وغیرہ کے نہایت قدیم اور جدید آلات نہایت کثرت سے موجود ہین،

ایک عجائب خانہ ہے جس کا صرف یہ مقصد ہے کہ دنیا کے ہر حصہ کے انسانون کی طرز معاشرت اور طریقہ تمدن کو دکھایا جائے اسمین چالیس ہزار مجسم تصویرین ہین، قدیم زمانہ کی تمام وحشی اور مہذب قومون کو اسی حالت اور وضع و لباس مین دکھایا ہے، جسمین وہ زندگی بسر کرتے تھے،

ایک عجائب خانہ فن تربیت کا ہے، اسمین تمام کتابین، رسالے، نقشے، تصویرین فن تربیت سے متعلق ہین، اس عجائب خانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ اور اُس کے مختلف دورون مین تعلیم و تربیت کے کیا طریقے تھے، تربیت کے متعلق کس قسم کے آلات سے کام لیا جاتا تھا، خاص فن تربیت کے متعلق جس قدر کتابین یہان ہین ان کی تعداد ۶۸۴۸ ہے،

ایک عجائب خانہ خاص مذہبی ہے، یعنی دنیا کے تمام مختلف مذہبون کو محسوس صورت مین دکھایا ہے، اس عجائبخانہ کی بنیاد پروفیسر جیمسی نے ڈالی تھی، جس نے تمام مشرقی ملکون مین سفر کیا تھا، اور مختلف مذاہب کے متعلق دس لاکھ روپیہ کی قیمت کی کتابین مہیا کی تھین، یہ تمام کتابین اس نے عجائب خانہ مین وقف کردین، چنانچہ خاص چین، جاپان، اور مصر کے مذاہب کے متعلق ستر ہزار کتابین ہین، بہت سے ہیکل اور مندر ہین، فرعون کے زمانہ مین قیامت کے متعلق جو خیالات تھے، ان کی تصویرین ہین، عبادت اور پرستش کے جو جو طریقے جس جس زمانے مین رائج تھے سب کے نمونے ہین، غرض اس عجائب خانہ سے ایک سرسری نگاہ مین دنیا کی تمام قومون کے مذہبی اعمال اور مذہبی خیالات معلوم ہوسکتے ہین،

کتبخانے کثرت سے ہین، مگر سب سے زیادہ مشہور اور عظیم الشان کتب خانہ قومی کتبخانہ

ہے، اس کو چارلس اول نے ۱۲۸۵ء مین قائم کیا تھا، اس وقت اس مین صرف بارہ ۱۲ ہزار کتابین تھین، ۱۷۸۹ء مین مطبوعہ کتابون کی تعداد تین لاکھ ہو گئی، اور اب کم و بیش تیس لاکھ کتابین ہر قسم کی موجود ہین،

اس کتبخانے کے چار ۴ حصے ہین، پہلے حصہ مین مطبوعہ کتابین، نقشے، جغرافیہ کے مجموعے ہین دوسرے مین قلمی کتابین ہین، تیسرے مین پرانے کتبے اور پتھر ہین، کتابون کے مطالعہ کرنیکا جو کمرہ ہے، اس مین ہر وقت ۲۵ ہزار کتابین موجود رہتی ہین جغرافیہ کے متعلق جس قدر کتابین اور نقشے اس کتبخانہ مین ہین تمام دنیا مین نہین ہین، صرف اٹلس اور نقشون کی تعداد ڈہائی لاکھ ہے، قلمی کتابین ۹۱۱۰۹ ہین، جنمین آٹھ ہزار کتابین تصویر دار اور مذہب و مطلا ہین،

مصنف نے حالات کی تفصیل کے بعد اسکے سالانہ مصارف کا نقشہ دیا ہی، اور لندن کے برٹش میوزیم سے موازنہ کیا ہی، اسکا خلاصہ یہ ہے،

سالانہ مصارف کتبخانہ پیرس

تنخواہ ملازمین	۳۶۰۰۰۰	فرنک
اسباب وغیرہ	۲۷۰۰۰۰	"
طیاری فہرست	۸۰۰۰۰	"
جلدبندی	۲۵۰۰۰	"

مختصر یہ کہ مجموعی مصارف ۷۸۰۰۰۰ ہی لیکن برٹش میوزیم کا سالانہ صرف ۱۲۵۰۰۰۰ ہی،

اندھون کا مدرسۂ تعلیم کو جو یہان وسعت حاصل ہی اس کے لحاظ سے مصنف کو بہت سے کالجون اور اسکولون کا ذکر کرنا چاہیے تھا، مگر اس نے صرف دو تین مدرسون کے ذکر پر اکتفا کیا ہے، اور حقیقت مین جس جدت کی وجہ سے اسنے انتخاب کیا وہ بیجا بھی نہین، انمین سے ایک مدرسہ اندھون کا ہی، ہمارے ملک مین تو آنکھ والون کی تعلیم کا بھی رونا ہی لیکن وہان

اندھون کی تعلیم کا جو انتظام ہے، نہایت حیرت انگیز ہے، فرانس کو اس اولیت کا شرف بھی حاصل ہے کہ اول اُسنے اس قسم کی تعلیم کی بنا ڈالی یعنی پروفیسر ہادی نے ۱۷۸۴ء مین اندھون کی تعلیم کے لئے مدرسہ کھولا اور اور تمام دنیا مین اس قسم کا یہ پہلا مدرسہ تھا، یہ مدرسہ اب بھی موجود ہے، اس مین اس وقت ۱۵۵ لڑکے اور ۸۰ لڑکیان تعلیم پاتی ہین، مدتِ تعلیم دس برس ہے، اسمین ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم ابھرے حرفون کے ذریعہ سے ہوتی ہی، اور تمام کتابین جو انکو پڑھائی جاتی ہین، اسی قسم کے حروف مین چھپی ہوئی ہوتی ہین، اس کے سوا عملی تعلیم بھی ہوتی ہے، اور کاتنا، بننا، خرادنا، سینا، پرونا، سکھایا جاتا ہی، موسیقی کی تعلیم نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، مدرسہ کے کتبخانہ مین ڈھائی ہزار کتابین ہین جو ابھرے ہوئے حرفون مین چھپی ہوئی ہین، اس مدرسہ اور دیگر قسم کے دیگر مدارس سے اس درجہ کے لوگ تعلیم پاکر نکلے کہ آنکھ والے بھی انکی قابلیت کا مقابلہ نہین کرسکتے، انمین سے بعض نہایت نامور پروفیسر گذرے ہین، جن کی شہرت آج تک ضرب المثل ہی،

ایک کمیٹی خاص اندھون کی تعلیم اور اون کی اعانت کے لئے قائم ہے، ڈیڑھ لاکھ فرنک اس کا سرمایہ ہی، اور قریباً ۳۲ ہزار فرنک سالانہ آمدنی ہی، یہ تمام رقم اندھون کی تعلیم و تربیت و دیگر ضروری مصارف مین صرف کیجاتی ہے، اس وقت اس کمیٹی کے ۸۵۰ ممبر ہین، اور روز بروز ممبرون کی تعداد بڑھتی جاتی ہے، اندھون کے لئے متعدد اخبارات بھی ہین جنمین سے ایک بالکل ابھرے ہوئے حرفون مین چھپتا ہی،

اس سے زیادہ تعجب انگیز گونگون کا مدرسہ ہے مصنف کا بیان ہے کہ مین نے جسوقت اُن کی تعلیم کی کیفیت دیکھی، تو حیرت زدہ رہگیا، پروفیسر یا شاگرد ہاتھ کے اشارہ سے بالکل کام نہین لیتے اور باوجود اُس کے ہر قسم کے مضامین کی تعلیم ہوتی ہی مصنف نے سمجھا تھا کہ بلند آوازی سے کام لیا جاتا ہوگا، چنانچہ اس نے پکار پکار کر گونگون سے باتین شروع کین لیکن جس قدر وہ زیادہ چلاتا تھا گونگے اور زیادہ سننے سے عاجز رہتے تھے، آخر پروفیسر نے اُن سے گفتگو کرنے کا طریقہ بتایا، اور اس وقت جو کچھ ان سے کہا جاتا تھا وہ صاف سمجھتے جاتے تھے، اس مین زیادہ تر لحاظ ہونٹون کی حرکت کا ہی، گونگے ہونٹون کی حرکت پر خیال

کرتے ہین، اور بات سمجھتے جاتے ہین،

تعجب یہ ہے کہ سالانہ جلسون مین یہ گونگے لکچر اور اسپیچین دیتے ہین اور ہر قسم کے مطالب کو صرف اشارون سے ادا کرتے ہین، چنانچہ ۱۸۹۲ء مین جب پروفیسر دولوپی کی سالگرہ کا جلسہ ہوا تو صدر انجمن مسٹر کوشفر تھا جو اسی مدرسہ کا تعلیم یافتہ انجنیر تھا، اور بالکل گونگا تھا، کھانے کے بعد مسٹر کوشفر نے ایک لمبی اسپیچ دی جسمین دولوپی کے تمام کارنامے بیان کئے، اس کے بعد اورون نے اسپیچین دین، یہ تمام اسپیچین صرف اشارون کے ذریعہ سے دی گئین، اور تمام حاضرین بخوبی سمجھتے تھے،

فیاضی اور خیرات کا جو عمدہ طریقہ یہان، اور یورپ کے تمام ممالک مین جاری ہے، وہ خاصکر لحاظ کے قابل ہے، ایشیائی ممالک، فیاضی کے لئے مشہور ہین، لیکن فیاضی کا طریقہ ایسا ابتر ہے، جس کی وجہ سے قوم کی قوم گدائی اور دریوزہ گری مین مبتلا ہو گئی ہے، اچھے خاصے توانا، اور مضبوط آدمی بھیک مانگتے پھرتے ہین، مولوی، صوفی، درویش، نذر و نیاز کے بہانہ سے بے تکلف گدائی کرتے ہین، لیکن یورپ کا طریقہ بالکل جدا ہے، کوئی شخص کسی شخص کے آگے دستِ طلب دراز نہین کرتا، نہ کوئی شخص کسی خاص شخص کو کچھ دے سکتا، جو کچھ جس کو دینا ہوتا ہے، خیراتی کارخانون کے حوالہ کرتا ہے، وہان سے نہایت احتیاط کے ساتھ وہ رقم اُن لوگون کو پہنچا دیجاتی ہے، جو درحقیقت مستحق ہوتے ہین، فرانس مین اس قسم کی کمیٹیان اور خیراتی کارخانے جس کثرت سے ہین ان کا شمار نہین ہو سکتا، مصنف نے بہت سی کمیٹیون کے نام لئے ہین جن کی غرضین مختلف ہین، مثلاً یتیمون کی پرورش، غریب حاملہ عورتون کی مدد، بیکار پیشہ ورون کے لئے کام کی تلاش، کنواری عورتون کے لئے شادی کا انتظام، وغیرہ وغیرہ جنکی مجموعی تعداد ۲۴۵ ہے، لیکن باوجود اس کے قوم مین گداگری کی صفت کا شائبہ تک نہین پایا جاتا،

ا؎ یہ شخص گونگون کی تعلیم کا موجد ہے،

اسپین کا ذکر مصنف نے نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ شروع کیا ہی سرحد مین داخل ہوتے ہی مصنف کے دل مین اُس شان وشوکت کا خیال تازہ ہوگیا ہی، جو اس ملک کو اسلام کے عہد مین حاصل تھا، اسلامی عہد کی ترقیان عظمت وشوکت، نزاکت اور تکلف کے جلوے جا بجا اب بھی نظر آتے ہین، اور مصنف ان کو دیکھکر بے تاب ہو ہو جاتا ہے، غرناطہ کے قصر حمرا مین پہنچکر اسپر بالکل حیرت طاری ہوگئی، اور باوجود اس کے کہ وہ لندن اور پیرس کی عجیب وغریب عمارتین دیکھ چکا تھا تاہم حمرا نے دفعۃً اُن سب کو دل سے بھلا دیا، اس موقع پر مصنف کے خاص الفاظ یہ ہین

ویعلم اللہ انی ما رأیت فی طول سیاحاتی شیئا ادق واتقن واجمل واکمل مما رأیته فی ھذہ المدینۃ یعنی خدا جانتا ہی کہ مین نے اس تمام سفر مین کہین ایسی دقیق الصنعت، استادانہ، خوبصورت، عمدہ تر چیزین نہین دیکھین جیسی اس شہر مین دیکھین،

اس کے بعد مصنف نے فخر کے جوش مین آکر مسلمانون کے عہد کی ترقی وتہذیب کی مختصر داستان لکھی ہے، پھر اسلام کی بے تعصبی اور عیسائیون کے تعصب کا موازنہ کیا ہے، وہ لکھتا ہی کہ مسلمانون نے جب اس ملک کو فتح کیا، تو عیسائیون کے تمام حقوق اور مذہبی ارکان برقرار رہنے دیئے برخلاف اس کے جب وہ عیسائیون کے قبضہ مین آیا تو پوپ کے حکم سے مذہبی مجلسین قائم ہوئین جن کے فیصلون کے مطابق ہزارون لاکھون تصنیفات آگ مین جلا دی گیئن، اس کے ساتھ ہزارون مسلمان بھی زندہ جلا دیئے گئے، اور اگرچہ غرناطہ کی فتح کے وقت صریح معاہدہ ہو چکا تھا کہ مسلمانون کے مذہب سے تعرض نہ کیا جائیگا، تاہم جب جنرل شمینس شہر مین داخل ہوا تو اس نے شہر کے تمام مسلمانون کو بزور عیسائی بنانا چاہا، چنانچہ پچاس ہزار مسلمان زبردستی عیسائی بنائے گئے، اس پر بھی اکتفا نہین کیا گیا، بلکہ جنرل ترکماوا نے حکم دیا کہ چونکہ یہ دل سے عیسائی نہین ہوئے ہین اسلئے انکو بالکل برباد کردینا چاہیئے،

مصنف نے اس بات کو نہایت خوبی سے بیان کیا ہے کہ مسلمانون کے عہد مین اس ملک کو جو رونق اور عروج حاصل تھا اب اُس کا عشر عشیر بھی نہین، مسلمانون کے عہد مین اسکی مردم شماری چار کرور تھی، اب صرف ایک کرور ستر لاکھ ہے، زمینین اکثر ویران پڑی ہین اور معاش کے وسائل نہایت کم ہین، مصنف لکھتا ہے کہ قلتِ آبادی اور کثرتِ ویرانی کے اسباب مین سے صرف یہ سبب لکھنا کافی ہوگا کہ فلپ ثانی نے چھ لاکھ مسلمانون کو ایک دم سے جلاوطن کر دیا جو سب کے سب کاشتکار تھے، اور جن کی بدولت زراعت کو نہایت ترقی تھی،

آخر مین مصنف لکھتا ہے کہ اگرچہ عرب اس ملک مین نہین رہے لیکن ان کی یادگارین ہر جگہ موجود ہین، ملک مین جو قوانین اور انتظامات جاری ہین اُن مین اسلامی قوانین کے آثار موجود ہین، یہان تک کہ لوگون کے اخلاق و عادات مین عرب کے اخلاق و عادات کی جھلک پائی جاتی ہے، تمام یورپ کے برخلاف یہان کے لوگ بیگانہ نواز اور مہمان پرست ہین، یہ لوگ اجنبی آدمیون کے ساتھ نہایت اخلاق سے پیش آتے ہین اور ہر کام مین اسکی اعانت کرتے ہین، مختصر یہ کہ یورپ کے اور ملکون مین اور اس ملک مین صریحی فرق محسوس ہوتا ہے اور وہ فرق انھین اخلاق کے لحاظ سے ہے جو خاص عرب کے اخلاق ہین، شعر

عالم زما تہی و ز افغانِ ما پُر ست،
شد عندلیب خاک و چمن از نوا پُر ست،

(از رسائل شبلی، مطبوعہ ۱۸۹۸ء)

تلفیق الاخبار

پر

ریویو

(یہ ایک ضخیم کتاب، خاص ترک و تاتار کی تاریخ مین ہی جو ایک روسی مسلمان کی تصنیف ہی)

مسلمان تمام دنیا کے مختلف حصون مین پھیلے ہوئے ہین، لیکن باہمی روابط اس قدر کم ہین کہ ٹرکی کے سوا باقی ممالک کے حالات کی ہمکو خبر تک نہین ہوتی، ایران کے واقعات دھندلے دھندلے نظر آتے ہین، مراکش کا خط وخال صرف یورپین مصوّرون کی رنگ آمیزی مین دکھائی دیتا ہے، اور تاتاری مسلمان جس حال مین ہین، وہ تو دوربین سے بھی نظر نہین آتا، اس حالت مین کتاب زیر ریویو پر اگر ہماری نظر نہایت شوق اور استعجاب سے اٹھی ہو تو کوئی تعجب کی بات نہین، کتاب کا مصنف بلغار کا رہنے والا ہے، لوح پر مصنف کا نام ان حرفون مین لکھا ہے، "م م رمزی" معلوم نہین یہ اصل نام ہے، یا فرضی لقب ہے، چونکہ کتاب نہایت آزادی سے لکھی ہے، اور روسی سلطنت کا جور وظلم اور مذہبی تعصب نہایت تفصیل سے دکھایا ہی جس کو پڑھکر حیرت ہوتی ہے، کہ کیا انیسوین صدی بھی اس قسم کی وحشیانہ حرکات کی متحمل ہو سکتی ہی، اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ مصنف اپنا اصلی نام نہ ظاہر کر سکا لیکن مطبع اور شہر کا نام بہ تصریح ہے، اس لئے یہ قیاس کسی قدر ضعیف ہو جاتا ہی، اس کتاب کا ایک خاص اثر یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی کی قدر و منزلت دل مین بہت بڑھ جاتی ہے،

الاشیاء تعرف باضدادھا، ہر چیز اپنے مقابل سے پہچانی جاتی ہی،

مصنف تاتاری ترک ہے، اور قومیت کے نشہ مین چور ہے، چنگیز خان کی برائی پر تمام دنیا کو متفق اللفظ سنتے آئے، لیکن مصنف اس اجماع مین بھی شامل ہونا گوارا نہین کرتا، اور سلطان خوارزم شاہ کو مخاطب کرتا ہی کہ، ہمہ آوردہ تست، مصنف کی خاص اجتہادات کی بحث تو آگے آئیگی، لیکن اس قدر اس موقع پر ظاہر کرنا ضرور ہے کہ ترک اور تاتار کی کوئی تاریخ آج تک اس قدر مفصل اور محققانہ نہین لکھی گئی، اس نے سیکڑون کتابون سے مدد لی ہے، اور دیباچہ مین ان کی فہرست بھی دیدی ہی لیکن وہ ان ماخذون پر اس طرح حکومت کرتا ہے، گویا سب اسکے فرمان بردار ہین، وہ تنقید کے زور سے جسکو جہان چاہتا ہی حکم دیتا ہے اور سب کو تسلیم کرنا پڑتا ہے وہ نہایت مستند اور مسلّم ایرانی تصنیفات کی غلطیون کی ہنسی اڑاتا ہے، اور سچ یہ ہے کہ

انصاف شیوہ ایست کہ بالاے طاعت است

شاہنامہ کی اسپیون (اور مین بھی انہی مین ہون،) کو فردوسی نے ہمیشہ یہ تلقین کی کہ ایران کے مقابلہ مین ترک ہمیشہ مغلوب رہے، اور ترک کا لفظ ظالم، جاہل اور غارت گر کا مرادف ہی، خواجہ حافظ صاحب سے بھی ہم نے بچپن مین یہی سنا تھا ع

چنان بردند صبر از دل کہ ترکان خوانِ یغمارا

لیکن مصنف نے فردوسی کی تمام ملمع کاری کی قلعی کھول دی، شروع سے اخیر تک تمام واقعات بہ تفصیل لکھے ہین، اور ہر جگہ مورخین ایران کے تعصب، غلط بیانی اور مبالغہ کو اس طرح واضح کر دیا ہے کہ ایک مجوسی آسانی سے مرتد ہو سکتا ہی،

تمام کتاب مین ہمارے کام کی بات یہ ہے کہ یورپین مورخون کی زبان سے یہ سنتے سنتے ہم تھک گئے تھے کہ ترکون نے دنیا کے تمدن کو برباد کر دیا، بے شبہہ انھون نے بڑی بڑی فتوحات

حاصل کین، لیکن عرب نے جو تمدن دنیا مین پھیلایا تھا، ترکون نے اس گلستانِ ہمیشہ بہار کو دفعۃً ویرانہ سے بدتر کر دیا، مسیو لیبان نے تمدنِ عرب مین عرب کی تہذیب و تمدن کی تعریف اس حد تک کی ہے کہ خود ہم کو مشکل سے اعتبار آتا ہے، لیکن یہ زیادہ تر اس غرض سے ہے کہ عرب کو جس قدر اونچا کرین اتنی ہی بلندی سے ترکون کو گرائین، مسٹر بلنٹ نے فیوچر آف اسلام مین یہی پیشِ نظر رکھا ہے ہمارے ایک دوست نے نہایت سچ کہا کہ یورپ ہر مردہ قوم کا مرثیہ نہایت سوز و گداز سے بڑھ سکتا ہے لیکن کسی زندہ قوم کو اچھا نہین کہہ سکتا، عرب (من حیث الحکومۃ) آج موجود نہین ہین، اس لئے ان پر آنسو گرانا آسان ہے، لیکن زندہ حکومتون کی تحسین و تعریف مین پالیٹکس کی نگاہِ غضب کا ڈر ہے،

بہر حال یورپ کا یہ فیصلہ ہے کہ ترکون نے اسلام لانے کے بعد بھی علم و فن کی کچھ خدمت نہ کی، بلکہ عرب نے جو کچھ کیا تھا اسکو بھی برباد کر دیا، مین مدت سے یورپ کی اس غلط بیانی پر حیرت زدہ تھا، میرے سامنے ترکون کے سیکڑون علمی کارنامے موجود تھے لیکن چونکہ مصنفینِ حال کے زمرہ مین مجھکو کوئی اور ہم نوا نہین ملتا تھا، اس لئے زبان کھولنے کی جرأت نہین ہوئی، لیکن کتابِ زیر ریویو کے مصنف نے نہایت دلیری سے یورپ کی غلط بیانیون کا پردہ فاش کیا،

ہم اس کتاب سے چند مفید معلومات اقتباس کے طور پر ناظرین کے نذر کرتے ہین، ترکون کے علمی احسانات کے لئے علٰحدہ آرٹکل درکار ہے، اس باب مین مصنف نے جو کچھ لکھا ہے، بہت مجمل ہے، اور ضرورت ہے کہ یہ داستان پھیلا کر لکھی جائے،

ترک و تاتار و مغل و ترکمان

ترکون کے حالات سے عام ناواقفیت کا ایک بڑا ثبوت یہ ہے، کہ لوگ اُن کو الگ الگ قومین سمجھتے ہین، حالانکہ یہ سب ایک ہی خاندان کے مختلف شخصون کے نام ہین، چین مین ترکی قومون کو ہیانگ تو کہتے تھے اور قدیم یونان اور روم مین ان کا نام سیتیا، یا اسکاتیا تھا

عبرانی زبان مین ان کو ماجوج کہتے ہین، چنانچہ کاتب چلپی نے جہان نما مین اسکی تصریح کی ہے، مصنف نے ان قومون کی ابتدا اُن کی سکونت اُن کے تشعب کا حال نہایت تفصیل سے لکھا ہی، لیکن غالبًا ناظرین کو اس سے دلچسپی نہ ہوگی، اس لئے ہم اون کے ان واقعات کا اقتباس کرتے ہین جو اسلام کے عہد مین پیش آئے سب سے پہلے ترکون پر حضرت عمرؓ کے زمانہ مین ۲۱ھ مین فوج کشی ہوئی یعنی عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی نے باب الابواب سے گذر کر خزر (عرب عمومًا اس زمانہ مین ترکونکو خزر کہتے تھے) پر حملہ کیا، اس زمانہ سے ۱۸۳ھ یعنی ۱۶۲ برس تک ترکون پر حملے ہوتے رہے، لیکن فتح و شکست کا قطعی فیصلہ کبھی نہین ہوا،

اس امر مین اختلاف ہے کہ یہ لوگ اسلام کب لائے اور کیونکر لائے، مصنف نے مسعودی سے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے ملبغار کا بادشاہ ۳۱۰ھ کے بعد خلیفہ مقتدر باللہ کے زمانہ مین اسلام لایا، اسلام کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ایک خواب دیکھا، جس سے اسکو اسلام کی طرف رغبت ہوئی، یہ بادشاہ نہایت صاحب اقتدار تھا، وہ قسطنطنیہ، اٹلی، فرانس، اسپین پر اکثر حملے کیا کرتا تھا، اسلام لانے کے بعد اُس کے بیٹے نے حج کیا اور بغداد مین آیا، خلیفہ مقتدر باللہ نے اسکو رایت و علم عنایت کیا، مصنف نے لکھا ہی، کہ اس بادشاہ کا نام الماس خان بن سلکی خان تھا، اسلام لانے کے بعد اس نے مقتدر باللہ کے دربار مین سفیر بھیجا اور غائبانہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ بھی درخواست کی کہ احکام اسلام کی تعلیم کے لئے فقہا اور علمار بھیجے جائین، ان کے ساتھ ریاضی دان بھی آئین کہ ٹھیک ٹھیک سمت قبلہ بتائین، مقتدر نے متعدد علمار و فضلا کو اس خدمت پر مامور کیا جن مین سوسن الراسبی اور بدر حرمی بھی تھے، احمد بن فضلان کو بھی اس سفارت کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ ملبغار کے حالات اور سفر کے تمام واقعات کی رپورٹ لکھ کر لائین، "احمد بن فضلان نے ایک نہایت مفصل رسالہ لکھا لیکن افسوس ہے، کہ آج اس کا بالکل پتہ نہین لگتا، یاقوت حموی نے معجم البلدان مین اسکی معتد بہ

عبارت نقل کی ہی اُس کا خلاصہ حسب ذیل ہی :-

"الماس بن سلکی بلطوارا جو صقالبہ کا بادشاہ ہی، اسکی درخواست امیرالمومنین مقتدر باللہ کی خدمت مین پہنچی کہ کسی کو بھیجا جائے جو مجھ کو اسلام کے احکام سکھائے اور مسجد اور منبر بنائے تاکہ تمام ملک مین اسلام کی اشاعت کیجائے اس کے ساتھ ایک قلعہ بنانے کی بھی اجازت دیجائے، اس درخواست کے موافق ہملوگ ۱۱ صفر ۳۰۹ھ کو روانہ ہوئے،"

اس کے بعد احمد بن فضلان نے راستہ کے تمام واقعات نہایت تفصیل سے لکھے ہین جنکو مین قلم انداز کرتا ہون،

جب صقالبہ کے پایہ تخت سے ایک دن کا فاصلہ رہگیا تو اُس نے چار بادشاہون کو جو اسکی زیر حکومت ہین اور اپنے بھائی اور بیٹون کو ہمارے استقبال کے لیے بھیجا، جب دو فرسنگ کا فاصلہ رہگیا تو وہ خود استقبال کو آیا جب اس نے ہم کو دیکھا تو سواری سے اتر پڑا اور زمین پر سجدہ کیا، اور ہمارے اوپر روپئے برسائے، اور خیمے نصب کرائے جنمین ہمکو اتارا ہمارے پہنچنے کی تاریخ ۱۲ محرم ۳۱۰ھ تھی، جرجانیہ سے جو خوارزم کا پایہ تخت ہی یہان تک ستر دن کی مسافت ہی، ہم بدھ کے دن تک یہان مقیم رہے، اس اثنا مین وہان کے تمام رؤسا اور مقربین درگاہ ہر طرف سے آکر جمع ہوئے جمعرات کے دن ہم نے امیرالمومنین کے دونون فرمان نکال کر پیش کئے، بادشاہ کو دولت عباسیہ کا سیاہ ملبوس پہنایا اور پگڑی باندھی، پھر فرمان پڑھا، فرمان کے پڑھے جانے تک بادشاہ تعظیماً کھڑا رہا، پھر وزیر اعظم کا فرمان پڑھا، بادشاہ اگرچہ فربہ اندام تھا لیکن اب بھی برابر کھڑا رہا، پھر دربار خلافت سے جو ہدیئے لائے تھے اسکو دیئے گئے، اسکی خاتون بھی اس کے برابر بیٹھی تھی، اسکو بھی خلعت دیا، اور یہ ترکون کا عام قاعدہ ہی (یعنی انمین پردہ کی رسم نہین ہی) پھر ہم اس کے خیمہ مین گئے، وہ تخت پر بیٹھا اور سلاطین دائین جانب اور ہم بائین جانب بیٹھے، پھر کھانا آیا باری باری مختلف کھانے آتے تھے اور ہر شخص

کے سامنے الگ الگ سینیان رکھی جاتی تھین، بادشاہ چھری سے کاٹ کر کھاتا تھا، سینی مین جو کھانا بچ جاتا تھا وہ کھانے والون کے قیام گاہ پر پہنچا دیا جاتا تھا، کھانے کے بعد شہد کی شراب آئی جس کو ترکی مین سچو کہتے ہین، + + + + بادشاہ کی سواری جدھر سے نکلتی ہی لوگ کھڑے ہوجاتے ہین اور ٹوپیان اتار کر بغل مین دبا لیتے ہین، پھر بادشاہ کی طرف اشارہ کرکے سر کو جھکا دیتے ہین، بادشاہ کے سامنے جب بیٹھتے ہین تو ہمیشہ ٹوپی اتار کر بیٹھتے ہین، + + + مرد عورت ایک ساتھ کھلے مقامات مین ننگے نہاتے ہین، لیکن بدکاری کا مطلق وجود نہین، کوئی شخص بدکاری کا مرتکب ہو تو ایک طرف کا جسم گردن سے ران تک کاٹ کر درخت پر لٹکا دیتے ہین،،

بلغار کی رات عام طور سے مشہور ہے کہ بلغار مین رات اس قدر چھوٹی ہے کہ آفتاب کے غروب اور طلوع مین صرف آدھ گھنٹہ کا فرق ہوتا ہے، اس لئے وہان عشا کی نماز نہین ہوتی، لیکن مصنف نے ثابت کیا ہے کہ محض مبالغہ ہے، آلاتِ رصدیہ سے ثابت ہوا ہے کہ ساڑھے چار گھنٹے سے رات کم نہین ہوتی،

(الندوہ ج ۸ نمبر ۱۲ ذی حجہ سنہ ۱۳۲۹ھ)

تمدنِ اسلام

مصنّفہ

جرجی زیدان

کی

پردہ دری،

جرجی زیدان ایک عیسائی مصنف نے یہ کتاب چار حصون مین لکھی ہی جسمین مسلمانون کی تہذیب و تمدن کی تاریخ لکھی ہے، اس کتاب مین مصنف نے درپردہ مسلمانون پر نہایت سخت اور متعصبانہ حملہ کیے ہین لیکن بظاہر مسلمانونکی مدح سرائی کی ہی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگون کی نظر اسکی فریب کاریون پر نہین پڑی، اور کتاب گھر گھر پھیل گئی،

مین اس حالت کو دیکھ رہا تھا، لیکن قلتِ فرصت کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ نہین ہو سکتا تھا، نوبت یہان تک پہنچی کہ فاضل کے امتحان مین اس کے داخلِ نصاب کرنے کی رائے دی گئی اور ٹائمس نے حال مین ایک مضمون لکھا کہ حضرت عمرؓ کا کتبخانۂ اسکندریہ کو جلانا ثابت ہے، جیسا کہ جرجی زیدان نے اسکو تمدنِ اسلام مین جدید دلائل سے ثابت کر دیا ہی،

ان واقعات نے مجبور کر دیا کہ مین اسکی فریب کاریان تفصیل کے ساتھ ناظرین کے پیشِ نظر کرون، اصل مضمون عربی مین لکھا ہے اور اس کو نہایت وسعت دی ہی، اردو مین مختصر کر دیا ہی، اور طرزِ تحریر بھی معمولی ہے،،

مصنف کا اصل مقصود کیا ہے؟ آج کل یورپ مین تصنیف کا ایک طرز یہ ہے کہ مصنف کسی خاص قسم کے واقعات جب ملک مین پھیلانا چاہتا ہے تو اس پر مستقل حیثیت سے کوئی کتاب نہین لکھتا بلکہ کوئی ناول لکھتا ہے جس مین ان واقعات کو جابجا ضمنی موقعون مین لاتا جاتا ہے، اور اس طرح دلچسپی کے ساتھ اُن تمام واقعات کو گوش آشنا کر دیتا ہے، اسی قسم کا طریقہ مصنف نے اختیار کیا ہے، اس کے اہم مقاصد جس کے لئے اس نے یہ کتاب لکھی ہے، حسب ذیل ہین:-

(۱) عرب کی تحقیر اور اُن کی مذمت،

(۲) خلفاے (بنوامیہ و عباسیہ) مذہب کی توہین کرتے تھے، یہان تک کہ منصور نے بغداد مین کعبہ کی تحقیر کے لئے قبہ خضرا بنوایا، اور معتصم نے سامرہ مین کعبہ اور صفا و مروہ تعمیر کیا،

(۳) مسلمانون پر عام اعتراضات،

ان مضامین پر مصنف اگر کوئی مستقل کتاب لکھتا تو لوگ اسکی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے، اس لئے اس نے تاریخی واقعات کے پردہ مین ان مضامین کو ادا کیا، اور آہستہ آہستہ یہ زہر اس طرح سرایت کر گیا کہ لوگون کو خبر بھی نہ ہونے پائی،

مصنف نے ان اغراض کے حاصل کرنے کے لئے جو طریقے اختیار کئے ان کی تفصیل ذیل مین ہے:

(۱) صریح کذب و دروغ،

(۲) روایات کی نقل مین خیانت اور تحریف،

(۳) کسی صحیح واقعہ مین اپنی طرف سے ایسا اضافہ کر دینا کہ واقعہ کی صورت بدل جائے،

(۴) غلط استنباط اور استدلال،

ہم پہلے مصنف کے مقاصد کو کسی قدر تفصیل سے دکھاتے ہین،

کتاب کا ایک بڑا موضوع بنوامیہ کی برائی اور عیب گیری ہے، جس کے ضمن مین دراصل

عرب پر حملہ کرنا مقصود ہے،

کتاب کے چند اقتباسات حسب ذیل ہین :-

وکان من جملة نتائج تعصب بنی امیة للعرب واحتقارهم البلاد الاامر النصر اعتبروا اهل البلاد التی فتحوها وما یملکون رزقا حلالا لهم، (حصہ دوم صـ١٩)	بنوامیہ جو عرب کی طرف داری اور تمام دنیا کی تحقیر کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ تمام مفتوحہ شہرون کے لوگون کو اور ان کے دولت و مال کو شیر مادر سمجھتے تھے،
وکان عمال بنی امیة یجورون علی اصحاب الارضین من اهل الذمة فی التحصیل ونحوها (حصہ دوم صفحہ ١٩)	بنوامیہ کے عمال زمینداروں پر مالگذاری وغیرہ کے وصول کرنے مین ظلم کرتے تھے،
ولم یکن عمال بنی امیة یاتون هذه الاعمال من عند انفسهم دائما بل کثیرا ما کانوا یفعلونه بامر خلفائهم (حصہ دوم صفحہ ٢٣)	اور بنوامیہ کے عمال یہ باتین اپنی طرف سے نہین کرتے تھے بلکہ اکثر خلفا کے حکم سے کرتے تھے،
وکان بنوامیة قد انغمسوا فی الترف واللهو والخمر، (حصہ دوم صفحہ ٢٦)	اور بنوامیہ عیش پرستی اور لہو و لعب اور شراب مین ڈوب گئے تھے،
وکان العمال لایرون حرجا فی ابتزاز الاموال من اهل البلاد التی فتحوها عنوة، (حصہ چہارم صـ٥)	اور عمال بنوامیہ مفتوحہ قومون کے مال چھین لینے کو کچھ برا نہین سمجھتے تھے،
الاستهانة بالقرآن والحرمین (حصہ چہارم صـ٥)	قرآن مجید اور حرمین کی توہین،
فان اهل الذمة وغیرهم من سکان البلاد الاصلیین قاسوا من خلفاء بنی امیة ومن عمالهم الامور الصعاب حتی الذین اسلموا منهم فان العرب کانوا	ذمی اور دیگر اصلی باشندون نے بنوامیہ اور ان کے ملازمون کے ہاتھ سے سخت مصیبتین جھیلین حتی کہ ان لوگون نے بھی جو مسلمان ہو گئے تھے، کیونکہ عرب ان سے غلامون کا سا

يعاملونهم معاملة العبيد،	برتاؤ کرتے تھے،
وعظم امر الخلافة حتى فضلها على النبوة اى الحجاج	اور حجاج نے خلافت کے رتبہ کو اس قدر بڑھایا
فكان يقول ما قامت السموات والارض الا	کہ نبوت پر اسکو فضیلت دی چنانچہ کہتا تھا
بالخلافة وان الخليفة عند الله افضل من	کہ آسمان اور زمین خلافت سے قائم ہوئے
الملائكة المقربين والانبياء	ہین، اور خلیفہ خدا کے نزدیک مقرب فرشتون
المرسلين (حصہ چہارم ص ۷۹)	سے اور انبیا اور رسول سے بڑھ کر ہے،

ان باتون کے ثابت کرنے کے لئے مصنف نے بنو امیہ کے عجیب عجیب ظلم کے واقعات لکھے ہین، جنکی تفصیل آگے آئیگی،

بنو امیہ کی برائی اگر بنو امیہ کی خصوصیت کی بنا پر کی جائے تو ہم کو اس سے بحث نہین، بنو امیہ یا عباسیہ اسلام کے نمونے نہین ہین، وہ خلفا نہ تھے، بلکہ بادشاہ تھے، اس لئے اور سلاطین کی طرح ہر قسم کے عیوب اُن مین ہو سکتے تھے لیکن مصنف کی عنایت بنو امیہ پر اس لحاظ سے ہے کہ وہ اصلی عرب اور عربی قومیت کے نمونے تھے، ان کے اوصاف و اخلاق و عادات، در اصل عرب کے اخلاق و عادات ہین، چنانچہ مصنف عصر بنی امیہ کا ایک خاص عنوان قائم کر کے لکھتا ہے:-

وتمتاز عن الدولة العباسية	اور سلطنت بنو امیہ، دولت عباسیہ سے اس
بانها عربية بحتة (حصہ دوم ص ۱۸)	بات مین ممتاز ہے کہ وہ خالص عربی حکومت ہے،
وجملة القول ان الدولة الاموية	اور مختصر یہ ہے کہ سلطنت امویہ عربی
دولة عربية (حصہ چہارم ص ۱۰۳)	سلطنت تھی،

مصنف نے جس قدر بنو امیہ کی مذمت اور برائی کی ہے، اسی قدر عباسیہ کی مدح اور تعریف کی ہے، لیکن نہ اس لحاظ سے کہ وہ کوئی عربی سلطنت تھی بلکہ اس بنا پر کہ وہ ایرانی سلطنت تھی،

چنانچہ وہ عباسی حکومت کو ایرانی حکومت قرار دیتا ہے، حصۂ چہارم مین اس نے عباسیون کی سلطنت کا جہان ذکر شروع کیا ہی، اسکی سرخی یہ لکھی ہے، العصر الفارسی الاول اس کے نیچے لکھتا ہے:-

دعونا هذا العصر فارسیا مع انه داخل	ہم نے اس زمانہ کو فارسی کہا حالانکہ وہ عباسی
فی عصر الدولة العباسیة لان تلك	حکومت کا زمانہ ہے، یہ اس بنا پر کہ عباسی
الدولة علی کونها عربیة من حیث خلفائها	حکومت اگرچہ اپنے خلفاء اور مذہب اور
ولغتها ودیانتها فهی فارسیة من حیث	زبان کے لحاظ سے عربی تھی لیکن پالٹیکس
سیاستها وادارتها لان الفرس	کے لحاظ سے ایرانی تھی، کیونکہ ایرانیون نے
نصروها وایدوها ثم هم نظموا	اسکی اعانت کی اور ان ہی نے اسکی حکومت کا
حکومتها وادار واشئونها وامراؤها	انتظام کیا اور اس کے کاروبار چلائے اور
وکتابها وحجابها،	ایرانی ہی اس سلطنت کے وزیر اور افسر اور
	کاتب اور دربان تھے،

عام عرب کی نسبت مصنف لکھتا ہی کہ وہ نومسلمون کو سخت حقیر سمجھتے تھے، ان کے پیچھے نماز پڑھنا بھی گوارا نہین کرتے تھے، اُن کا قول تھا کہ نماز تین چیزون کے سامنے گذر جانے سے ٹوٹ جاتی ہی، گدھا، کتا اور نومسلم، امیر معاویہ نے قصد کیا تھا کہ تمام نومسلمون کو یا ان مین سے ایک حصہ کو محض اس وجہ سے قتل کر دین کہ وہ غیر قوم ہین، گویا یہ لوگ بھیڑ بکریان تھین، عرب کو یہ غرور اس وجہ سے ہو گیا تھا کہ وہ اونٹ چراتے چراتے تخت حکومت تک پہنچے تھے،

خلفاء کا کعبہ اور شعار اسلام کی توہین کرنا

مصنف نے جابجا اور ایک موقع پر خاص ایک عنوان قائم کر کے ثابت کیا ہے کہ خلفاء مذہبی شعائر کی تحقیر کرتے تھے، ایک موقع پر لکھتا ہی:-

فحبب لبعضهم الی المنصور ان یستبدل الکعبة بما یقوم مقامها فی العراق وتکون حجا للناس فبنی بناءً اسماه القبة الخضراء تصغیرا للکعبة وقطع المیرة عن المدینة۔ (حصہ دوم ص ۳۰)

بعضوں نے منصور کو اس طرف مائل کیا کہ کعبہ کے بدلے عراق مین کوئی عمارت بنائے جس کا لوگ حج کیا کریں، چنانچہ اس نے ایک مکان بنایا جس کا نام قبہ خضرا رکھا تاکہ کعبہ کی حقارت ہو، اور مدینہ مین غلہ بھیجنا بند کر دیا،

ایک موقع پر خلیفہ معتصم کے حال مین لکھتا ہے:-

فانشاء فیها کعبة وجعل حولها طوافا واتخذ منی وعرفات۔ (حصہ دوم ص ۳۲)

معتصم نے سامرہ مین ایک کعبہ اور منی اور عرفات تیار کرایا۔

خلفائے بنو امیہ کی نسبت اس قسم کے بہت سے واقعات نقل کئے ہین لیکن انکی تفصیل کی اسلئے ضرورت نہین کہ بنو امیہ تو بہر حال مصنف کے نزدیک گردن زدنی تھے، ان کے کسی فعل کی کیا شکایت ہو سکتی ہے، لطف یہ ہے کہ اپنے ممدوحین یعنی خلفائے عباسیہ کی نسبت یہ ثابت کیا ہے کہ اُن کے زمانہ مین عرب اس قدر حقیر کر دیئے گئے تھے، کہ عرب کا لفظ سب سے بدتر لفظ خیال کیا جاتا تھا، لوگ کہتے تھے کہ ”عرب کتے ہین، ان کے آگے روٹی کا ٹکڑا ڈال دو پھر ان کے سر پر مارو،، مصنف کے اصلی الفاظ یہ ہین:-

فاصبح لفظ عربی مرادفا لاحقر الاوصاف عندهم ومن اقوالهم العربی بمنزلة الکلب اطرح له کسرة واضرب راسه،

عربی کا لفظ بدتر سے بدتر لقب کا مرادف بنگیا تھا، اور ان کا مقولہ تھا، کہ عرب کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈال دو، پھر اس کے سر پر مارو،

اس موقع پر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ اس مین مصنف کا کیا قصور ہے، یہ تاریخی واقعات ہین،

مصنف نے ان کو نقل کر دیا، اور سند بھی نقل کر دی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے ان عبارتون کی نقل مین سخت تحریف اور خیانت سے کام لیا ہی جیسا کہ آگے آتا ہی،

مصنف نے اس تصنیف مین مختلف طریقون سے کام لیا ہی کہین علانیہ جھوٹ حوالے دیتا ہے، کہین عبارت کو ادل بدل کر دیتا ہے کہین ایک خاص واقعہ کو عام کر دیتا ہے، اور اس سے عام نتیجہ نکالتا ہی کہین اپنے موافق ایک واقعہ کو نقل کرتا ہے، اور اس کے مخالف بہت سے صحیح واقعات جو مذکور ہین ان کو چھوڑ جاتا ہے، کہین استدلال اور استنباط مین غلطی کرتا ہی،

اس اجمال کی تفصیل حسب ذیل ہے،

صریح جھوٹ

(۱) تمدن اسلام کے حصۂ دوم مین عصر بنی امیہ کا ایک عنوان قائم کیا ہی جس کے ذیل مین بنو امیہ اور عمال بنو امیہ کے تمام مظالم گنائے ہین، اسمین منجملہ اُن مظالم کے ایک یہ لکھا ہی:۔

واذا اتی احدھم بالدراھم لیؤدیھا فی	اور جب ان کے پاس کوئی شخص مالگذاری
خراجہ یقتطع الجابی منھا طائفۃ	ادا کرنے کے لئے روپیہ لاتا تھا تو تحصیلدار اسمین
ویقول ھذہ ا رواجھا و	سے کچھ روپیہ نکال لیتا تھا اور کہتا تھا کہ روپیہ
صرفھا،	کا نرخ اور چلن اسی قدر ہے،

(۱) ایک امر کا اظہار کرنا اس موقع پر ضرور ہی مصنف نے جب اس کتاب کا پہلا حصہ مجھکو بھیجا تو مین نے اجمالاً کتاب کی تعریف کی، لیکن چونکہ مین مصنف کی عادت سے واقف تھا، اس لئے مین نے اسکو خط لکھا کہ آپ کو واقعات مین کتابون کا حوالہ دینا چاہیئے، چنانچہ مصنف نے میرے اس خط کو تمدن اسلام کے دوسرے حصہ مین نقل کیا ہے، اور میری تحریک کے مطابق پچھلے حصون مین حوالے دیئے ہین، لیکن اس مین یہ چالاکی کی کہ چھاپے کی تعیین نہین کرتا، اکثر کتابین مصر مین بار بار چھپی ہین مصنف ان کے حوالے دیتا ہی، اور یہ نہین بتاتا کہ کون سے چھاپہ کے صفحے ہین، اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ابن الاثیر، مسعودی وغیرہ کے جو کثرت سے مصنف نے حوالے دیئے ہین، مین نے مقابلہ کیا، تو میرے پاس جو نسخے ہین ان مین وہ عبارتین نہین ملین، لیکن مصنف یہ کہہ سکتا ہے کہ اس نے کسی اور نسخہ کا حوالہ دیا ہے، اس کارروائی کی وجہ سے مصنف کی بہت سی خیانتون کا پردہ رہ گیا، ورنہ جن کتابون مین اس کے حوالے میرے نسخہ سے مطابق نکلے، ان مین ایک موقع بھی مجھ کو ایسا نہ ملا، کہ مصنف نے سخت خیانت نہ کی ہو،

اس عبارت کی نسبت حاشیہ مین کتاب الخراج قاضی ابو یوسف صفحہ ۶۲ کا حوالہ دیا ہی، اسکی کیفیت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ہارون الرشید کی فرمایش سے مالگذاری اور جزیہ وغیرہ کے متعلق ایک دستور العمل لکھکر پیش کیا تھا، اس مین ایک موقع پر ایک عنوان قائم کیا ہی، اس کے ذیل مین ہارون الرشید کو مخاطب کرکے لکھا ہی کہ فلان فلان محصول نہ لئے جائین، اس کے ذیل مین لکھتے ہین :-

فانہ بلغنی ان الرجل منھم یاتی، (الی آخرہ)	مجھ کو خبر لگی ہو کہ کوئی شخص جب اون کے (الی آخرہ)

اس عبارت مین بلکہ اس موقع پر بنو امیہ کا مطلق ذکر نہین، قاضی صاحب ہارون الرشید کو مخاطب کرکے اُس کے عاملون کا حال لکھتے ہین مصنف نے اسکو بنی امیہ کے زمانے سے منسوب کردیا،

(۲) مصنف اسی عنوان کے ذیل مین (صفحہ ۱۳) بنو امیہ کے عمال کے بہت سے ظلم گناکر لکھتا ہے :-

وفی کلام القاضی ابی یوسف فی عرض وصیتہ للرشید بشان عمال الخراج ماییبین الطرق التی اولیک لصغار یجمعون الاموال بھا، (کتاب الخراج صفحہ ۶۱ و ۶۲)	قاضی ابو یوسف نے ہارون الرشید کو عمال خراج کے بارہ مین جو وصیت لکھی تھی، اس سے وہ طریقے معلوم ہو سکتے ہین، جس سے چھوٹے چھوٹے عمال روپیہ جمع کرتے تھے،

قاضی صاحب نے لکھا ہی (مصنف نے وہ تمام عبارت نقل کی ہی) کہ یہ عمال رعایا کو دھوپ مین بٹھاتے تھے، اور ان کے گلے مین مٹکے لٹکاتے تھے، اور اس طرح زنجیرون مین جکڑتے تھے کہ وہ نماز نہین پڑھ سکتے تھے لیکن اسمین ایک حرف بھی بنو امیہ کے متعلق نہین، قاضی صاحب نے علانیہ ہارون الرشید کو مخاطب کرکے اس کے عاملون کا حال لکھا ہی، اسی بنا پر اسی عنوان کے ذیل مین ہارون الرشید کو مخاطب کیا ہی، کہ کاش تو مہینہ دو مہینہ مین ایک دفعہ بھی دربار کرتا اور لوگون کی فریاد

سنتا، اس کے بعد لکھتے ہین :-

ولعلّك لاتجلس الامجلسا او مجلسين	اور غالباً تو ایک ہی دو اجلاس کرتا تو تمام ملک
حتی یسیر ذلک فی الامصار والمدن	مین یہ خبر پھیل جاتی اور ظالمون کو یہ ڈر ہوتا
فیخاف الظالم وقوفک علی ظلمہ	کہ تجھ تک خبر نہ پہنچ جائے، اس بنا پر ظالم کو
فلا یجتری علی الظلم،	ظلم پر جرات نہ ہوتی،

مصنف نے جا بجا عباسیون کے عدل و انصاف کی بے انتہا تعریف کی ہی، لیکن عباسیون کا سرتاج ہارون الرشید تھا، اور اُس کے زمانہ کے عمال کا یہ حال ہے،

ہمارے مصنف نے ان سب کو بنوامیہ کے نامۂ اعمال مین داخل کر دیا، کیا دنیا مین اس سے زیادہ کذب وافترا کی مثال مل سکتی ہی،

(۲۳) مصنف نے لکھا ہے کہ عباسیون کے زمانہ مین ایرانیون نے یہ خیال کیا، کہ جب تک عرب اور حرمِ کعبہ کا اثر کم نہ کیا جائیگا، ہم کو کامیابی نہ ہوگی، اس لئے انھون نے خلیفہ منصور کو اس پر آمادہ کیا، کہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے، چنانچہ منصور نے کعبہ کی تحقیر کے لئے ایک عمارت بنائی جس کا نام قبۂ خضرا تھا، مصنف کے اخیر الفاظ یہ ہین :-

فحبب بعضهم الی المنصور ان یستبدل	اس بنا پر بعضون نے منصور کو اس طرف رغبت
الكعبة بما یقوم مقامها فی العراق و	دلائی کہ وہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے اور
تکون حجاً للناس فبنی بناء اسماه القبة	لوگون سے اس کا حج کرائے چنانچہ اس نے
الخضراء تصغیراً للكعبة (تمدن اسلام حصہ دوم ص ۳)	کعبہ کی حقارت کیلئے قبۂ خضراء بنایا،

اس عبارت کے خاتمہ پر حاشیہ مین طبری صفحہ (۱۹۷) کا حوالہ دیا ہی، اس واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ جب خلیفہ منصور کے مقابلہ مین محمد نفس زکیہ نے علم بغاوت بلند کیا، تو ایک خطبہ دیا

جس مین یہ الفاظ تھے :-

اما بعد ایہا الناس فانہ کان من امر ہذا الطاغیۃ	حمد خدا کے بعد اے صاحبو! اس سرکش مغرور
عدو اللہ ابی جعفر مالم یخف علیکم من بنائہ	دشمنِ خدا کا فعل آپ سے مخفی نہین کہ اس نے
القبۃ الخضراء التی بناہا معاندًا للہ فی ملکہ	قبۂ خضرا بنایا ہی جس سے خدا کی دشمنی اور
وتصغیرًا للکعبۃ الحرام۔ (طبری ص ۱۹۰)	کعبہ کی حقارت مقصود ہے،

یہی خطبہ ہے جس کا مصنف نے حوالہ دیا ہی لیکن یہ منصور کے ایک دشمن کے الفاظ ہین، کیا اس سے کسی تاریخی واقعہ کا اثبات ہو سکتا ہے منصور کا زمانہ ائمۂ مجتہدین، محدثین اور فقہا سے معمور تھا، کیا اس زمانے مین کسی کو یہ جرأت ہو سکتی تھی کہ کعبہ کا جواب بنائے، کیا ایسا خلافِ امکان واقعہ صرف ایک مخالف کی شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہی، لیکن فرض کر لو کہ مخالف کے الفاظ صحیح بھی ہین، تو اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ منصور نے یہ عمارت کعبہ کی تحقیر کے لئے بنائی ہی، اسمین یہ الفاظ کہان ہین کہ لوگون نے منصور کو یہ ترغیب دی کہ عراق مین کعبہ کا جواب بنائے، اور لوگون سے حج کرائے، طبری مین اس عبارت کا ایک حرف بھی نہین،

(۴) حصۂ دوم صفحہ ۲۰ مین لکھا ہی کہ خلیفہ منصور نے مدینۂ منورہ مین دریا کی طرف سے غلہ وغیرہ جانا بند کر دیا تھا جس سے غرض یہ تھی کہ حرمین کی وقعت کم ہو جائے، اس بنا پر لوگون نے منصور سے بغاوت کی، اور محمد بن عبد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی منصور کو اس کارروائی سے جو مشکلین اٹھانی پڑین وہ اس کے جانشینون کے لئے عبرت کا سبق تھین، اس لئے اس کے جانشین مہدی نے اس کی تلافی کی،

اس واقعہ مین کس قدر فریب اور خدع سے کام لیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ محمد بن عبد اللہ ایک مدت سے خلافت کا خیال پکا رہے تھے جب انھون نے علانیہ علم بغاوت بلند کیا تو چونکہ وہ

مدینۂ منورہ مین مقیم تھے، اس لئے منصور نے وہان رسد کا بھیجنا بند کرا دیا، طبری مین ہی:-

فخبرہ بخروج محمد فقال المنصور نکتب	جب منصور کو محمد کی بغاوت کی خبر دی گئی، تو اس نے
الساعة الی مصر ان یقطع عن الحرمین	کہا کہ ابھی مین مصر کو لکھ دیتا ہون کہ وہان سے
المادة ثم قال انما هم فی مثل حرجة	حرمین کو جو مدد آتی ہو بند کر دیجائے، جب یہ بند
اذا انقطعت عنهم المادة۔ (طبری واقعات ۱۴۵ھ)	ہو جائیگی، تو وہ بے دست و پا ہو جائین گے

یہی مورخ ایک دوسرے موقع پر لکھتا ہے:-

لما قتل محمد امر ابوجعفر بالبحر فاقفل	جب محمد قتل کر دیئے گئے تو ابو جعفر منصور
علی اهل المدینة فلم یحمل الیهم	نے حکم دیا کہ جار کی بندر گاہ سے مدینہ کو کوئی
من ناحیة الجار شئ،	چیز نہ جانے پائے،

ان تمام عبارتون سے صاف ثابت ہے کہ منصور نے محمد کی بغاوت کے فرو کرنے کے لئے یہ حکم دیا تھا، مصنف کی یہ دروغ بیانی دیکھو کہ اس واقعہ کو مقدم قرار دیکر اسی کو محمد کی بغاوت کا سبب قرار دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ اہل عرب نے اسی بنا پر محمد سے بیعت کی، اس کے علاوہ یہ بغاوت فرو کرنے کی ایک تدبیر تھی، اسکو حرمین کی تحقیر سے کیا تعلق ہے،

مصنف کے کذب وافترا، فریب و تدلیس، غلط استدلالی اگرچہ الگ الگ عنوان قائم کرکے تفصیل سے لکھے جا سکتے ہین لیکن ناظرین کو اس سے چندان دلچپی نہ ہوگی، اس لئے اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ مصنف نے مسلمانون پر جو نکتہ چینیان کی ہین، اُن کا اظہار کیا جائے، اور اُسی کے جواب کے ضمن مین مصنف کے یہ تمام کارنامے دکھائے جائین، مصنف کا اصلی مقصد اس کتاب کے لکھنے سے امورِ ذیل کا ثابت کرنا ہی:-

کتاب کے چوتھے حصہ (صفحہ ۵۰) مین مصنف نے ایک عنوان قائم کیا ہی "عصبیة العرب علی العجم"

اس مین ثابت کیا ہے کہ اہلِ عرب تمام قومون کو نہایت حقیر سمجھتے تھے، ان کا مقولہ تھا کہ نماز صرف تین چیزون سے ٹوٹتی ہے، "گدھا، کتا اور غیر عرب" غیر قومون کے ساتھ ایک صف مین چلنا گوارا نہین کرتے تھے، اُن کا نام کینت کے ساتھ نہین لیتے تھے، اُن کو مذہبی عہدے نہین دیتے تھے، خلفار کی جو اولاد عجمی عورت سے ہوتی تھی، اُن کو منصب خلافت سے محروم کرتے تھے، امیر معاویہ نے یہ قصد کیا تھا کہ تمام عجمیون کو یا ایک حصہ کو قتل کردین، وغیرہ وغیرہ،

مصنف نے ان واقعات مین حسب معمول ان سب ہتھیارون سے کام لیا ہے، جو فطرت نے اسکو عنایت کئے ہین، واقعہ یہ ہے کہ خلفاے بنو امیہ کے زمانہ مین شعوبیہ ایک گروہ تھا، جو اہل عرب کی سخت تحقیر کرتا تھا، ان کے مقابلے مین عرب مین بھی ایک جماعت تھی، جو عجم کو حقیر سمجھتی تھی، تاریخ سے یہ بالکل معلوم نہین ہوتا کہ ان دونون مین سے ابتدا کس نے کی، عرب وعجم دونون مغرور تھے، عجم کو اپنی قدیم عظمت اور شان وشوکت پر ناز تھا، عرب اپنی شجاعت وآزادی کا دم بھرتے تھے، اسلام کے بعد دونون کا اختلاط ہوا، تو دونون فرقے خود بخود پیدا ہوگئے، مصنف کا دعوٰی ہی کہ عرب اور بنوامیہ کے ظلم وتحقیر نے اس گروہ کو پیدا کیا تھا، لیکن عباسیہ تو مصنف کے نزدیک عدل اور انصاف کے معیار تھے، اور اُن کے زمانے مین بقول مصنف (نقل کفر کفر نباشد) عرب کی عزت کتے کے برابر رہ گئی تھی، باوجود اسکے شعوبیہ کے مشاہیر اسی زمانہ مین پیدا ہوئے اور اسی زمانہ مین انھون نے عرب کی برائیون پر مفصل کتابین لکھین، ابوعبیدہ مثنیٰ جس نے عرب کے ایک ایک قبیلہ کے مطاعن پر الگ الگ[1] کتابین لکھین، عباسیہ ہی کے زمانہ مین تھا، علان شعوبی، مامون الرشید کے دربار کا ملازم تھا، بنوامیہ کے جرم کا کفارہ عباسیہ کے عہد مین کیون لیا گیا،

ایک بات خاص لحاظ کے قابل ہے، کہ جہان تک پتہ لگتا ہے اہل عرب مین سے کسی نے

[1] کتاب الفہرست مین ان سب تصنیفات کے نام لکھے ہین،

کوئی تصنیف خود ابتدائً نہین لکھی، بلکہ شعوبیہ کی تصنیفات کا جواب لکھا، بخلاف اس کے شعوبیہ کی بیسیون کتابون کے نام تاریخون مین ملتے ہین، ابوعبیدہ اور علان شعوبی کے علاوہ سہل بن ہارون جو مامون الرشید کے کتبخانہ پر مامور تھا، اس کے تذکرہ مین لکھا ہے:-

شعوبی المذہب شدید العصبیۃ علی العرب و لہ فی ذالک کتب کثیرۃ	وہ مذہبًا شعوبی تھا اور عرب سے سخت تعصب رکھتا تھا، اور اس مضمون مین اسکی بہت سی کتابین ہین،
(فہرست ص ۱۳۰)	

بہرحال مقصود یہ ہے کہ عرب مین جو لوگ قومی تعصب رکھتے تھے، وہ چند افراد تھے، عام عرب نہ تھے، عقد الفرید مین ایک خاص باب قائم کیا ہے، جس کی سرخی "متعصبین عرب" ہے، اس کے تحت مین ان لوگون کے اقوال لکھے ہین، مصنف نے عربون کے متعصبانہ اقوال وافعال جو نقل کئے ہین، قریبًا کل یہین سے لئے ہین، لیکن عقد الفرید مین شروع ہی مین تصریح کردی ہے، کہ

قال اصحاب العصبیۃ من العرب،	عرب مین جو لوگ متعصب ہین، انھون نے یہ کہا ہے

اس سے ظاہر ہوگا کہ یہ ایک گروہ خاص کے خیالات ہین،

مصنف نے خیانت اور فریب کاری سے ان باتون کو عام عرب کی طرف منسوب کردیا ہے، چنانچہ کہتا ہے:-

وکان العرب فی ایام ھذہ الدولۃ یترفعون عن سائر الامم من الموالی و اھل الذمۃ ویعدون انفسھم فوقھم جبلۃ وخلقۃ وفضلا، فکان العربی یعد نفسہ	عرب اس سلطنت (بنوامیہ) کے زمانہ مین تمام قومون سے اپنے آپ کو دور کھینچتے تھے، اور اپنے آپ کو فطرت مین، خلقت مین، فضیلت مین سب سے فائق سمجھتے تھے، عربی اپنے آپ کو غیر عربی کا

سیدً اعلی غیر العرب و یری	آقا سمجھتا تھا، اور جانتا تھا کہ مین سرداری کیلئے
انہ خلق للسیادۃ وذالک بالجبلۃ	پیدا ہوا ہون، اور عجم خدمت گاری کے لئے،
وکان العرب سکروا بخمرۃ السیادۃ والنصر	عرب افسری اور فتح کے نشہ مین اس وجہ سے
بارتقائھم من رعایۃ الابل الی	جو رہے کہ وہ اونٹ چراتے چراتے حکومت کے
سیاسۃ الملک، (حصہ ۴ ص ۶۰)	رتبہ کو پہنچے تھے،

مصنف نے جس قدر سندین نقل کی ہین، سب ایک خاص گروہ یا خاص اشخاص کے اقوال ہین، مصنف ان کو تحریف پسندی کی بنار پر عام کرلیتا ہے، اور ان سے استدلال کرتا ہی،

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کو اس پر ناز ہے کہ اس نے عرب و عجم اور نسل و ملک کی تمیز اٹھادی، اور تمام انسانون مین عام مساوات قائم کردی، اسلامی تاریخین ان واقعات سے معمور ہین، لیکن افسوس ہے کہ مصنف کی غلط نمائی ان کا ظاہر کرنا پسند نہین کرتی،

عربی زبان مین مولی ایک لفظ ہے، جس کے معنی وسیع ہین، یعنی غلام کو بھی کہتے ہین آزاد کردہ غلام کو بھی کہتے ہین، اور عرب کے سوا اور قومین جو ایمان لائین، ان کو بھی کہتے ہین مصنف نے اسکی وسعت سے کام لیا ہے، یعنی جہان یہ دعوی کیا ہی کہ اہل عرب تمام غیر قومون کو حقیر سمجھتے تھے، اس کے ثبوت مین وہ اقوال بھی پیش کئے ہین، جو غلامون کے حق مین تھے، تاہم ہم اس دائرہ کی وسعت کو کم نہ کرین گے، اور دکھائین گے کہ عرب مین غیر قومون اور غلامون کی کیا وقعت تھی،

عرب مین اور عام مسلمانون مین عزت کا اصلی معیار مذہبی عزت تھا، یعنی جن کو مذہبی عزت حاصل ہے اون کو ہر قسم کی عزت حاصل ہے، یہی وجہ ہے، کہ اسلام مین مجتہدین، فقہا اور علماے مذہبی کو جو اعزاز حاصل تھا کسی کو کبھی نہین ہوا،

مصنف نے نہایت زور شور سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ عرب کا غرور اور غیر قومون

کی تحقیر بنو امیہ کے زمانہ مین انتہا درجہ تک پہنچ گئی تھی، چنانچہ لکھتا ہی:-

فلما بالغ بنو امیة فی الاستخفاف بغیر العرب، (حصہ ۴ ص ۶۰) | پھر جب بنو امیہ نے غیر عرب والون کی تحقیر کی انتہا کردی،

اس بنار پر ہم اسی زمانہ کو اس بحث کا معیار قرار دیتے ہین،

یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث و فقہ کا شباب تھا، اور بڑے بڑے محدثین وائمۂ فن تمام صدر مقامات مین فقہ وحدیث کی درس و تدریس مین مشغول تھے، یہ لوگ ان مقامات مین پیشوا تسلیم کئے جاتے تھے، تمام قوم اُن کا ادب کرتی تھی اور سلطنت کی طرف سے اُن کا احترام کیا جاتا تھا، اس زمانے مین جو مقامات مذہبی علوم کے تخت گاہ تھے، مکہ، یمن، شام، مصر، بصرہ، کوفہ، خراسان، جزیرہ تھے، ان مقامات مین جو لوگ مذہبی علوم کے تاجدار تھے، ان کے یہ نام ہین،

مکہ معظمہ، عطاء بن ابی رباح، یہ امام ابو حنیفہ کے استاد تھے،

یمن، طاؤس، ہشام بن عبد الملک نے اُن کے جنازہ کی نماز پڑھائی تھی، (معارف)

شام، مکحول، امام زہری کا قول ہے کہ عالم صرف چار ہین، ان مین سے ایک مکحول ہین،

مصر، یزید بن ابی حبیب، مصر مین فقہ کے معلم اول یہی ہین، عمر بن عبد العزیز نے ان کو مصر مین فتوی دینے پر مقرر کیا تھا، (حسن المحاضرہ)

جزیرہ، میمون بن مہران، عمر بن عبد العزیز نے ان کو جزیرہ کا افسر خراج مقرر کیا تھا، (معارف)

خراسان، ضحاک بن مزاحم، مشہور مفسر ہین،

بصرہ، امام حسن بصری، مشہور امام ہین،

کوفہ،　　　　ابراہیم نخعی،

ہمارے مصنّف (جرجی زیدان) کو توجہ سے سننا چاہیئے، کہ ابراہیم نخعی کے سوا یہ سب عجمی غلام[1] تھے اور یہ سب عبد الملک بن مروان کے زمانہ مین تھے، جو مصنف کے نزدیک بدترین خلفار تھا، حج کے زمانہ مین مکہ معظمہ مین منادی پکارتا تھا، کہ "عطاء بن ابی رباح کے سوا کوئی فتویٰ نہ دینے پائے،" ابن خلکان مین ہی، (تذکرہ عطاء بن ابی رباح)

قال ابراهيم بن عمرو بن كيسان اذكرهم	ابراہیم کا بیان ہے کہ مجھکو یاد ہے کہ حج
فى زمان بنى امية يامرون فى الحج صائحا	کے زمانے مین ایک شخص کو مقرر کرتے تھے
يصيح لا يفتى الناس الا عطاء	جو یہ پکار کر کہتا تھا کہ عطار کے سوا کوئی شخص
بن ابى رباح،	فتویٰ نہ دینے پائے،

یزید بن عبد الملک جب خلیفہ ہوا، اور عمر بن ہبیرہ کو عراق کی گورنری ملی تو ۱۰۳ھ مین اُس نے امام حسن بصری شعبی اور ابن سیرین کو بلا بھیجا، اور اُن سے کہا کہ یزید کے جو احکام آتے ہین مجھکو ان کی تعمیل کرنی پڑتی ہے، آپ صاحبون کی کیا رائے ہے، امام حسن بصری نے کہا او ابن ہبیرہ! تجھکو خدا سے ڈرنا چاہیئے، نہ یزید سے" ابن ہبیرہ نے اس پر حسن بصری کو صلہ دیا، (ابن خلکان تذکرہ حسن بصری)

ہمارے مصنف کو دوبارہ سننا چاہیئے کہ یہ تینون شخص جو اس حیثیت سے بلائے گئے تھے، کہ اُن کی آواز قوم کی مذہبی آواز ہے، ان مین سے دو شخص یعنی حسن اور ابن سیرین غلام تھے، ۱۰۶ھ مین طاؤس کا جب مکہ معظمہ مین انتقال ہوا تو جنازہ مین لوگون کی یہ کثرت ہوئی کہ جنازہ چل نہین سکتا تھا، مجبوراً ابراہیم بن ہشام گورنر مکہ نے پولیس سے کام لیا، عبد اللہ

[1] فتح المغیث مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۹۰،

حضرت امام حسن علیہ السلام کے صاحبزادے جنازہ کاندھے پر لیکر چلے، اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے جنازہ کی نماز پڑھائی[1]، کیا اس سے زیادہ کسی کی عزت کی جاسکتی ہے،

تابعین[2] کا گروہ اسلام مین ایک خاص درجہ رکھتا ہی، اس گروہ مین بڑے بڑے امام اور پیشوا گذرے، ان سب مین سب سے عالی رتبہ حضرت **سعید بن جبیر** تھے، وہ حبشی غلام[3] تھے، مصنف نے دعوی کیا ہی، کہ اہل عرب غیر عرب کے پیچھے نماز نہین پڑھتے تھے، اور یہ تعصب سب سے زیادہ بنی امیہ کے زمانہ مین تھا، لیکن خود حجاج بن یوسف نے **سعید بن جبیر** کو کوفہ مین نماز کا امام مقرر کیا تھا، حالانکہ کوفہ عرب کی خاص آبادی تھی،

علم ادب کا امام مطلق **حماد راویہ** تھا، سبعہ معلقہ کے قصیدے اسی نے مدون کئے، علامہ ابن خلکان اسکی نسبت لکھتے ہین:-

وکانت ملوک بنی امیۃ تقدمہ وتوثرہ وتستزیرہ،	سلاطین بنو امیہ اسکی عزت کرتے تھے، اور اسکو اورون پر ترجیح دیتے تھے، اور اسکی ملاقات کی خواہش کرتے تھے،

ہشام بن عبدالملک جب خلیفہ ہوا تو پانسو اشرفیان زاد راہ بھیجکر اسکو دربار مین طلب کیا، چنانچہ ابن خلکان نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہی، یہ معزز اور محترم فاضل دیلمی غلام تھا،

سلیمان اعمش جو امام حدیث اور سفیان ثوری کے استاد تھے، وہ بھی عجمی غلام تھے، اور اُن کا یہ رتبہ تھا کہ جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اُن کو خط لکھا کہ حضرت عثمان رضؓ کے مناقب اور علیؓ کے معائب لکھکر میرے پاس بھیجدیجیے، تو انھون نے ہشام کے خط کو قاصد کے سامنے بکری کے منہ مین دیدیا کہ وہ چبا گئی اور قاصد سے کہا کہ ہشام سے کہدینا کہ اس کے خط کا یہ جواب ہے، (ابن خلکان تذکرہ سلیمان اعمش)

---

[1] ابن خلکان تذکرہ طاؤس، [2] تابعی اسکو کہتے ہین جس نے آنحضرت صلعم کے صحابہ کو یا کسی صحابی کو دیکھا ہو، [3] معارف،

حدیث و روایت کے جس قدر سلسلے ہین، اُن مین ایک سلسلہ ہے، جس کو محدثین کی زبان مین سلسلۂ زرین کہتے ہین، اس سلسلہ کے راوی اول نافع ہین جو دیلمی غلام تھے، حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے جس قدر حدیثین مروی ہین، اُن کا مدار اعظم یہی نافع ہین، امام مالک انہی کے شاگرد تھے، انھون نے ۱۱۷ھ یعنی ہشام بن عبد الملک کی خلافت کے زمانہ مین وفات پائی،

غرض کہان تک استقصا کیا جائے، بنو امیہ کے زمانہ کے سیکڑون اہل عجم اور غلام اور غلام زادون کے نام ہم گنا سکتے ہین، جو عرب کے صدر مقامات یعنی مکہ، مدینہ، یمن، بصرہ، کوفہ مین مرجع عام تھے، تمام عرب ان کی عزت کرتے تھے، اور خود سلطنت اُن کا احترام کرتی تھی،

اس مین شبہہ نہین کہ عرب کو اس حالت پر غیرت آتی تھی، لیکن یہ رشک وحسد نہ تھا، بلکہ غبطہ تھا، اور وہ خود اعتراف کرتے تھے، ع

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست،

ایک دفعہ ہشام بن عبد الملک نے امام زہری سے پوچھا کہ آج مکہ کا رئیس کون ہے، زہری نے کہا عطا، ہشام نے کہا اور یمن مین، زہری نے کہا طاؤس، اسی طرح ہشام نے مصر، جزیرہ، خراسان، بصرہ، کوفہ کے متعلق پوچھا اور زہری نے مکحول، یزید، میمون بن مہران، ضحاک کا نام لیا، ہشام ہر شخص کے نام پر یہ بھی پوچھتا جاتا تھا کہ یہ عرب ہین یا عجم، زہری کہتے جاتے تھے کہ عجم، جب ابراہیم نخعی کا نام لیا اور کہا کہ وہ عرب ہین، تو ہشام نے کہا کہ اب دل کو تسکین ہوئی، پھر کہا خدا کی قسم موالی (عجمی) وغیرہ عرب کے سردار بن گئے، ان کا خطبہ پڑھا جائیگا، زہری نے کہا امیر المومنین یہ دین ہے جو اسکی حفاظت کریگا، سردار ہوگا، اور جو اسکو ضائع کریگا، گر جائیگا[1]، اسی واقعہ مین یہ بھی مذکور ہے کہ جب عطا کا نام آیا تو ہشام نے پوچھا کہ عطا کو یہ ریاست کیونکر حاصل ہوئی، زہری نے کہا دیانت و روایت

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث للسخاوی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۴۹۸ و ۴۹۹،

سے "ہشام نے کہا ہان جو شخص صاحبِ دیانت اور روایت ہوگا اسکو رئیس ہونا ہی چاہیئے

واقعاتِ مذکورۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود بنو امیہ کے زمانہ مین عجمیون اور عجمی غلامون کی کیا عزت تھی، عرب ان کا وقار کرتے تھے، حرمِ محترم مین اُن کے سوا کسی کو فتویٰ کی اجازت نہ تھی، کوفہ عرب کی خالص آبادی تھی، وہان کا امام عجمی غلام تھا، خلفاے بنو امیہ ان کو دربار مین بلاتے تھے، اور ان کی نہایت عزت کرتے تھے، حدیث وفقہ مین عرب ان کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے،

اس کے مقابلہ مین ہمارے مصنف (جرجی زیدان) کے ان اقوال پر نظر ڈالو کہ عرب تمام موالی کو ذلیل کرتے تھے، ان کو گدھے اور کتے کے برابر سمجھتے تھے، اُن کے پیچھے نماز پڑھنا گوارا نہین کرتے تھے، اُن کا نام کنیت کے ساتھ نہین لیتے تھے، راستہ مین ان کا برابر چلنا گوارا نہین کرتے تھے،

مصنف کی خیانت اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ مصنف نے اس مضمون مین کن خیانتون سے کام لیا ہے، اون کی تفصیل حسبِ ذیل ہے،

مصنف نے لکھا ہے کہ

منعوا غیر العرب من المناصب الدینیۃ المہمۃ کالقضاء فقالوا لا یصلح للقضاء الا عربی،	(تمدن اسلام حصہ ۴ صفحہ ۷۰)	عرب کے سوا اور لوگون کو مذہبی عہدون سے مثلاً قاضی ہونے سے روکتے تھے اور کہتے تھے کہ عہدۂ قضا کے قابل صرف عرب ہین،

اس کی کیفیت یہ ہے کہ ابن خلکان نے سعید بن جبیر کے حال مین لکھا ہے، کہ جب حجاج نے انکو گرفتار کیا تو بلا کر کہا کہ کیا یہ صحیح نہین کہ مین نے تمکو کوفہ مین بلا کر امامت پر مقرر کیا، اور وہان ایک شخص بھی عرب کے سوا نہ تھا، سعید نے کہا بے شک، پھر حجاج نے کہا کہ جب مین نے تم کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تو سب لوگ چیخ اٹھے کہ قضا پر صرف عرب مقرر کیا جا سکتا ہی، اس بنا پر مین نے ابو بردہ کو قاضی مقرر کیا لیکن کہدیا کہ تمھارے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کرے،

یہ ظاہر ہے کہ جس شہر مین عربون کے سوا اور کوئی آباد نہ ہو، وہان مقدمات کے فیصل کرنے کے لئے صرف وہ شخص موزون ہوسکتا ہی، جو وہان کا اہل زبان ہو اور اُن کے راہ و رسم سے واقف ہو اسی بنا پر اہل کوفہ نے سعید بن جبیر کے قاضی ہونے سے انکار کیا، ورنہ اگر قومی تحقیر کی بنا پر اعتراض ہوتا تو نماز کی امامت پر اس سے زیادہ اعتراض کا موقع تھا،

امام ابوحنیفہ خالص عجمی تھے، اُن کو بنو امیہ کے زمانے مین گورنر عراق نے اصرار کے ساتھ قاضی مقرر کرنا چاہا[1] لیکن امام صاحب نے قبول نہین کیا، اگر عرب کے سوا کوئی قاضی نہین ہوسکتا تھا، تو امام صاحب کے تقرر پر اصرار کیون کیا جاتا،

مصنف کی خیانت دیکھو کوفہ کے خاص واقعہ کو جو خاص اسباب پر مبنی تھا، عام واقعہ قرار دیتا ہی اور عام عرب کی طرف منسوب کرتا ہے،

مصنف نے لکھا ہے،

وحرموا منصب الخلافۃ علی ابن الامۃ ولو کان ابوہ قرشیا،	(صفحہ ۱۰)	اور لونڈی زادے کو گو اس کا باپ قریش سے ہو منصب خلافت سے محروم کرتے تھے،

مصنف نے اس کے ثبوت مین ہشام بن عبدالملک کا قول پیش کیا ہے، کہ ہشام نے زید بن علی سے کہا کہ "تم خلافت کا خیال رکھتے ہو، لیکن اس کے اہل نہین ہو کیونکہ تم لونڈی کے پیٹ سے ہو" بے شبہ ہشام کا یہ قول ہے، لیکن اس کے جواب مین زید نے جو کہا اس کو مصنف نے قلم انداز کر دیا، زید نے کہا ہان لیکن حضرت اسماعیلؑ لونڈی کے پیٹ سے تھے اور اُن کے بھائی (اسحاق) نجیب الطرفین تھے، تاہم خدا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خیر البشر تھے، اسمٰعیل ہی کی نسل سے پیدا کیا،

---

[1] ابن خلکان تذکرہ امام ابوحنیفہ،

غرض یہ ڈو حریفون کے اقوال ہین، ان مین کسی ایک سے کوئی عام خیال نہین ثابت کیا جا سکتا، خاص خاص اشخاص سے بحث نہین ہے، بلکہ بحث یہ ہے کہ عام عرب کا خیال تھا، ہشام اور زید دونون مین سے کسی شخص کا بیان، عرب کی عام زبان نہین ہی، ہشام کا قول اگر سند کے قابل ہی، تو اس سے زیادہ حضرت زید کا قول سند کے قابل ہی؛ جو خاندانِ نبوت سے تھے، اور امام تھے، اور آج بھی یمن مین ہزارون لاکھون آدمی انہی کو امام مانتے ہین،

بعض مصنفون نے لکھا ہے کہ خلفاے بنو امیہ لونڈیون کو حقیر سمجھتے تھے لیکن محققین نے قدیم زمانہ مین اسکی تغلیط کر دی تھی، اور اس غلط خیال کا منشا بتا دیا تھا، چنانچہ عقد الفرید مین مذکور ہی:-

قال الاصمعی کانت بنو امیۃ لاتبایع لبنی امہات الاولاد فکان الناس یرون ان ذلک لاستھانۃ بھم ولم یکن لذلک ولکن لما کانوا یرون ان زوال ملکھم علی ید ابن ام ولد، (عقد الفرید جلد سوم ۲۳۰ مطبوعہ مصر)	اصمعی نے کہا کہ بنی امیہ کنیز زادون کو خلیفہ نہین بناتے تھے اس سے لوگون نے سمجھا کہ وہ ان کو حقیر سمجھتے تھے لیکن یہ وجہ نہ تھی بلکہ یہ وجہ تھی کہ ان کا خیال تھا کہ ان کی سلطنت کا زوال ایک کنیز زادہ کے زمانہ مین ہوگا،

حقیقت یہ ہے کہ مقابل کے حریف خود غرضی کی بنا پر ہر قسم کے دلائل پیش کرتے ہین، مدعیان سلطنت نے یہ استدلال بھی پیش کیا، لیکن فریق مخالف نے جو جواب دیا، وہ لاجواب رہا، خلیفہ منصور کے زمانہ مین جب نفس زکیہ نے بغاوت کی تو اپنے استحقاق کی ایک یہ دلیل بھی پیش کی کہ مین لونڈی زادہ نہین ہون، منصور نے جواب مین لکھا کہ ہان لیکن تمھارے خاندان مین جو لوگ فضل و شرف مین ممتاز تھے، وہ وہی تھے جو کنیز زادے تھے، رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد خاندانِ نبوت مین کوئی شخص علی بن الحسین (امام زین العابدین) سے بڑھکر نہین پیدا ہوا، ان کی والدہ کنیز تھین، ان کے بعد محمد (امام باقر) اور جعفر (امام جعفر صادق) سے بڑھکر کوئی نہین ہوا، اور یہ سب علی (زین العابدین)

ہی کی اولاد ہین،

سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ لونڈی کے پیٹ سے تھے، خلیفہ ہشام بن عبد الملک جب مدینہ گیا
تو ان کو بلا بھیجا، وہ اس وقت معمولی لباس مین تھے، کہلا بھیجا کہ مین نہین آسکتا، ہشام خود گیا اور
دس ہزار روپیہ نذر کئے، حج کر کے پھر مدینہ گیا، تو سالم بیمار تھے، خود عیادت کو گیا، وہ مر گئے تو خود جنازہ
کی نماز پڑھائی، اور کہا مین نہین جانتا کس بات پر زیادہ اظہار مسرت کرون، حج کرنے پر یا سالم
کے نماز جنازہ پڑھنے پر[1]

ہمارا مصنف کہتا ہے کہ اہل عرب اور بنو امیہ، کنیزون کی اولاد کو حقیر سمجھتے تھے، لیکن ہشام
جیسا نامور خلیفہ، ایک کنیز زادہ کے جنازہ کی نماز کو حج کے برابر سمجھتا ہے،

بنو امیہ

مصنف کا سب سے بڑا مرکز نظر بنو امیہ کی ہجو و تحقیر ہے، اس بحث مین اُس نے جی کھولکر
زور طبع صرف کیا ہے، اور جس قدر کذب، تحریف، تمویہ، فریب، تدلیس، خدع، غلط بیانی کی قوت
فطرت نے اسکو عطا کی تھی، سب صرف کر دی ہے، کتاب کے چوتھے حصہ مین بنو امیہ کی سفاکی، مذہب
کی توہین، غیر قومون پر ظلم اور سختی کے مستقل عنوان قائم کئے ہین اور ان پر دفتر کا دفتر لکھا ہے،

بنو امیہ کی حمایت اور ہمدردی ہمارا کوئی فرض نہین، اموی یا عباسی خلفا نہ تھے، بلکہ سلاطین
تھے، شخصی سلطنتون مین جس قسم کے سلاطین ہمیشہ ہوتے آئے ہین، یہ بھی تھے با اینہمہ ہمکو جن اسباب
نے مصنف کی پردہ دری پر آمادہ کیا وہ حسب ذیل ہین،

(۱) مصنف یہ کتاب عیسائی بنکر نہین، بلکہ مورخ بنکر لکھتا ہے، اور اسی حیثیت سے اس تصنیف
کو تمام دنیائے اسلام کے سامنے پیش کرتا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ وہ اس فرض
کو کہان تک ادا کر سکا ہے، دنیا کی سب سے بڑی خدمت سچائی کا پھیلانا ہے، اس لئے اگر مصنف

---

[1] ابن الاثیر حالات بغاوت نفس زکیہ،

نے غلط بیانی سے کام لیا ہی، تو اس نے بنو امیہ کے ساتھ نہین، بلکہ لٹریچر کے ساتھ، تاریخ کے ساتھ، بلکہ کل دنیا کے ساتھ برائی کی ہی،

(۲) مصنف کا اصلی مقصد بنو امیہ کی برائیان ثابت کرنا نہین ہی، بلکہ اس کا روی سخن عرب کی طرف ہی، وہ بتصریح کہتا ہے کہ بنو امیہ کی سلطنت خالص عربی سلطنت تھی، جس کی بنیاد تعصب اور سخت گیری تھی، وہ عباسی حکومت کی تعریف کرتا ہی لیکن اس لئے نہین کہ وہ عباسی ہی بلکہ اس لئے کہ وہ درحقیقت ایرانی حکومت ہے چنانچہ چوتھے حصہ مین جہان سلطنتِ عباسیہ کا ذکر شروع کیا ہی، اس کا عنوان یہ قائم کیا ہی،

العصر الفارسی الاول، ایرانی حکومت کا پہلا دور،

اس کے بعد لکھتا ہے کہ گو یہ عباسی سلطنت کا دور ہے لیکن ہم نے اسکو ایرانی اس لئے کہا کہ نظامِ حکومت اور وزرا و امرا، وغیرہ سب ایرانی تھے،

شاید یہ کہا جائے کہ خلفائے راشدین کی حکومت بھی خالص عربی حکومت تھی، با این ہمہ مصنف اسکی تعریف کرتا ہی، اس لئے عام عرب پر اس کا اعتراض نہین ہی لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ خلفائے راشدین کے دور کو اصولِ فطرت کے موافق نہین سمجھتا، بلکہ اس کو مستثنیاتِ عامہ مین داخل کرتا ہی، چنانچہ اس کے خاص الفاظ یہ ہین:-

علی ان سیاسۃ الراشدین علی الاجمال	با این ہمہ خلفائے راشدین کی سیاست عام
لیست مما یلائم طبیعۃ العمران او تقتضیہ	طور پر اصولِ تمدن اور سیاستِ ملکی کے مناسب نہ تھی،
سیاسۃ الملک ۔۔۔ فاھل العلم بطبائع	اس لئے اربابِ علم اس سیاست کو اس قابل
العمران لا یرون ھذہ السیاسۃ تصلح لتدبیر	نہین سمجھتے کہ وہ بجز اس عجیب زمانہ کے کسی اور زمانہ کے
الملک فی غیر ذلک العصر العجیب وان انقلاب	قابل ہو، اس لئے ایسی مذہبی خلافت کا ملکی

تلک الخلافۃ الدینیۃ الی الملک السیاسی لم یکن منہ بدٌّ (حصہ چہارم) سیاست سے بدل جانا ایک ناگزیر امر تھا،

(۳) **بنو امیہ** کے پردہ مین مصنف نے قرن اول کے عام مسلمانون کی ہر قسم کی برائیان ثابت کی ہین، اس لئے ایسے اتہامات کا رفع کرنا ہر مسلمان کا فرض ہی،

(۴) جن باتون نے اس کتاب کو تاریخی پایہ سے بالکل گرادیا ہی یعنی تحریف، تعصب، کذب و خدع ان کا سب سے زیادہ استعمال بنوامیہ ہی کے واقعات مین کیا گیا ہی، اس لئے اسی کے ساتھ زیادہ توجہ اور اعتنا کی ضرورت ہی،

مذہب کی توہین مصنف نے بنوامیہ کے حالات مین اس کا ایک عنوان قائم کیا ہو کہ بنوامیہ مذہب کی توہین کرتے تھے، چنانچہ عنوان کے الفاظ یہ ہین،

الاستھانۃ بالقرآن والحرمین، (حصہ چہارم ص۴) قرآن اور حرمین کی توہین،

اس واقعہ مین مصنف نے نہایت مغالطہ کاری اور ملمع سازی سے کام لیا ہے، اُس نے پہلے یہ واقعہ لکھا ہے کہ عبد الملک کو جب خلافت کی خبر پہنچی، تو اسکی گود مین قرآن تھا، اس نے قرآن کو بند کرکے کہا "یہ آخری ملاقات ہے" اس کے بعد لکھتا ہی :-

"اس کے بعد اُس نے اپنے عامل حجاج کو اجازت دی کہ کعبہ پر منجنیق نصب کرے اور ابن زبیرؓ کو قتل کردے، اور اس کا سر عین کعبہ کے اندر اپنے ہاتھ سے کاٹے، حالانکہ کعبہ حرم ہے، جس کے اندر اور اس کے حوالی مین لڑائی جائز نہین، لیکن ان لوگون نے اسکو جائز رکھا، اور تین دن تک لوگون کو قتل کرتے رہے، اور کعبہ کو ڈھادیا، حالانکہ ان کے نزدیک وہ خدا کا گھر تھا، اور کعبہ کے پتھرون اور پردون مین آگ لگادی، جو کبھی اسلام مین نہین ہوا تھا، اور مدینہ مین پہنچے، اور وہ ایک حرم ہے، اور وہان کے لوگون سے لڑے، اور ان کا خون بہایا، الخ،

(حصہ چہارم صفحہ ۷۶، ۷۷)

جس فریب وہ ترتیب سے مصنف نے ان واقعات کو لکھا ہی، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ عبد الملک نے خلافت پانے کے ساتھ توہین اسلام کو اپنا مقصد قرار دیا، اور اس بنا پر کعبہ پر چڑھائی کی، اور کعبہ کو آگ لگا دی، اور ابن زبیرؓ کو کعبہ کے اندر قتل کر دیا، وغیرہ وغیرہ،

واقعات یہ ہین کہ عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک دونون خلافت کے دعویدار تھے، اور اپنے اپنے فتوحات بڑھاتے جاتے تھے، عبدالملک نے تخت نشینی کے آٹھ برس کے بعد حجاج کے ذریعہ سے عبداللہ ابن زبیرؓ پر چڑھائی کی، انھون نے مکہ مین بیٹھ کر مقابلہ کی طیاری کی، حجاج نے محاصرہ کیا اور منجنیق سے سنگباری شروع کی، اسی اثنا مین حج کا زمانہ آیا، حجاج نے حج کرانا چاہا، لیکن عبداللہ بن زبیرؓ نے روکا، سنگ باری کی وجہ سے حاجیون کو تکلیف تھی، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حجاج کو کہلا بھیجا کہ لوگ طواف نہین کر سکتے، حجاج نے سنگباری بند کرا دی، حج کے بعد حجاج نے منادی کرا دی کہ لوگ وطن کو واپس نہ جائین مین ابن زبیرؓ پر سنگ باری کرون گا،

فقہ کا ایک مسئلہ ہی، کہ اگر کوئی باغی کعبہ مین پناہ لے، تو اُس کو گرفتار کرنا یا اس پر حملہ کرنا جائز ہے یا نہین، بہت سے فقہا اسکو جائز سمجھتے ہین، بنوامیہ کے طرفدار عبداللہ بن زبیرؓ کو باغی سمجھتے تھے،

بااین ہمہ حجاج نے کعبہ پر سنگباری نہین کی، بلکہ عبداللہ بن زبیرؓ نے کعبہ کو گرا کر جو اسمین اضافہ کر لیا تھا، اسکو نشانہ بنایا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام کے زمانہ سے پہلے سیلاب کی وجہ سے جب کعبہ گر گیا، تو قریش نے دوبارہ تعمیر کی، لیکن چونکہ مالی حالت نے زیادہ اجازت نہ دی، تھوڑا سا حصہ تعمیر نہ ہو سکا، قریش نے زمین کا اسقدر حصہ خالی چھوڑ دیا، اور اس کے گرد دیوار کھچوا دی، جس کو آج حطیم کہتے ہین، عبداللہ بن زبیرؓ نے جب دوبارہ مرمت کرائی تو یہ چھوٹی ہوئی زمین عمارت کے اندر داخل کر لی،

اہل شام نے اس فعل کو ناجائز خیال کیا، کہ کعبہ پر اضافہ کیا گیا، حجاج نے اسی اضافہ شدہ

عمارت پر پتھر برسائے تھے،

علامہ لبشاری احسن التقاسیم (مطبوعۂ یورپ صفحہ ۷۴) مین لکھتے ہین :-

فامر بوضع المنجنیق علی ابی قبیس وقال ارموا	حجاج نے حکم دیا کہ ابو قبیس پر منجنیق نصب
الزیادة التی ابتدعها هذا المکلف، فرموا	کیجائے، اور کہا کہ اس حصہ پر حملہ کرو جس کو
موضع الحطیم واخرج ابن الزبیر و	اس مکلف (ابن زبیر) نے ایجاد کیا ہی چنانچہ
صلبه ورد الحائط کما کان فی	حطیم پر پتھر چلائے اور ابن زبیرؓ کو نکال کر پھانسی
القدیم،	دی، اور دیوار ویسی ہی بنادی جیسی پہلے تھی،

حجاج نے اس کے بعد کعبہ کی عمارت نئے سر سے بنائی، اور آج وہی کعبہ قبلۂ اسلام ہی، باقی یہ واقعات کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو خود کعبہ کے اندر قتل کیا اور پردۂ کعبہ مین آگ لگادی، تمامتر غلط ہین،

عبدالملک کا قرآن کو الوداع کہنا، اسکی یہ کیفیت ہے کہ عبدالملک خلافت سے پہلے سخت عابد و زاہد تھا، نافع کا بیان ہے کہ مین نے مدینہ منورہ مین کسی نوجوان کو عبدالملک سے بڑھکر مستعد، فقیہ، عابد، اور قاری قرآن نہین دیکھا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے لوگون نے پوچھا کہ آپ کے بعد ہملوگ کس سے مسئلے پوچھین گے، فرمایا کہ مروان کے بیٹے سے، ابوالزناد کا قول تھا کہ مدینہ کے فقہا سات ہین، اُن مین سے ایک عبدالملک ہے

ان حالات کے ساتھ جب خلافت کا بار اٹھانا پڑا تو ظاہر ہے، کہ اب وہ زاہدانہ زندگی بسر نہین ہو سکتی تھی، اور قرآن مجید کی تلاوت کا یہ التزام انجام دینا مشکل تھا، اس لیے عبدالملک نے وہ فقرہ بہ حسرت کہا جس کے معنی مخالفین نے یہ لیے، کہ قرآن سے بیزاری مقصود تھی،

غور کرو ایک شخص جس نے ۳۰ برس زہد و تقویٰ مین بسر کی، جس سے بڑھکر مدینہ منورہ

مین کوئی عابد و زاہد نہ تھا جس کی نسبت شعبی جیسا امام کہتا ہی،

ماجالست احداً الا وجدت علیہ الفضل، الا عبد الملک بن مروان، — مین کسی کے ساتھ نہین بیٹھا، مگر یہ کہ مین اس سے بڑھ کر رہا بجز عبد الملک کے،

جس سے بڑے بڑے محدثین یعنی عروہ، رجاء بن حیوۃ، امام زہری، وغیرہ نے حدیث روایت کی جو خلافت پانے سے ایک منٹ پہلے قرآن مجید کی تلاوت مین مصروف تھا، خلافت ملنے کیساتھ دفعتہً مرتد ہو جائے اور قرآن سے ہمیشہ کے لئے دست بردار ہو کر کعبہ پر چڑھائی کردے، مصنف کے سوا کس کے خیال مین آسکتا ہی مصنف بظاہر عبد الملک کو بے دین ثابت کرنا چاہتا ہی لیکن وہ دراصل تمام مسلمانون کو بے دین ثابت کر رہا ہو کہ اُن کے سامنے کعبہ پر چڑھائی ہوئی، کعبہ ڈھا دیا گیا، پردۂ کعبہ مین آگ لگا دی گئی، اور تمام ملک چپ بیٹھا دیکھا کیا، اس کے علاوہ قرآن کے بند کرنے، اور اس فقرہ کے کہنے کی روایت قدیم مستند کتابون یعنی طبری، ابن الاثیر وغیرہ مین سرے سے ہی ہی نہین بعض کتابون مین جہان ہر قسم کا رطب یابس ہے یہ بھی ہی،

مصنف نے لکھا ہی، کہ بنو امیہ کے عمال، خلفاے بنو امیہ کو رسول اللہ صلعم پر ترجیح دیتے تھے، چنانچہ حجاج بن یوسف اور خالد قسری کے اقوال نقل کئے ہین، اگرچہ یہ روایتین عقد الفرید اور اغانی وغیرہ سے لی ہین، جن کا شمار تاریخی کتابون مین نہین لیکن گفتگو یہ ہے کہ بنو امیہ کے سیکڑون ہزارون عمال مین سے ایک دو شخص ایسے تھے، تو اس سے عام استدلال کیا ہو سکتا ہی،

حجاج اور خالد قسری کے اقوال اور افعال اسوقت بنو امیہ کے نامۂ اعمال مین داخل سمجھے جا سکتے ہین جب خلفاے بنو امیہ نے ان کو جائز رکھا ہو، حجاج کو (عبد الملک اور ولید کے سوا) تمام خلفاے بنو امیہ نہایت برا سمجھتے تھے، خالد قسری کو ان ہی افعال کی بدولت ہشام نے گورنری سے معزول کر دیا، اور سخت سزا دی،

ولید بن یزید کی نسبت کفر اور زندقہ کا جو الزام مصنف نے لگایا ہے اسکی یہ کیفیت ہو کہ اس کے فیصلہ کرنے کا سب سے زیادہ حق محدثین کو ہے، اور وہ اس باب مین مطلق رو رعایت بھی نہین کرسکتے، علامہ ذہبی جن سے بڑھکر چھ سو برس کی مدت مین آج تک کوئی محدث اور مورخ نہین پیدا ہوا لکھتے ہین:

لم یصح عن الولید کفر و لا زندقۃ بل	ولید سے کفر اور زندقہ ثابت نہین ہے، بلکہ وہ
اشتہر بالخمر و التلوط فخرجوا علیہ لذالک	شراب خواری اور امر دون کے ساتھ زیادہ بدنام ہوا
(تاریخ الخلفاء تذکرۂ ولید بن یزید)	اس لئے لوگون نے اُس سے بغاوت کی،

یہ ظاہر ہے کہ محدثین قرآن کی ذرا سی اہانت کو کفر سمجھتے ہین، ولید خدانخواستہ اگر قرآن مجید کو تیرون کا نشانہ بناتا جیسا کہ مصنف نے نقل کیا ہو تو کیا محدثین اس کے کفر سے انکار کرسکتے تھے،

بنو امیہ کا ظلم، مصنف نے سارا زور اس مضمون پر صرف کردیا ہو، وہ کہتا ہو کہ بنو امیہ کے ظلم سے تمام رعایا چیخ اٹھی تھی، ملک اجاڑ ہو گیا تھا، غیر مذہب والون کو کسی صورت سے یعنی مسلمان ہوکر بھی ظلم سے نجات نہین ملتی تھی وغیرہ وغیرہ،

اصلی عبارتون کا نقل کرنا چونکہ طول عمل ہے، اس لئے ہم ان کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہین مصنف نے بنو امیہ کے ظلم و جور کے گوناگون طریقے بتائے ہین، جو اجمالاً حسب ذیل ہین:-

(۱) رعایا کا مال زبردستی چھین لیتے تھے،

(۲) صوبون کی گورنریان رشوت لیکر فروخت کرتے تھے،

(۳) بہت بڑے بڑے محصول اور ٹکس لگاتے تھے،

(۴) مذہب کی بالکل پروا نہین کرتے تھے،

(۵) چھوٹے چھوٹے بچون کو قتل کرتے تھے،

(۶) لوگون کے سر کاٹ کر خزانہ مین رکھواتے تھے، چنانچہ ایک خاص خزانہ تھا جس کا

نام خزانۃ الرؤس تھا،

(۷)، طرح طرح کی سخت اور نفرت انگیز سزائین دیتے تھے،

(۸)، غیر قومون کو عرب سے شادی بیاہ کرنے پر سزائین دیتے تھے،

ان واقعات کو اس طرح لکھا ہی کہ چنگیز خان اور ہلاکو کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہی، بلکہ انکے مقابلہ مین چنگیز خان وغیرہ ہیچ نظر آتے ہین،

ان واقعات کے بیان کرنے مین مصنف حسب عادت کہین ایک جزئی واقعہ کو عام کر دیتا ہے، کہین تاریخی حوالون مین تحریف کرتا ہے کہین غلط استدلال سے کام لیتا ہے، لیکن اگر اسکی ایک ایک جزئی خیانتون کی تفصیل لکھی جائے، تو ایک بہت بڑی کتاب طیار کرنی ہوگی، اس لئے ہم اختصار کے ساتھ اسکی فریب کاریون کو دکھاتے ہین،

سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہئے، کہ مصنف بنو امیہ کو عموماً جو ظالم اور غارتگر بتاتا ہے، یہ تعمیم خود اس کے تفحص اور استقصا کا نتیجہ ہے، یا مورخین قدیم نے تصریح کی ہی،

ایک اور نکتہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ بنو امیہ کی جس قدر تاریخین لکھی گئین سب دولت عباسیہ کے زمانے کی ہین، عباسیون کو بنو امیہ کے ساتھ جو دشمنی تھی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ انھون نے تمام خلفائے بنو امیہ کی قبرین اکھڑوائین اور ان کی ہڈیان آگ مین جلا دین، ان کے زمانے مین بنو امیہ کی مدح کرنا قریباً ناممکن تھا، بنو امیہ کی برائیون کے بیان کرنے پر انعام ملتا تھا، باوجود ان حالات کے ایک دو خلفا کے علاوہ مورخین نے کسی خلیفہ اموی کے ظلم اور جباری کی شکایت نہین کی، بلکہ بخلاف اس کے متعدد خلفا کی تعریف کی ہی،

امیر معاویہ کی نسبت علامہ مسعودی نے مروج الذہب مین لکھا ہی،

کان من اخلاق معاویۃ انہ کان یاذن	معاویہ کی عادت یہ تھی کہ دن رات مین پانچ دفعہ

فی الیوم واللیلۃ خمس مرات کان اذا صلی
الفجر جلس للقاص حتی یفرغ من قصصہ
... فیخرج الی المسجد فیوضع فیسند
ظہرہ الی المقصورۃ ویجلس علی الکرسی
ویقوم الاحداث فیقدم الیہ الضعیف
والاعرابی والصبی والمرءۃ ومن لا
احد لہ فیقول ظلمت فیقول اعزوہ
ویقول عدی علی فیقول ابعثوا
معہ فیقول صنع بی انظروا فی امرہ حتی
اذا لم یبق احد دخل فجلس علی
السریر ثم یقول ائذنوا للناس علی
قدر منازلہم فاذا استووا جلوسا
قال یا ہؤلاء انما سمیتم اشرافا
لانکم شرفتم من دون بہذا المجلس ارفعوا
الینا حوائج من لا یصل الینا فیقوم الرجل
فیقول استشہد فلان فیقول افرضوا
لولدہ ویقول آخر غاب فلان عن
اہلہ فیقول تعاہدوہم اقضوا حوائجہم
اخدموہم ثم یؤتی بالغداء والکاتب

دربار عام کرتے تھے، فجر پڑھ کر اٹھتے تھے،
اور شکایتیں سنتے تھے، پھر مسجد مین آتے تھے،
اور مقصورہ کی طرف پشت کرکے کرسی پر بیٹھتے
تھے، پھر لوگ پیش ہوتے تھے، اور کمزور، گنوار،
بچے، عورتین، اور جس کا کوئی نہین ہوتا تھا، یہ
لوگ آگے بڑھتے تھے، ایک شخص کہتا تھا مجھ پر
ظلم ہوا، امیر معاویہ کہتے تھے اسکو عزت دو،
دوسرا کہتا تھا مجھ پر تعدی کی گئی، معاویہ کہتے
تھے کہ کسی کو اس کے ساتھ کردو، تیسرا کہتا تھا
مجھ سے برا برتاؤ کیا گیا، معاویہ کہتے تھے اسکے
معاملہ کی تحقیق کرو، یہان تک کہ جب سب لوگ
ہو چکتے تھے، تو اندر جاکر تخت پر بیٹھتے تھے اور
حکم دیتے تھے کہ لوگون کو ترتیب کے موافق بلاؤ،
پھر جب لوگ بیٹھ جاتے تھے، تو کہتے تھے کہ صاحبو!
آپ اس لئے شریف کہلاتے ہین، کہ آپ کو
اورون پر شرف حاصل ہی، اسلئے ان لوگون
کی حاجتون کو پیش کیجئے جو مجھ تک نہین پہنچ سکتے،
اس پر ایک شخص کھڑا ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ فلان
شخص لڑائی مین مارا گیا، امیر معاویہ حکم دیتے

يقرء كتابه فيامر فيه حتى ياتي	تھے کہ اس کے لڑکون کی تنخواہ مقرر کر دو، دوسرا
على اصحاب الحوائج اربعون وربما	شخص کہتا تھا کہ فلان شخص باہر چلا گیا، وہ
قدم عليه من اصحاب الحوائج	حکم دیتے تھے کہ اس کے بی بی بچون کی خبرگیری
اربعون اونحوهم على قدر	کیجائے پھر کھانا آتا تھا، یہان تک کہ سب اہل حاجت
الغداء،	ختم ہو جاتے تھے، اکثر چالیس چالیس آدمی تک
	نوبت پہنچتی تھی،

اس کے بعد مسعودی نے نہایت تفصیل سے ان کا نظام اوقات لکھا ہی، اور لکھا ہی، کہ کوئی شخص ان کے برابر عادلانہ حکومت نہ کر سکا،

علامہ سیوطی سلیمان بن عبد الملک کی نسبت لکھتے ہین:۔

كان فصيحا متفنهامؤثر اللعدل	فصیح زبان آور تھا اور عدل پر عمل کرتا تھا،
ومن محاسنه ان عمر بن عبد العزيز	اسکی خوبیون مین سے ایک یہ ہے کہ عمر بن
كان له كالوزير وكان يمتثل	عبد العزیز اس کے گویا وزیر تھے، اور وہ اچھے
اوامره فى الخير نعزل عمال الحجاج	کامون مین ان کی ہدایتون پر چلتا تھا، اس نے
واخرج من كان فى سجن العراق	حجاج کے نوکرون کو موقوف کر دیا، اور عراق
قال ابن سيرين رحم الله سليمان	کے قیدیون کو رہائی دی، ابن سیرین کا قول ہی
افتتح خلافته باحيائه الصلوة	کہ خدا سلیمان پر رحمت کرے، اس نے خلافت
مواقيتها واختتمها باستخلافه	کا آغاز نماز کے اول وقت پر پڑھنے سے کیا،
عمر بن عبد العزيز،	اور خاتمہ عمر بن عبد العزیز کے جانشین کرنے
	پر کیا،

محدث ابن عساکر ولید بن عبدالملک کے متعلق لکھتے ہین،

کان الولید عند اھل الشام من افضل خلفائھم بنی المساجد بدمشق واعطی الناس وفرض للمجذومین وقال لاتسألوا الناس واعطی کل مقعد خادما وکل اعمیٰ قائدا وکان یبر حملۃ القراٰن ویقضی عنھم دیونھم،	ولید اہل شام کے نزدیک تمام خلفاے بنو امیہ سے افضل تھا، اس نے دمشق مین مسجدین بنوائین، لوگون کی تنخواہین مقرر کین، مجذومون کے روزینے مقرر کئے، اور کہا کہ سوال نہ کرو، اور ہر اپاہج کے لئے ایک خادم اور ہر اندھے کے لئے ایک رہبر مقرر کیا، اور حفاظ قرآن کے ساتھ نیکی کرتا تھا، اور اون کے قرض ادا کرتا تھا،

علامہ ابن الاثیر ۸۸ھ کے واقعات مین لکھتے ہین:۔

کتب الی البلدان جمیعھا باصلاح الطرق وعمل الآبار ومنع المجذومین من الخروج علی الناس واجری لھم الارزاق	تمام شہرون مین خطوط بھیجے کہ سڑکین درست کیجائین اور کنوین کھودے جائین اور مجذوم باہر نہ نکلین اور اون کی تنخواہین مقرر کردیجائین

علامہ سیوطی نے ولید کی نسبت اگرچہ ظالم اور جبار کا لفظ لکھدیا ہے، تاہم لکھتے ہین:۔

وکان مع ذلک یختن الایتام ویرتب لھم المؤدبین ویرتب للزمنی من یخدمھم وللاضراء من یقودھم وعمر المسجد النبوی ووسعہ ورزق الفقھاء والضعفاء والفقراء وحرم علیھم سوال الناس وفرض لھم ما یکفیھم	باوجود اس کے وہ یتیمون کا ختنہ کراتا تھا، اور ان کے لئے معلم مقرر کرتا تھا، اور معذورون کے لئے خادم اور اندھون کے لئے رہبر مقرر کرتا تھا، اور مسجد نبوی کی تعمیر کی اور اسکو وسعت دی، اور فقہا اور ضعفا اور فقرا کیلئے روزینے مقرر کئے، اور ان کو سوال کرنے سے منع کردیا، اور

وضبط الامور اتم ضبط،

اوران کے لئے سامان معاش مقرر کیا، اور تمام کامون کا کامل طرح سے انتظام کیا،

ہشام بن عبدالملک کی نسبت علامہ سیوطی لکھتے ہین،

وکان هشام حازما عاقلا لا يدخل بيت ماله مالا حتى يشهد اربعون قسامة لقد اخذ من حقه ولقد اعطى لكل ذي حق حقه، وقال سجيل بن محمد ما رايت احدا من الخلفاء اكره اليه الدماء ولا اشد عليه من هشام

ہشام عقلمند اور باتدبیر تھا، خزانہ مین کوئی رقم اس وقت تک داخل نہین کرتا تھا جب تک چالیس شخص بہ قسم یہ گواہی نہین دیتے تھے کہ جائز طور پر یہ رقم لی گئی ہی اور تمام مستحقین کو ان کے حق دیئے گئے، سجیل بن محمد کہتے ہین کہ خلفا مین سے مین نے کسی کو نہین دیکھا جس کو قتل اور خون اس قدر ناگوار ہو جس قدر ہشام کو تھا،

احکام شرعی کی پابندی کا یہ حال تھا، کہ ایک دفعہ اس کے بیٹے نے جمعہ کی نماز نہین پڑھی تو اس سے وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ میرے پاس سواری نہ تھی، ہشام نے کہا، کیا پیادہ نہین جا سکتا تھا، پھر حکم دیا کہ سال بھر تک اسکو سواری نہ دیجائے،

یزید بن عبدالملک کی نسبت علامہ دمیری لکھتے ہین،

وکان مظهرا للنسك وقراءة القرآن واخلاق عمر بن عبد العزيز وكان ذا دين وورع،

عبادت اور قرات قرآن کرتا تھا، اور عمر بن عبدالعزیز کے اخلاق کا اظہار کرتا تھا، اور دیندار اور پرہیزگار تھا،

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہین،

مروان حمار کی نسبت کسی مورخ نے جور وظلم کی کوئی شکایت نہین کی،

ولید بن یزید البتہ فاسق و فاجر تھا لیکن اسی بنا پر خود بنو امیہ نے اسکو قتل کردیا،

واقعاتِ مذکورہ سے معلوم ہوا ہوگا، کہ خلفاے بنو امیہ مین سے زیادہ تر عادل اور انصاف پرور تھے، اور اون کے عہد مین ملک کے امن و امان، اور غربا کی آسایش و آرام کا کیا بندوبست تھا، اس حالت مین مصنف نے عموماً بنو امیہ کے ظلم اور سفاکی کی جو داستان بیان کی ہے، کہان تک صحیح ہے،

مصنف نے ظلم اور سفاکی کے جرم سے صرف عمر بن عبد العزیز کو مستثنی کیا ہی، ہشام، سلیمان وغیرہ اس کے نزدیک اسی عام فہرست مین شامل ہین،

با این ہمہ ناظرین کو تعجب ہوگا کہ مصنف نے جو واقعات لکھے ہین اُن سے بڑھکر ظلم کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے، اور اون کی صحت سے اسلئے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہر واقعہ کے ساتھ سند موجود ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ مصنف نے ان تمام واقعات مین تحریف، تدلیس، اور غلط بیانیان کی ہین، افسوس ہے کہ ان سب کی اگر تشریح کیجائے تو تمدنِ اسلام کے برابر ایک کتاب بنجائیگی، اس لئے ہم نمونہ کے طور پر چند اہم باتین لکھتے ہین :-

رعایا پر ظلم

مصنف نے حصۂ دوم صفحہ ۱۹ مین لکھا ہی،

"بنو امیہ جس طرح عرب کی طرفداری مین تعصب برتتے تھے، اور تمام قومون کو حقیر سمجھتے تھے، اس کے نتائج مین ایک یہ ہے، کہ وہ مفتوحہ مقامات کے آدمیون کو اپنا رزق حلال جانتے تھے، چنانچہ اسکی تصدیق، سعید بن العاص گورنر عراق کے اس قول سے ہوتی ہے کہ سواد (یعنی عراق) کا علاقہ قریش کا باغ ہے، ہم جس قدر چاہین لین، اور جس قدر چاہین چھوڑ دین،،

مصنف کا دعویٰ یہ ہے کہ بنو امیہ نہ صرف جائداد اور زمین بلکہ وہان کے لوگون کو بھی اپنی ملک سمجھتے تھے، لیکن عبارتِ منقولہ مین اس کا پتہ نہین، اس مین صرف یہ مذکور ہے کہ سواد ہمارا باغ ہے، ہم جس قدر چاہین لین، یہ ظاہر ہے کہ باغ اور آدمی مختلف

چیزین ہین، یہ تو خیر ایک معمولی غلطی ہے، لیکن مصنف نے پورے واقعہ کو غلط طور سے دکھایا ہے،

اصل یہ ہے کہ اس امر کے متعلق لوگون مین اختلاف تھا کہ مفتوحہ زمینین فوج کا حق ہین، یا سلطنت کا، حضرت عمرؓ کے زمانہ مین بعض صحابہ نے اصرار کیا تھا کہ یہ زمینین اہل فوج کو تقسیم کردیجائین لیکن حضرت عمرؓ نے نہ مانا، یہ واقعہ بھی اسی بنا پر تھا، یعنی بعض اشخاص کہتے تھے کہ چونکہ ہم نے ان کو ہتھیارون سے فتح کیا ہے، اس لئے ہم اس کے مالک ہین سعید کا مقصد تھا، کہ وہ حکومت کا حق ہے، اور چونکہ حکومت قریش مین محدود ہے، اس لئے انھون نے قریش کے لفظ سے اسکی تعبیر کی، بہر حال یہ بحث دو فریقون کے مقابلہ مین تھی، اسکو اس مسئلہ سے کیا تعلق کہ بنی امیہ مفتوحہ قومون کو اپنی ملک سمجھتے تھے،

مصنف نے عمرو بن العاصؓ کا قول نقل کیا ہے، کہ انھون نے قبطیون سے کہا کہ تم ہمارے خزانہ ہو زیادہ آمدنی ہوگی تو زیادہ لین گے، کم ہوگی تو کم لین گے،

اس مسئلہ مین مصنف نے سخت خیانت کی ہے، واقعہ یہ ہے کہ خلفاے راشدین نے مفتوحہ مقامات کی دو قسمین قرار دی تھین، ایک وہ جو صلح اور معاہدہ کے ذریعہ سے قبضہ مین آئے، ان ممالک مین جزیہ یا خراج کی جو شرح معاہدہ مین مذکور ہو چکی تھی، اس پر اضافہ کرنا کسی حالت مین جائز نہین تھا، دوسرے جو لڑکر بغیر کسی معاہدہ کے فتح ہوئی، ان مین جزیہ کی کمی بیشی کا اختیار تھا، یہ تفریق حضرت عمرؓ نے خود کی تھی، اور وہ زمانہ مابعد مین بھی قائم رہی، مصر اسی طرح فتح ہوا تھا، اسی بنا پر جب رعایا مین سے کوئی شخص عمرو بن العاصؓ سے پوچھتا تھا، کہ یہان کا جزیہ اور محصول کیا ہے، تو وہ کہتے تھے کہ مین یہ نہین بتاؤن گا، تم ہمارا خزانہ ہو، مقریزی نے جہان یہ بحث لکھی ہے، اور جس موقع سے مصنف نے وہ فقرہ نقل کیا ہے، وہان یہ تصریح موجود ہے، چنانچہ لکھتے ہین،

عمر بن خطاب کا دستور تھا کہ جن لوگون سے معاہدہ	وکان عمر بن الخطاب یاخذ ممن

صالحة من المعاهدين ما سمی نفسہ لا یضع من ذلك شیئا ولا یزید علیہم ومن نزل منہم علی الجزیۃ ولم یسم شیئا یؤدیہ نظروا فی امرہ فاذا احتاجوا خفف عنہم وان استغنوا زاد علیہم بقدر استغنائہم (مقریزی جلد اول ص۷۷)	پر صلح ہوتی تھی، ان سے شرح مقررہ پر نہ کچھ اضافہ کرتے تھے، نہ اس سے کم کرتے تھے، اور جو لوگ جزیہ پر راضی ہوتے تھے، اور جزیہ کی کوئی تعداد مقرر نہین ہوتی تھی، تو حضرت عمرؓ اس کی بابت یہ کرتے تھے کہ اگر وہ لوگ نادار ہوگئے تو جزیہ گھٹا دیتے تھے، اور دولت مند ہوئے تو بقدر ان کی دولت کے بڑھا دیتے تھے،

یہی بات ہے جو عمرو بن العاصؓ نے کہی تھی، اور جس کو مصنف اس سند مین پیش کرتا ہے، کہ بنوامیہ مفتوحہ قومون کو اپنا مملوکہ سمجھتے تھے،

مصنف نے کتاب کے چوتھے حصہ مین ایک خاص عنوان قائم کیا ہے، جس کے الفاظ یہ ہین، الفتک والبطش فی عصر الامویین" یعنی بنوامیہ کی زمانہ کی سفاکی"، اس مین دعویٰ کیا ہی کہ بنوامیہ بے دریغ لوگون کو قتل کرتے تھے، یہان تک کہ امیر معاویہ نے واقعۂ تحکیم کے بعد بسیر کو بھیجا، کہ ملک مین دورہ کرے، اور جہان جہان شیعیان علی ہون اون کو قتل کردے، اور عورتون اور بچون مین سے کسی کو نہ چھوڑے، مصنف کے الفاظ یہ ہین، (ص۱۲۰)

ویقال انہ اوصاهم ان یسیروا فی الارض ویقتلوا کل من وجدوہ من شیعۃ علی ولا یکفوا ایدیہم عن النساء والصبیان	اور کہتے ہین کہ معاویہ نے ان لوگون کو یہ حکم دیا کہ ملک مین جائین اور جس شیعہ کو پائین قتل کردین، اور عورتون اور بچون کو بھی نہ چھوڑین،

اس کے بعد مصنف نے ثابت کیا ہی کہ یہ صرف حکم نہ تھا، بلکہ مکہ، مدینہ، یمن وغیرہ مین اسکی بخوبی تعمیل ہوئی، اسمین شبہہ نہین کہ اگر یہ واقعات صحیح ہون تو امیر معاویہ اور چنگیز خان مین کچھ فرق نہ ہوگا،

امیر معاویہ حلم اور عفو مین ضرب المثل تھے، تمام مستند تاریخین ان کے حلم کی داستان سے معمور ہین، ان کی سفاکی کے ثبوت کے لئے مصنف کو طبری، ابن الاثیر، ابن خلدون وغیرہ سے کوئی شہادت نہین مل سکتی تھی، اسلئے اس نے شیعی مصنف سے مدد چاہی، اور وہ خوشی سے اس خدمت کو انجام دینے کے لئے موجود تھا، مصنف نے واقعۂ مذکورۂ بالا کتاب الاغانی سے نقل کیا ہے، اس کتاب کا مصنف مشہور شیعی ہے، اور ایک شیعہ مصنف سے امیر معاویہ کی نسبت یہی توقع ہو سکتی تھی، اس پر مزید یہ کہ اغانی مین یہ روایت جن لوگون سے منقول ہے، وہ نامعتبر ضعیف الروایت اور مجہول الحال ہین، علی بن محمد (مدائینی) جو اس روایت کا راوی اول ہے، اسکی نسبت میزان الاعتدال مین ابن عدی سے نقل کیا ہے کہ لیس بالقوی فی الحدیث ایک اور راوی ابو مخنف ہین، جو مشہور نامعتبر ہین، باقی اور راوی اس درجہ کے ہین کہ اسماے رجال مین ان کا نام تک مذکور نہین،

ہم کو اس بات سے انکار نہین کہ اغانی ادب اور محاضرات کی مشہور کتاب ہے، اور شعرا وغیرہ کے اکثر حالات اسی سے ماخوذ ہین، لیکن یہ طے شدہ مسئلہ ہے کہ وہ محاضرات کی کتاب ہے، تاریخ نہین، اس بنار پر معمولی عام واقعات مین اسکی روایتین لی جا سکتی ہین، لیکن کسی بحث طلب اور قابل تحقیق واقعہ کا ثبوت اس سے نہین ہو سکتا، یہ مسلّم ہے کہ امیر معاویہ حلم اور عفو مین مشہور تھے، یہ مسلّم ہے کہ ان کی نسبت تمام معتبر تاریخون مین ایک واقعہ بھی اس قسم کی سفاکی کا منقول نہین، یہ مسلّم ہو کہ واقعہ بحث طلب کسی تاریخ مین مذکور نہین، یہ مسلّم ہو کہ **اغانی** کا مصنف شیعی ہے، یہ مسلّم ہے کہ اس روایت کا ایک راوی مدائینی ہے، جو ضعیف الحدیث ہے، ان حالات کے ساتھ اس روایت کا کیا اعتبار ہو سکتا ہو،

اس کے بعد مصنف نے حجاج کی سفاکیون کا ذکر کیا ہے، وہ ہمکو تسلیم ہے، لیکن ہمکو یہ دیکھنا ہو کہ مصنف نے عدل اور انصاف کا معیار کیا قائم کیا ہے؟ وہ جس قدر بنو امیہ کو برا کہتا ہے، اسی قدر عباسیون کی تعریف کرتا ہے، چنانچہ جہان یہ ثابت کیا ہے کہ بنو امیہ کے ظلم کی وجہ سے ملک برباد ہو گیا

تھا، اور زمینین ویران ہو گئی تھین اس کے مقابلہ مین عباسیون کے عہد کی خوشحالی اور آبادی کا ذکر کر کے ایک موقع پر لکھتا ہے:-

ولا غرابة فی ماتقدم من عمران	اگر دولت عباسیہ کے سایہ مین آبادی نے ترقی
البلاد فی ظل الدولة العباسیة	کی جیسا کہ اوپر گذرا تو کچھ تعجب نہین، کیونکہ انصاف
فان العدالة توطرت دعائم الامن	امن کا ستون قائم کر دیتا ہی، اور جب لوگون
واذا امن الناس علی ارواحہم	کو اپنی اور اور جانون کی نسبت اطمینان ہو جاتا
وحقوقہم تفرغوا للعمل،	ہے، تو اطمینان سے کام مین مصروف ہوتے ہین

مصنف نے کشتگان حجاج کی تعداد ایک لاکھ بیس[۲] ہزار بیان کی ہے، لیکن خلیفہ منصور عباسی جس کا مصنف نہایت مدح خوان ہی، اس کے وزیر اعظم ابو مسلم اصفہانی جو دولت عباسیہ کا بانی ہے، اس کے کشتگان ناز کی تعداد چھ[۶] لاکھ ہے، اور خود مصنف نے اس کا اعتراف کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے:-

فبلغ عدد الذین قتلہم فی سبیل	تو ان لوگون کی تعداد جن کو ابو مسلم نے عباسیون
ھذہ الدعوة ...... نفس قتلوا	کی خلافت کے تسلیم کرانے مین قتل کیا چھ[۶] لاکھ
صبرا بدون حرب فی بضع	پہنچی، جو لڑائی مین نہین بلکہ یون ہی قید مین
سنین ۔ (حصہ ۲ صفحہ ۱۱۲)	مارے گئے،

اگر دولت عباسیہ کے دامن پر چھ[۶] لاکھ کے قتل سے ظلم کا داغ نہین لگتا تو حکومت بنوامیہ تو سوا لاکھ کی گنہگار ہے،

حجاج کے ظلم گنا کر مصنف لکھتا ہے:-

وکان عبد الملک اشد وطاة	اور عبد الملک اس سے بڑھکر سخت تھا، اور

منه واجرءِ علی الغدر والفتک،   قتل اور دغابازی پر اس سے زیادہ دلیر تھا،

اس جھوٹ کی کیا انتہا ہو سکتی ہے کہ عبد الملک کو حجاج سے بڑھکر سفاک اور خون ریز کہا جائے، مصنف اس غلط دعوے کے ثبوت مین صرف یہ واقعہ پیش کر سکا، کہ عبد الملک نے ایک شخص کو جس نے دعوی سلطنت کرنا چاہا تھا، امان دیکر قتل کرا دیا، لیکن خلیفہ منصور نے تو اس شخص کو قتل کرا دیا، جس کی بدولت عباسیون کی سلطنت قائم ہوئی تھی، اور جو دولت عباسیہ کا اصلی بانی تھا،

مصنف کا دعویٰ ہے کہ حجاج وغیرہ جو مظالم کرتے تھے خود خلیفہ وقت کے اشارے سے کرتے تھے، لیکن علامہ مسعودی عبد الملک کے حال مین لکھتے ہین :۔

ولما اسرف الحجاج فی قتل اساریٰ دیر الجماجم عبد الملک فکتب الیہ اما بعد فقد بلغ امیر المومنین سرفك فی الدماء وتبذیرك فی الاموال ولا یحتمل امیر المومنین ہاتین الخصلتین لاحد من الناس وقد حکم علیک امیر المومنین فی الدماء فی الخطاء الدیۃ و فی العمد القود و فی الاموال مردھا الی مواضعھا،

جب حجاج نے دیر جماجم کے قیدیون کے قتل کرنے مین حد سے زیادہ زیادتی کی اور مال کے صرف مین نہایت اسراف کیا، اور یہ خبر عبد الملک کو پہنچی تو حجاج کو خط لکھا کہ امیر المومنین کو تمہاری خون ریزی اور فضول خرچی کا حال معلوم ہوا، امیر المومنین ان دونون باتون کو کسی کے لئے برداشت نہین کر سکتے، امیر المومنین نے تم کو خون مین صرف یہ اختیار دیا ہے کہ لوگون سے قتل خطا مین دیت لو اور قتل عمد مین قصاص لو، مال کی نسبت یہ حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر صرف ہو،

(یہ خطابت بڑا ہے اور سب پڑھنے کے قابل ہے)

جزیہ کے متعلق ظلم مصنف نے کتاب کے چوتھے حصہ مین ایک مستقل عنوان قائم کر کے اور حصۂ دوم مین

عصرِ بنی امیہ کے عنوان کے نیچے یہ ثابت کیا ہے کہ بنو امیہ جزیہ کے وصول کرنے مین اس قدر ظلم کرتے تھے کہ غیر قومون نے مسلمان ہونا شروع کیا لیکن اس پر بھی ان کو نجات نہین ملتی تھی اور مسلمان ہونے پر بھی اُن سے جزیہ لیا جاتا تھا،

آخر مجبور ہو کر انھون نے راہب یعنی تارک الدنیا بننا چاہا لیکن یہ تدبیر بھی کام نہ آئی، اور راہبون پر بھی جزیہ قائم کیا گیا،[1] جزیہ کے سوا اور طرح طرح کے محصول قائم کرتے تھے، اور ان کے وصول کرنے مین اس قدر ظلم سے کام لیتے تھے کہ ملک کے ملک ویران ہو گئے۔ فوجین جب چلتی تھین تو جدھر سے گذرتی تھین، لوگون کو لوٹ لیتی تھین،

اس بحث کو اس طرح لکھا ہے کہ ظلم اور غارتگری کی تصویر کھینچ دی ہے، ایک موقع پر لکھتا ہے:۔

فزادوا الجزیۃ والخراج وشددوا	پھر جزیہ و خراج مین اضافہ کر دیا اور اس کے
فی تحصیلھا وضیقوا علی الناس	وصول کرنے مین شدت کی اور لوگون کو سخت
حتی اخذوا الجزیۃ ممن اسلم	تنگ کیا، یہان تک کہ جو لوگ مسلمان ہو جاتے
واما من بقی علی دینہ من اھل	تھے، ان سے بھی جزیہ لیا، باقی جو اپنے مذہب
الکتاب، فکانوا یسومونھم سوء	پر قائم رہتے تھے ان کو بری طرح سے عذاب
العذاب، (حصہ ۴ ص ۱۰۲)	دیتے تھے،

اسکی کیفیت یہ ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت قریباً سنو برس رہی اس وسیع مدت مین تین چار واقعے پیش آئے ہین کہ مسلمان ہونے پر بھی جزیہ لیا گیا، ان چند واقعات کو مصنف اس انداز سے بیان کرتا ہے، کہ بنو امیہ کا یہ عام طرزِ عمل تھا، اس موقع پر لکھتا ہے:

وخصوصا اھل الخراسان وما وراء النھر	خصوصاً اہل خراسان و ماوراء النہر کہ یہ لوگ

[1] تمدن اسلام حصۂ دوم صفحہ ۲۰،

فانهم ظلوا الی اواخر ایام بنی امیۃ لا یمنعهم عن الاسلام الا ظلم العمال بطلب الجزیۃ منهم بعد اسلامهم (حقیقت) آخر زمانہ بنی امیہ تک صرف اسلئے اسلام پر ایمان نہ لائے کہ عمال اسلام کے بعد بھی ظلماً جزیہ لیتے تھے،

ان واقعات کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہین جس سے ظاہر ہوگا کہ اس کے بیان مین مصنف نے کس قدر جھوٹ اور فریب اور رنگ آمیزیان کی ہین،

سنہ۸۱ھ مین حجاج کو اس کے عاملون نے لکھا کہ غیر قومین مسلمان ہوکر شہرون مین چلی آئین اس لئے خراج کی آمدنی گھٹ گئی، حجاج نے بصرہ وغیرہ مین حکم بھیجدیا کہ یہ نومسلم مواضعات کو واپس بھیجدیئے جائین اور ان سے جزیہ لیا جائے بصرہ مین جب یہ حکم پہنچا اور ان لوگون سے جزیہ وصول کیا جانے لگا تو یہ لوگ روتے تھے، اور وامحمداہ پکارتے تھے، یہ دیکھکر وہان کے علما روتے تھے، اسی حالت مین عبدالرحمن بن اشعث جنھون نے حجاج سے بغاوت کی تھی بصرہ مین پہنچے، علما اور قرا نے حجاج کے فعل سے ناراضی کی بنا پر ان کے ہاتھ پر بیعت کی،

علامہ ابن الاثیر نے سنہ۸۱ھ کے اخیر واقعات مین نہایت تفصیل کے ساتھ ان واقعات کو لکھا ہے ان واقعات مین حسب ذیل واقعات بہ تصریح مذکور ہین،

(۱) حجاج کے ظلم پر بصرہ کے علما روئے،

(۲) یہ علما حجاج سے ناراض ہوکر عبدالرحمن بن اشعث سے مل گئے.

مصنف نے علمائے بصرہ کی ہمدردی اور رنج کا ذکر بالکل قلم انداز کردیا، کیونکہ اس سے عام عربون کی نیک دلی اور حجاج کے فعل سے آزردگی ثابت ہوتی تھی،

عبارات مذکورۂ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حجاج کا یہ فعل اس قدر غیر معمولی اور خلاف شرع تھا کہ علمانے صرف اس وجہ سے حجاج سے بغاوت کی اور شریک جنگ ہوئے، لیکن مصنف دکھاتا ہے کہ سلطنت بنوامیہ مین نومسلمون سے جزیہ لینا عام معمول تھا،

حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانہ مین جراح نے حجاج کی تقلید کی تھی، حضرت عمر بن عبد العزیز کو معلوم ہوا تو جراح کو لکھ بھیجا کہ نو مسلمون کو جزیہ معاف کر دیا جائے، جزیہ معاف کر دیا گیا تو اور ہزارون آدمی مسلمان ہو گئے اور خراج کی تعداد گھٹ گئی، جراح نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو لکھا کہ یہ لوگ صدق دل سے اسلام نہین لائے، اس لئے حکم ہو تو مین تحقیق کرون کہ ان لوگون نے ختنہ بھی کرایا ہے، یا نہین، حضرت عمر نے لکھ بھیجا کہ خدا نے رسول اللہ صلعم کو دعوتِ اسلام کے لئے بھیجا تھا، نہ ختنہ کرنے کے لئے، یہ تمام واقعات ابن الاثیر نے سنہ ۱۰۱ھ کے واقعات مین بہ تفصیل لکھے ہین،

مصنف نے اس واقعہ مین سے صرف جراح کا جزیہ لینا لکھا ہے، باقی تمام واقعات اور حضرت عمر رض کے حکم کو اڑا دیا ہے، سنہ ۱۰۲ھ مین یزید بن ابی مسلم نے افریقیہ مین حجاج کی تقلید کرنی چاہی، اس پر لوگون نے اسکو قتل کر دیا، اور یزید بن عبد الملک جو خلیفۂ وقت تھا لکھ بھیجا کہ ہم نے اس وجہ سے اسکو قتل کر دیا، یزید بن عبد الملک نے لکھ بھیجا کہ مین اس کے اس فعل کو خود ناپسند کرتا تھا، چنانچہ ان لوگون سے کچھ باز پرس نہ کی[۱]،

مصنف کی اس خیانت کو دیکھو کہ یزید بن ابی مسلم کی کارروائی لکھ کر باقی تمام واقعات کو قلم انداز کر دیا ہے[۲]،

سنہ ۱۱۰ھ مین اشرس نے نو مسلمون پر جزیہ لگایا، اس پر لوگون نے بغاوت کی اور رؤسائے عرب نے ان کی حمایت کی، اس واقعہ مین بھی مصنف نے اہل عرب کی حمایت کا مطلق ذکر نہین کیا،

واقعاتِ مذکورۂ بالا کی نسبت امور ذیل پر لحاظ کرو:-

بنو امیہ کی صد سالہ حکومت مین چند دفعہ یہ واقعہ پیش آیا، حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے زمانے مین اس کارروائی کو روکا، یزید بن عبد الملک کے زمانہ مین جب یزید بن ابی مسلم نے ایسا کرنا

[۱] ابن الاثیر واقعات اخیر سنہ ۱۰۲ھ، [۲] تمدن اسلام حصہ دوم ص ۲۰،

چاہا تو بغاوت ہوئی، اور اہل عرب نے باغیون کا ساتھ دیا،

غرض خلفائے بنو امیہ مین سے کسی نے اس فعل کو جائز نہین رکھا عمّال نے ایسا کیا تو یا خود خلیفۂ وقت نے روک دیا یا اہلِ عرب نے عمالون کی مخالفت کی، اور ان سے لڑے،

مصنف نے خلفاء کے روکنے یا عام مسلمانون کی ناراضی اور مظلومون کی حمایت کا مطلق ذکر نہین کیا، اور ان چند واقعات کو اس طرح ادا کیا کہ بنو امیہ کے زمانۂ سلطنت مین یہ عام رواج تھا،

مصنف نے لکھا ہے کہ غیر قومون پر چونکہ بنو امیہ ظلم کرتے تھے اس لئے جب کوئی بغاوت ہوتی تھی تو یہ لوگ اسمین شریک ہوجاتے تھے، اس کے بعد لکھتا ہے،

وقام فی نفوس العرب ان الخلافۃ لا	اور عرب کے ذہن مین یہ بات قائم ہو گئی کہ
تشترط فیھا الشرقیۃ (حصہ ۲ ص ۲۹)	خلافت کے لئے قریشی ہونا ضرور نہین،

اس موقع پر مصنف نے سخت خیانت اور علانیہ دروغ گوئی کی ہے، اس عبارت کے ثبوت مین کتاب الاستقصا، کی جلد اول صفحہ ۶۰ کا حوالہ دیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ مصنف استقصا نے اہلِ بربر اور مغرب (ٹیونس) وغیرہ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ لوگ پہلے مذہب حق پر تھے، پھر اہلِ بدعت نے ان کو گمراہ کیا، اس کے بعد لکھا ہے کہ

فلقنھو اھل البدعۃ ان الخلافۃ لا	پس انکو اہل بدعت نے سکھلایا کہ خلافت مین
تشترط فیھا القرشیۃ،	قریشی ہونا مشروط نہین،

مصنف کتاب مذکور کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ اہلِ عرب کے دل مین یہ اعتقاد قائم ہوگیا، لیکن اس کتاب مین عرب نہین بلکہ اہلِ مغرب کے متعلق یہ واقعہ مذکور ہے، وہ بھی اس حیثیت سے کہ بدعتیون نے ان کو گمراہ کرکے یہ خیال اون کے دل مین ڈالا تھا،

مصنف نے لکھا ہے کہ بنو امیہ چونکہ غیر مذہب والون کو سخت عذاب دیتے تھے، اور ان لوگون نے

دیکھا کہ مسلمان ہونے پر بھی جزیہ سے نجات نہین ملتی، اس لئے بعضون نے راہب (جوگی) بننا اختیار کیا، عمال نے
جب یہ دیکھا تو راہبون پر بھی جزیہ لگایا، (حصہ دوم صفحہ ۲۰)

اس واقعہ کے لئے مصنف نے مقریزی (صفحہ ۴۹۲) کا حوالہ دیا ہے، لیکن سخت خیانت کی ہی، مقریزی مین
ایک حرف بھی اس کے متعلق مذکور نہین کہ لوگون نے جزیہ کے ڈر سے راہب ہونا اختیار کیا، صرف یہ لکھا ہے کہ
عبد العزیز بن مروان نے راہبون کا خون کرایا اور ان پر جزیہ لگایا،

| دولت عباسیہ | مصنف نے خلافت عباسیہ کا ذکر نہایت مدح کے ساتھ شروع کیا ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ مصنف
کے نزدیک یہ سلطنت دراصل عربی نہ تھی، بلکہ ایرانی تھی، لیکن لطف یہ ہے کہ مدح ذم سے بڑھ گئی ہے، عباسیون
کے خصائص حکومت مین ایک یہ شمار کیا ہے کہ ان کے زمانے مین عرب یہان تک ذلیل ہو گئے تھے، کہ کسی کو عرب
کہنا بد تر سے بد تر لقب تھا چنانچہ لکھتا ہے:-

فاصبح لفظ العربی مرادفا للاحقر والاوضع عندهم (حصہ ۳ ص ۳۲) تو انکے نزدیک عربی کا لفظ بد ترین لقب کا مرادف تھا،

پھر لکھتا ہے کہ ان لوگون کا قول تھا، کہ

العربی بمنزلة الکلب اطرح له کسرة واضرب راسه — عربی کتے کے برابر ہے، روٹی دیکر اسکو مارو،

اس عبارت کے نقل کرنے مین سخت خیانت کی، واقعہ یہ ہے کہ یہ افشین کا قول ہے جو ایک مجوسی تھا، اور
بظاہر مسلمان ہو گیا تھا، مصنف نے اسکو عام کر کے تمام ارباب حکومت کی طرف منسوب کیا ہی، لیکن بہر حال اگر صحیح بھی ہو تو
کیا یہ عباسیون کے مفاخر مین شمار ہونے کے قابل ہے،

مصنف کے نزدیک عباسی اس وجہ سے قابل مدح ہین کہ انھون نے عرب کو فوج سے اور عہدہ ہاے
ملکی سے نکال دیا، ان کے زمانے مین عرب کتے کے برابر حقیر ہو گئے تھے، انھون نے سلطنت کے تمام اختیارات
مجوسیون کو دیدیئے تھے، لیکن معلوم نہین عباسی بھی ان باتون کو اپنے مفاخر مین قبول کرین گے یا نہین،

(الندوہ جلد ۸ نمبر ۱۰ شوال سنہ ۱۳۲۹ھ)

معرکۂ مذہب و سائنس (مصنفہ ڈریپر)

مترجمہ

مسٹر ظفر علی خان بی، اے،

پر

ریویو،

اردو زبان کم رتبہ تصنیفات اور تراجم سے جس طرح روز بروز معمور ہوتی جاتی ہے، اس کے لحاظ سے اگرچہ اہل نظر پر مایوسی چھا گئی ہے لیکن مدتون مین ایک آدھ تصنیف یا ترجمہ ایسا بھی نکل آتا ہے جو مایوسی کی تاریکی مین امید کی جھلک پیدا کر دیتا ہے، زیر ریویو ترجمہ بھی اسی قسم کا ایک ترجمہ ہے،

ڈاکٹر ڈریپر امریکہ کا مشہور عالم ہے، وہ نیویارک یونیورسٹی کا پروفیسر تھا اس کی ابتدائی بہت سی تصنیفات علم الضوا اور کیمیا پر ہین، وہ ان فنون مین بہت سے اختراعات کا موجد ہے، چنانچہ مترجم صاحب نے اپنے دیباچہ مین بہ تفصیل لکھا ہے، اس سلسلہ سے الگ اس نے یورپ کی دماغی ترقی کی تاریخ لکھی، جو ایک گران قدر تصنیف خیال کیجاتی ہے، اور تصنیف زیر ریویو اس کے دور آخر کی تصنیف ہی،

مترجم صاحب مشہور مترجم ہین، ان کی کتاب خیابان فارس متداول ہو چکی ہے، دکن ریویو نے بھی ان کو کچھ کم روشناس نہین کیا ہے، ترجمہ کی خوبی پر مین کچھ رائے نہین دے سکتا، کیونکہ مین انگریزی نہین جانتا، اس لئے ترجمہ کی صحت اور غلطی کا فیصلہ نہین کر سکتا، البتہ اس قدر کہہ سکتا ہون کہ کسی علمی کتاب کا صحیح ترجمہ اس سے زیادہ صاف اور قریب الفہم نہین ہو سکتا، مترجم نے مصطلحات علمی کے ترجمہ مین بہت سے الفاظ گویا خود پیدا

کئے ہین، چنانچہ خاتمہ مین ایسے الفاظ کی جو فہرست دی ہے، اس مین بہت سے الفاظ ہمکو جدید النشاۃ نظر آتے ہین مثلاً اسد کہفی، نباتات خوار، دورثالثۃ الوسطی، دولاب تعدیل، توشیم، جماعت الکرثین، تقدیس الاموات وغیرہ وغیرہ

مترجم صاحب اگرچہ بہت متین لکھنے والے ہین، لیکن کہین کہین سخیف محاورے آگئے ہین جو ایک علمی کتاب کے شایان نہین مثلاً "دم دباکر" "اڑنگے پر چڑھاکر" وغیرہ وغیرہ،

مترجم کا یہ خاص احسان ہے کہ مصنف نے جہان کوئی بات اسلام کے خلاف لکھی ہے، انھون نے نوٹ مین اچھی طرح اس کی پردہ دری کی ہے، اور اس وقت وہ مترجم نہین بلکہ اچھے خاصے تندمزاج مولوی ہین،

کتاب کا موضوع نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز ہے، یعنی یہ کہ دنیا مین مذہب اور تحقیقات علمی کا باہمی تعلق کیا رہا ہے، کیونکہ یہ دونون معرکہ آرا رہے ہین، مذہب نے کس طرح علم پر بے انتہا جور و ظلم کئے ہین، اور بالآخر کس طرح ہر معرکہ مین شکست فاش کھائی ہے، لیکن اس کتاب کے متعلق سب باتون سے پہلے یہ کہنا پڑتا ہے، کہ مصنف نے یہ سخت غلطی کی ہے کہ کتاب کا موضوع عام رکھا ہے، اور بحث صرف عیسوی مذہب سے کی ہے، اس لئے اگر عیسوی مذہب نے علم پر زیادتیان کین اور بالآخر شکست کھائی تو اس سے عام مذہب کے نسبت کوئی نتیجہ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے، اس امر پر ہم آیندہ مفصل گفتگو کرین گے،

اس کتاب پر ہم مختلف حیثیتون سے بحث کرتے ہین،

موضوع کتاب یورپ کے ایک مشہور مصنف سے نہایت تعجب ہے کہ وہ ایک ایسا وسیع مضمون اختیار کرتا ہے جس کے دائرہ مین تمام دنیا کے مذاہب اور قومین داخل ہین لیکن صرف عیسائی قومون اور عیسائی مذہب کی تاریخ سے بحث کرتا ہے، اور انھین قومون کے واقعات پیش کرتا ہے، مسلمانون کی علمی اور ملکی تاریخ لکھی ہے، لیکن اس غلط بنا پر کہ مذہب اسلام نصرانیت کی ایک شاخ ہے، اس موضوع کے پیش نظر ہونے کے ساتھ ہر شخص بیساختہ اس بات کے دریافت کرنے کا شائق ہو گا کہ بدھ، برہمنی، چینی، پارسی مذاہب کا علم کیساتھ کیا طریق عمل رہا، ؟ دونون حریفون مین سے کس نے بازی جیتی، ؟ لیکن غالباً مصنف کے نزدیک دنیا صرف

عیسائی دنیا کا نام ہے، اس لئے اسکو دوسری قومون اور دوسرے مذہبون سے بحث کی ضرورت نہین،

مصنف نے اس معرکہ کی تاریخ جس ترتیب سے بیان کی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے، کہ

"چوتھی صدی قبل مسیح یونان نے ایران پر حملہ کیا، اور جدید معلومات سے بہرہ ور ہو کر اسکندریہ مین دار العلم کی بنیاد ڈالی، رومی سلطنت نے عیسائی مذہب قبول کیا، اور کچھ مدت کے بعد جمہوریت شخصیت سے بدل گئی، چونکہ اس رومی سلطنت کے تحت مین تمام بت پرست قومین آگئین اور ان کے معتقدات اور رسوم کا لحاظ رکھنا پڑا، اس لئے عیسائیت مین بت پرستی آگئی، ساتھ ہی علم اور عیسائیت مین معرکہ آرائی شروع ہوئی، اور کتب خانہ اسکندریہ برباد ہو گیا"

جنوب مین اصلاح شروع ہوئی، یعنی پادری نسطور کی تلقین وہدایت سے اسلام پیدا ہوا (استغفر اللہ)

اس کے بعد مصنف نے ان اہم مسائل کو لیا ہے جنہین مذہب اور علم مختلف ہین، اور الگ الگ عنوان کے تحت مین دکھلایا ہے، کہ ان مسائل مین کیونکر علم و مذہب باہم جنگ آزما رہے اور پھر کیونکر علم نے فتح حاصل کی، مسلمانون کے تمام علمی کارنامون اور اکتشافات کا ذکر کیا ہے، اور دکھایا ہے کہ ان ہی کی کوششون کا نتیجہ تھا کہ یورپ مین علم پھیلا، اور عیسائی مذہب کے بیہودہ عقائد کا تمام طلسم ٹوٹ گیا، پہلے ہی دہلہ مین ہم کو مصنف کی اس رائے سے بحث کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے کہ اسلام کو نسطور سے کہان تک تعلق ہے، کیونکہ مصنف کے نزدیک علم کی فتح درحقیقت نسطور کا فیض تھا جس نے گویا اسلام کی بنیاد رکھی، مصنف اس واقعہ کو ان الفاظ مین لکھتا ہے:-

"بحیرا راہب نے بصرے کی خانقاہ مین محمد کو نسطوری عقائد کی تعلیم دی، اور اپنے نظام کی داستان شروع سے آخر تک کہہ سنائی آپکے × × ناتربیت یافتہ (استغفر اللہ) لیکن مستعد اور اخاذ دماغ نے صرف اپنے اتالیقون کے مذہبی بلکہ فلسفیانہ خیالات کا نہایت گہرا اثر قبول کیا، بعد مین آپ کے طرز عمل سے اس امر کی صاف شہادت ملتی ہے، کہ نسطوریون کے مذہبی عقائد نے آپ پر کہان تک قابو پالیا تھا، " آپ اپنی

زندگی کو نسطوریون کے دینی عقائد کی توسیع واشاعت کے لئے وقف کردیا، اور جب یہ مقصد پورا ہوچکا تو آپ کے جانشینون نے ان کے علمی ومشائی اصول اختیار کرلئے، اور نہایت سرگرمی سے انکی اشاعت مین حصہ لیا۔

سبحانک ھذا بھتان عظیم

اگرچہ ڈریپر صاحب کے مقابلہ مین صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ بحیرا کی ملاقات معتبر طریقے سے ثابت نہین، لیکن چونکہ یہ روایت عام عربی تاریخون مین مذکور ہے، اس لئے ہم کسی قدر تفصیل سے اس کی نسبت بحث کرنا چاہتے ہین،

یہ روایت جس حیثیت سے عربی کتابون مین مذکور ہے، اس سے ڈریپر صاحب کے دعوی کو کچھ مدد نہین مل سکتی یہ روایت ترمذی، حاکم، بیہقی، ابونعیم، اور ابن عساکر نے روایت کی ہے، ترمذی کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے:۔

" ابوطالب شام کے سفر کو چلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چند سرداران قریش ساتھ تھے جب راہب (یعنی بحیرا) کے پاس آئے اور اسباب کھولنا شروع کیا تو راہب آیا اور اس نے آنحضرت صلعم کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمام عالم کا سردار اور خدا کا پیغمبر ہے، خدا نے اسکو دنیا کی رحمت کے لئے بھیجا ہے، سرداران قریش نے پوچھا کہ تم کو کیونکر معلوم ہوا، اس نے کہا جب تم پہاڑ کی چوٹی سے اترے تو تمام پتھرون، درختون نے سجدہ کیا، اور پتھر اور درخت پیغمبر کے سوا کسی کو سجدہ نہین کرتے، مین ان کو مہر نبوت کے ذریعہ سے پہچانتا ہون، پھر اس نے خانقاہ مین جاکر کھانا تیار کیا، اور لوگون کو بلایا، تو آنحضرت صلعم کے سر پر بادل سایہ کرتا آتا تھا، آنحضرت صلعم درخت سے ہٹ کر بیٹھے، کیونکہ اور لوگون نے پہلے سے پہنچکر قبضہ کرلیا تھا جب آپ بیٹھے تو درخت کا سایہ بڑھکر آپ پر جھکا، راہب نے لوگون سے کہا دیکھو سایہ کیونکر ان پر جھکا آتا ہے، الخ، اخیر مین یہ ہے کہ اس سفر مین حضرت ابوبکرؓ اور بلالؓ بھی تھے،

یہی روایت طرح طرح کے پیرائے بدل کر، طبقات ابن سعد، تاریخ طبری، ابن ہشام وغیرہ مین منقول ہے

اس حدیث کی یہ کیفیت ہے، کہ ترمذی نے اسکی نسبت لکھا ہے کہ یہ حسن اور غریب ہے، اور صرف اسی طریقہ سے منقول ہے، علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال مین عبدالرحمن بن غزوان کے ذکر مین لکھا ہے کہ

مما یدل علی انه باطل قوله وبعث معه ابوبکر بلالا وبلال لم یکن خلق وابوبکر کان صبیا،

اس حدیث کے باطل ہونے کی یہ دلیل ہو کہ اسمین یہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے بلالؓ کو آنحضرتؐ کے ساتھ کر دیا، حالانکہ اس وقت بلالؓ تو پیدا نہین ہوئے تھے، اور حضرت ابوبکرؓ بچے تھے،

مستدرک نے حاکم کی تلخیص مین لکھا ہے،

اظنه موضوعا فبعضه باطل،

مین اس کو جعلی روایت سمجھتا ہون کیونکہ اس کا کچھ ٹکڑا باطل ہے،

حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ اخیر کا ٹکڑا ممکن ہے کسی نے ملا دیا ہو، باقی حدیث اس لئے صحیح ہو کہ راوی ثقہ ہین[1]

لیکن اصل بحث یہ ہے کہ سب سے اخیر راوی یعنی ابوموسیٰ اشعری خود واقعہ مین شریک نہین تھے اور یہ بیان نہین کرتے کہ انھون نے کس سے سنا، اس لئے یہ حدیث منقطع ہے، ممکن ہے کسی غیر معتبر شخص سے انھون نے بیان کی ہو کیونکہ آنحضرت صلعم کے بچپن کے واقعات جس قدر منقول ہین، اکثر محدثین کے نزدیک غیر معتبر اور غیر مستند ہین،

اب درایت کی حیثیت سے ڈریپر صاحب کے بیان پر نظر ڈالو، آنحضرت صلعم کی عمر اسوقت کل بارہ ۱۲ برس کی ہے، اسی سن مین بحیرا، آپ کو عقائد کے حقائق اور فلسفہ سکھاتا ہے، اور آپ کے دل مین نقش ہو جاتا ہے، لیکن اس کے بعد پورے ۲۰ برس تک ان عقائد اور فلسفہ کے متعلق ایک حرف آپ کی زبان سے منقول نہین، روایتون سے اس قدر ثابت ہے کہ کفار آنحضرت صلعم کو طعنہ دیتے تھے کہ آپ جو کچھ کہتے ہین، اورون سے سیکھ کر کہتے ہین، لیکن یہ سکھانے والے (باعتقاد کفار) خود آنحضرت صلعم ہی کے

[1] زرقانی شرح مواہب لدنیہ صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ مصر جلد اول،

زمانے کے لوگ تھے، یعنی سلمان فارسی وغیرہ، بحیرا کا نام کافرون نے بھی نہین لیا، تا بہ مسلمانان چہ رسد،

ڈریپر صاحب اُن ممتاز مورخون مین ہین جو اسلام سے تعصب نہین رکھتے، انھون نے مسلمانون کی علمی ایجادات اور اکتشافات کا ذکر اس تفصیل سے کیا ہے کہ خود عربی تاریخون مین کسی جگہ یک جا نہین مل سکتا لیکن افسوس ہے کہ صاحب موصوف کی نسبت ہماری احسان مندی اس وجہ سے کم ہو جاتی ہی کہ انکی مہربانیان اسلام پر اس لئے نہین ہین کہ وہ اسلام ہے، بلکہ اس لئے ہین کہ وہ نسطوری مذہب کی ایک شاخ ہے، مسلمانون کے علوم و فنون ان ہی شامی اصول کے نتائج ہین، جو بحیرا نے تعلیم دئے تھے، مسلمانون کو اپنی خالص توحید پر بڑا ناز ہے، لیکن ڈریپر صاحب کے بتانے سے معلوم ہوا کہ وہ بھی بحیرا کا فیض تعلیم ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہین :۔

"راہب بحیرہ نامی نے کوشش کی کہ جس طرح ہو اس لڑکے (محمد) کے دل سے اس بت پرستی کے اثر کو جو اس کا آبائی مذہب ہے زائل کیا جائے، بحیرہ نے دیکھا کہ لڑکا نہایت ہونہار اور غیر معمولی طور پر ذہین ہے، اور مذہبی باتون کو نہایت شوق اور توجہ سے سنتا ہی، (نعوذ باللہ من ہذہ الہفوات)

ایک جگہ اور فرماتے ہین،

"بحیرہ راہب کی تعلیم کا اثر تھا کہ آپ نے اس عجیب و غریب زندگی کے دوران مین جن کے کارنامون نے دنیا کو محو حیرت کر دیا حضرت مسیح کو کبھی خدا کا بیٹا کہہ کر نہ پکارا،"

اگر بت پرستی اور حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کا انکار دونون چیزین اسلام نے بحیرا سے سیکھین، تو خود اسلام کے پاس کیا رہجاتا ہے،

مصنف نے اسلامی فتوحات کے ذکر مین کتب خانہ اسکندریہ کے جلائے جانے کا ذکر بھی کیا ہی، اور وہان اس طرح ان پر تعصب نے استیلا کیا ہے، کہ بظاہر ان کا کلام خود متناقض ہو گیا ہے، چنانچہ مترجم صاحب نے نوٹ مین اس پر تعجب ظاہر کیا ہے، لیکن حقیقت مین ان کے بیان مین تناقض نہین،

مصنف نے حسب ذیل دلیلون سے ثابت کیا ہے کہ کتب خانۂ مذکور کا جلایا جانا صحیح نہین ہوسکتا،

(۱) اس کتبخانہ کو تھیا فلس نے پہلے ہی برباد کر دیا تھا چنانچہ اس واقعہ کے بیس برس بعد اردسیوس نے جب کتبخانہ کو دیکھا تو ایک کتاب بھی باقی نہ تھی،

(۲) اگر اس بربادی کے بعد کتبخانہ بچا بھی ہوگا تو بہت کم کتابین بچی ہونگی، حالانکہ الزام لگانے والے کہتے ہین کہ پانچ لاکھ کتابین تھین جو حضرت عمرؓ کے حکم سے جلائی گئین،

(۳) کتابین اکثر جھلی پر لکھی ہوئی تھین، اس لئے وہ حمام کے جلانے مین کام نہین آسکتی تھین، لیکن ان سب باتون کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جلائے جانے کا حکم ضرور دیا، مترجم نے اسی بنا پر تناقض بیانی کا الزام قائم کیا ہے، لیکن اصل مین تناقض نہین، اس کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم ضرور دیا، لیکن اس کی تعمیل اسلئے نہین ہوسکتی تھی کہ کتبخانہ پہلے ہی برباد ہوچکا تھا، مسلمانون کا مذہب ہو کہ کسی برے کام کے محض نیت کرنے سے گناہ نہین ہوتا، جب تک وہ عمل مین نہ آئے، اسلئے ہم مصنف کے ممنون ہین کہ اس نے درحقیقت، حضرت عمرؓ کو الزام سے بچا لیا ہے، لیکن ہم اس سننے کے مشتاق ہین کہ ان کے پاس اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا بھی تھا، ان کے الفاظ یہ ہین،

" اگرچہ اس واقعہ سے انکار کیا گیا ہے لیکن اسمین مطلق شک نہین کہ عمرؓ نے یہ حکم ضرور دیا، وہ نوشت وخواند سے عاری تھے، ان کے چارون طرف تعصب اور جہالت کا بادل چھایا ہوا تھا ایسی حالت مین اگر انھون نے یہ حکم دیا تو یہ کون تعجب کی بات ہے "

جو شخص حضرت عمرؓ کو نوشت وخواند سے عاری سمجھتا ہے، اسکی تاریخ دانی کے مقابلہ مین ہماری کیا پیش جاسکتی ہے، ان باتون کے ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ یورپ مین جو لوگ ہم پر مہربان ہین ان کی مہربانی کی بھی یہ حالت ہے،

مصنف مسلمانون کے عقائد و مسائل علوم وفنون، صنائع وہنر سے اچھی طرح واقف ہے، اور

اس کے متعلق جو تفصیلی بحث اس نے کی ہے، احسانمندی کے قابل ہے، تاہم جابجا اسکی اصلی فطرت کی جھلک بھی نظر آتی ہے، فقرات ذیل ملاحظہ ہون :-

"تین چھوٹی چھوٹی لڑائیون مین جو بعد مین بدر، احد اور احزاب کے نام سے مشہور ہوئین، آپ کو معلوم ہوگیا کہ آپ کی سب سے زبردست دلیل تلوار ہے ...... اسلام کے خدا کی صورت شاید کفرانو عیسائیت کے خدا کی شکل کی بہ نسبت زیادہ مہیب اور بارعب ہو، بات یہ ہے کہ خدا کو انسانی صفات سے متصف کرنے کا خیال ان لوگون کے دلون سے محو نہین ہو سکتا، جو حکمت آشنا نہین ہین، ان کا خدا زیادہ سے زیادہ گویا ایک دیو ہیکل انسان ہی جس کا سر آسمان سے لگا ہوا ہے، اور ٹانگین زمین پر ہین، قرآن کے روسے زمین ایک سطح مربع ہے جس کے کنارون پر بڑے بڑے پہاڑ واقع ہین، آسمان کے اوپر بہشت کی بنیاد ہے، جس کی سات منزلین ہین، سب سے اونچی منزل خدا کا مسکن ہی، جہان وہ دیو ہیکر انسان کی شکل مین ایک تخت پر بیٹھا ہے، اور اس تخت کے دونون طرف اسی طرح کے ذوالجناح بیل ہین، جیسے قدیم سریانی بادشاہون کے محل مین ہوتے تھے"

اب ہم اس صفحہ کو الٹ دیتے ہین، کیونکہ ہم کو اپنے ریویو کو زعفران زار کشمیر نہین بنانا چاہیے، مصنف کی کتاب کا بہترین حصہ وہ ہے جسمین ان تمام علمی مسائل کو الگ الگ بیان کیا ہی جو مذہب کے مخالف خیال کیے جاتے تھے، ہم اس پر کس قدر تفصیلی بحث کرین گے، لیکن پہلے یہ دیکھنا ہے کہ ان مسائل کے کے ساتھ یورپ نے اپنے زمانے مین کیا کیا، مصنف نے تفصیل سے لکھا ہو کہ علمی مسائل کیونکر ابن رشد کے ذریعہ سے یورپ مین پھیلے، ان کے پھیلنے پر ایک محکمہ انکویزیشن کے نام سے قائم کیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ عقائد باطلہ کی سراغ رسانی اور تفتیش کیجائے، ۱۴۸۱ء مین پوپ کے حکم سے باقاعدہ اس کا محکمہ قائم ہوا، اور اس نے پہلے ہی سال یہ قابل فخر کارگذاری دکھائی، کہ دو ہزار شخص اسپین مین زندہ جلادیے، اٹھارہ سال کی مدت مین دس ہزار دو سو بیس شخص زندہ جلائے گئے، اور ستانوے ہزار اکیس شخص کو اور اور مختلف طریقون سے

سزائین دیگئین، جو لوگ فلسفہ کی حمایت کی وجہ سے ملعون اور بیدین قرار دیئے گئے تھے، ان مین سب سے مقدم ابن رشد تھا، اور اس لئے ۱۵۱۲ء مین لیٹرن کونسل نے فیصلہ صادر فرمایا، کہ ان عقائد کا پیرو ملحد قرار دیا جائیگا، محکمۂ انکویزیشن کی داستان حقیقت مین عجیب وغریب ہے، اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ جن مسائل پر لوگ زندہ جلائے جاتے یا اور طریقون سے مار ڈالے جاتے تھے، وہ سب علم ہیئت وغیرہ کے مسائل تھے، جنکو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا،

اس واقعہ پر ہم کو مختلف حیثیتون سے نظر ڈالنی چاہیے،

(۱) یورپ جو مسلمانون کو تعصب اور مذہبی جنون کا الزام دیتا ہے، اس کے منہ سے یہ الزام کس قدر خوش نما معلوم ہوتا ہے،

(۲) وہ یورپ جو کسی زمانے مین اس قدر فلسفہ کا دشمن رہ چکا ہے، اور فلسفہ کے جرم مین لاکھون آدمیون کو قتل کر چکا ہے، جب آج اس قدر فلسفہ کا حامی اور علم دوست ہے، تو ہمکو اپنے مذہبی علمار سے اس بات کی کوئی ناامیدی نہین ہے کہ ان کو اجنبیت کی وجہ سے جو اجتناب ہے، جاتا رہیگا، اور وہ یورپ کے فلسفہ اور علوم جدیدہ کو اس طرح اپنے نصاب تعلیم مین داخل کر لین گے جسطرح انھون نے یونان کے علوم وفنون کو داخل کر لیا،

یورپ نے جن علمی مسائل کو مذہب کے مخالف سمجھا تھا، جس پر سزائین دیجاتی تھین اور لوگ قتل کئے جاتے تھے، ان مین سے بعض یہ ہین :-

(۱) زمین گول ہے، عیسائی کہتے تھے کہ مذہب کے روسے زمین کروی نہین ہو سکتی،

(۲) زمین کے سوا اور ستارون مین بھی آبادی ہو سکتی ہے، برونو اسی جرم مین قتل کیا گیا، کہ وہ تعدد عالم کا قائل تھا،

(۳) زمین متحرک ہے، اور آفتاب کے گرد گھومتی ہے، کوپرنیکس اسی مسئلہ کی بنا پر ملحد قرار دیا گیا، اور گلیلو نے چونکہ اسکی تائید کی تھی، اسلئے قید کیا گیا، اور قید خانہ ہی مین مر گیا،

(۴) روح جسم سے الگ ہونے کے بعد عقل کل مین جاکر مل جاتی ہے، اس عقیدہ کی بنا پر ہزارون آدمی جلاوطن کیے گئے،

اس قسم کے اور بہت سے مسائل ہین مصنف نے ان کے بیان مین اس تفصیل سے کام لیا ہے کہ گویا ان مسائل پر مستقل رسالے لکھدیئے ہین جس سے ان کی حقیقت اور انکی تحقیقات کی تدریجی تاریخ معلوم ہوتی ہی،

ہم نہایت فخر اور نہایت خوشی سے یہ دعوی کرتے ہین کہ اسلام نے کبھی حکما، اور فلاسفہ کو نقصان نہین پہنچایا، فارابی، کندی، بوعلی سینا، نوبخت، بہمنیار، ابن مسکویہ، بیرونی، ابوبکر رازی، خیام، ٹھیٹ حکیم اور فلسفی تھے، لیکن ان مین کسی شخص کو انکویزیشن کی عدالت مین نہین جانا پڑا، نہ وہ زندہ جلائے گئے نہ شکنجے مین کسے گئے، نہ ان کی کسی طرح کی تکلیف دیگئی، خلفار اور سلاطین اسلام نے ان کا نہایت عزت واحترام کیا، وہ جہان جاتے تھے، لوگ ان کے لئے آنکھین بچھاتے تھے، جہان ان کا ذکر آتا ہے، ان کا نام نہایت عزت واحترام سے لیا جاتا ہے، محدثین اور فقہا ان کا ذکر مدحیہ الفاظ مین کرتے ہین، اس سے زیادہ فلسفہ کی کیا عزت کی جاسکتی ہے،

لا یعرف الفضل الا ذوولا   کمال کی قدر صاحب کمال ہی کرسکتا ہی،

(الندوہ جلد ۷، نمبر ۸، شعبان المعظم ۱۳۲۸ھ)

—————•—————

ہومر کے ایلڈ
کا
عربی ترجمہ،

اگر یہ سوال ہو کہ کل دنیا کا سب سے بڑا شاعر کون ہے؟ تو مختلف قومون کی زبان سے مختلف جواب ہونگے، عجم فردوسی کا نام لین گے، انگریز شکسپیر کو پیش کرین گے، رومی ورجل کے حق مین ووٹ دین گے عرب امرؤ القیس کو مقابلہ مین لائین گے، غرض کسی شخص پر اتفاق عام نہ ہو سکے گا، تاہم وطن پرستی سے قطع نظر کرکے اگر کسی شخص پر اتفاق عام ہو سکتا ہے، تو وہ یونان کا شاعر ہومر ہے، جس کو عربی کتابون مین اومیروس لکھتے ہین، اور جس کی نسبت ابو العلاء معری لکھتا ہے، کانی امیر ادمس للدین محمد،

ہومر وہ شخص ہے کہ ارسطو نے اس کے مشکل اشعار کی شرح مین ایک مستقل کتاب لکھی، اور درحقیقت ارسطو نے فن شاعری اور بلاغت کے جو اصول اور آئین منضبط کیے وہ ہومر ہی کے کلام سے مستنبط تھے سکندر ہومر کا کلام سفر و حضر مین ہمیشہ ساتھ رکھتا تھا، فرانس کے مشہور فاضل رینان کا قول ہے، کہ "ایک ہزار سال کے بعد دنیا کی تمام تصنیفات مٹ جائین گی، صرف ہومر رہجائیگا"

یہ بات تعجب سے خالی نہین کہ مسلمانون نے یونان کا ایک ایک حرف، عربی زبان مین ترجمہ کے ذریعہ سے لیا، لیکن ہومر کے ترجمہ کا پتہ نہین چلتا، اسکی وجہ بظاہر یہ ہے کہ عرب کو اپنے ادب اور شاعری پر اس قدر ناز تھا کہ وہ دوسری زبانون کے ادب اور شاعری سے مستفید ہونے کو عار سمجھتے تھے، بے شبہہ انھون نے ارسطو کی کتاب الشعر اور کتاب الخطابہ کا ترجمہ کیا، لیکن اسکی وجہ یہ تھی کہ ارسطو نے یہ دونون کتابین منطق کے مجموعہ

مین شامل کر دی تھین اور ان دونون چیزون کو وہ منطق ہی کا ایک حصہ خیال کرتا تھا، اس بنا پر مسلمانون نے انکا ترجمہ کیا، چنانچہ بو علی سینا کی کتاب الشفا مین یہ دونون باب موجود ہین، لیکن جب علماے اسلام نے منطق پر خود مستقل کتابین تصنیف کین تو یہ دونون حصے نکال ڈالے، علامہ ابن الاثیر نے مثل السائر مین لکھا ہے کہ یونانیون نے اگرچہ فن بلاغت پر یہ کچھ لکھا ہے، لیکن مین یونانی تصنیفات سے مطلق واقف نہین،

غرض عربی زبان مین تو ہومر کا ترجمہ غالباً نہین ہوا، لیکن مسلمانون کے ترجمے عربی پر محدود نہ تھے، مترجمین اسلام نے اکثر کتابین یونانی سے سریانی مین ترجمہ کین، اور پھر سریانی سے عربی مین آئین، چنانچہ ہومر کا ترجمہ بھی خلیفہ مہدی کے زمانہ مین تاوفیلس نے سریانی زبان مین[1] کیا، تاہم عربی زبان پر یہ بڑا داغ تھا، کہ اس کا دامن ایک ایسی کتاب کے ترجمہ سے خالی ہے،

ہم پروفیسر سلیمان بستانی کے ممنون ہین، جس نے ایک مدت کے بعد اس فرض کو ادا کیا ہے، پروفیسر مذکور شام کے مشہور فضلا مین سے ہے، عربی زبان مین آج کل جو انسائکلوپیڈیا لکھی جا رہی ہے، یہی نامور اسکو پورا کر رہا ہے، یہ کتاب جب اس نے ترجمہ کی تو مصر و قاہرہ کے فضلا نے قدردانی کے لحاظ سے اس تقریب مین ایک دعوت دی، جسمین ایک سو فضلا اور اکابر ملک شریک تھے، پروفیسر موصوف نے صرف ترجمہ نہین کیا ہے، بلکہ دو سو صفحون مین کتاب کا دیباچہ لکھا ہے، جسمین ہومر کے حالات اور ریویو کے علاوہ عرب کی شاعری پر ایک مبسوط محققانہ مضمون لکھا ہے،

لیکن سب سے بڑی بات جو اس ترجمہ مین ہے، یہ ہے کہ مترجم نے ہر جگہ حاشیہ مین ہومر کے کلام کی بلاغت کا ایک ایک اسلوب بتایا ہے، اور پھر اکثر جگہ عرب کے اشعار نقل کر کے دونون کا مقابلہ کیا ہے، حیرت ہوتی ہے کہ شعراے جاہلیت جن کو یونان کا نام تک معلوم نہ تھا، ان کے مضامین ہومر سے کس قدر لڑ جاتے ہین، یہان تک کہ بعض جگہ سرقہ کا گمان ہوتا ہے، اور عنترہ کا کلام پڑھکر تو یہ معلوم ہوتا ہے، کہ وہ ہومر کو سامنے

---

[1] تاریخ مختصر الدول لابن العبری،

رکھ کر کہتا تھا، چنانچہ مترجم نے اس پر ایک خاص مضمون لکھا ہے، اور دونون کے بہت سے اشعار نقل کئے ہین،

آج اگر کوئی شخص یونانی اور عربی شاعری کا مقابلہ کرنا چاہے، تو اس کو تفحص اور استقرا کی کوئی ضرورت نہ ہوگی، صرف یہ کتاب، اس کے لئے کافی ہے،

اس کتاب کو پڑھکر، مصر اور ہندوستان کی علمی حالت کا اندازہ ہوسکتا ہی. وہان اس قسم کی بلند پایہ کتابین یونانی زبان سے ترجمہ ہورہی ہین، جو آج متروک ہوچکی ہے، اور ہماری زبان مین انگریزی سے بھی جو سرمایہ آتا ہے، وہ صرف بیہودہ ناول اور افسانے ہوتے ہین، اور جدید گروہ کا کل سرمایۂ افتخار یہی ہی،

(الندوہ ج ۷، نمبر ۷، رجب ۱۳۲۸ھ)

سلسلۂ مقالاتِ شبلی

یعنی مولٰنا شبلی کے مذہبی، ادبی، تعلیمی مضامین کے حصے،

جلد اول (مذہبی)

فہرستِ مضامین

حجم ۲۴۸ صفحے، قیمت:- عہ

جلد دوم (ادبی)

فہرستِ مضامین

حجم ۱۰۴ صفحے، قیمت:- ۱۲ر

جلد سوم (تعلیمی)

فہرستِ مضامین،

حجم ۱۷۸ صفحے، قیمت:- ہہ

جلد چہارم

کی

فہرست اس کتاب مین ہے،

طابع و ناشر محمد ادریس و آرٹی